الفقہ المیسر اردو

تألیف

مولانا شفیق الرحمٰن ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محمد اظہر الاسلام

متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

MAKTABA-E-REHMANIA
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-7224228-7355743
فیکس: 042-7221395

الفقہ المیسر

اردو

تالیف

مولانا شفیق الرحمن ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

محمد اظہر الاسلام

متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مکتبہ رحمانیہ
اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .... الفقہ المیسر اردو

مترجم: .... محمد اظہر الاسلام
متعلم دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں اپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

نَحمدہٗ و نصلی علی رسولہِ الکریم اما بعد!

فقہ کی ابتدائی درسی کتاب ''الفقہ المیسر'' (عربی) تالیف مولانا شفیق الرحمٰن صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ، جو دارالعلوم کے درجہ ثانویہ خامسہ میں پڑھائی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں کی خواہش تھی کہ اگر اس کتاب کا اردو ترجمہ ہو جاتا تو استفادہ عام ہوتا۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ کار خیر مولوی محمد اظہر الاسلام مظفر پوری کے ہاتھوں انجام پایا، موصوف نے اس کام سے جہاں اپنے لیے صدقہ جاریہ کا انتظام کرلیا وہیں مؤلف مرحوم کے دائرہ ثواب میں بھی وسعت پیدا کردی جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

ترجمہ کی زبان آسان وشستہ ہے حسب ضرورت حاشیے بھی لکھے گئے ہیں، بے شک کتاب وسنت سے شغف وتعلق بڑی چیز ہے لیکن کتاب وسنت کو عملی زندگی میں لانے کے لیے فقہ کی کتابوں سے چارہ نہیں، الفقہ المیسّر سے صرف عربی داں، خاص طور سے طلبہ فائدہ اٹھاتے تھے اور اب اس کے اردو ترجمہ سے اردو داں بھی مستفید ہو سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ مترجم کی عمر دراز کرے، علم نافع اور عمل مقبول سے نوازے اور اپنے دین کی نصرت وخدمت کے لیے قبول فرمالے۔

۷/ مئی ۲۰۰۵ء

الدکتور ہارون رشید الصدیقی
ماجستر جامعۃ الملک سعود،
دکتورا بلکناؤ، الهند
مدیر **''سچا راهی''**
ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

اس ملک میں مسلمانوں کی مادری زبان اردو ہے ضرورت ہے کہ ضروری مذہبی کتابوں کو اسی زبان میں منتقل کیا جائے تاکہ عربی سے محروم بھائی و بہنوں کو دین کی باتیں معلوم ہوں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے عزیز اظہر الاسلام سلمہٗ نے تعلیمی مصروفیتوں کے باوجود اس کتاب ''الفقہ المیسر'' کا اردو میں ترجمہ کیا جس کے تعارف کی مسرت راقم السطور کو حاصل ہو رہی ہے، عزیز موصوف مدرسہ عالیہ عرفانیہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور انہوں نے مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفرپور میں میرے والد بزرگوار حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو جید عالم کہنہ مشق مدرس اور صاحب نسبت بزرگ تھے استفادہ کیا۔

مترجم موصوف نے ترجمہ میں زبان کی سلاست اور روانی کا لحاظ رکھا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مترجم کے اس حسن عمل کو صدقہ جاریہ کا شرف عطا فرما کر مقبول عام فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد مظہر الحق کریمی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
۲۰/ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

باسمہٖ تعالیٰ

دعائیہ کلمات

استاذ محترم حضرت مولانا رضا کریم صاحب قاسمی دامت برکاتہم

استاذ فقہ وصدر مدرس مدرسہ عالیہ عرفانیہ عبد العزیز روڈ، چوک، لکھنؤ

زیر نظر کتاب ”تیسیر الفقہ المیسر“ مترجم عزیزم محمد اظہر الاسلام سلمہٗ معلم مدرسہ عالیہ عرفانیہ کی نہایت ہی اچھی اور نافع کتاب ہے۔ عزیزم موصوف نے بہت ہی سلیقہ اور اہتمام سے ترجمہ کا کام انجام دیا ہے۔ اور آسان تر بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اور دیگر مستند کتب فقہ کا مطالعہ کر کے عبادات کے متعلق بہت سے ضروری مسائل مع حوالے کے جمع کئے ہیں۔

مکمل طور پر تو حرفاً حرفاً مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملا البتہ جابجا اہم اہم مقامات کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہ کتاب عوام وخاص کے لئے مفید اور نافع ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ عزیزم موصوف کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ دین کا داعی اور رہبر بنائے۔ مترجم سلمہٗ کو دارین کی سعادت وکامیابی وترقیات اور اپنی رضا سے نوازے۔ اور مستقبل میں بھی دینی خدمت کا موقع عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین

محمد رضا کریم

شب جمعہ ۲۵؍ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
مطابق ۳؍جون ۲۰۰۵ء

باسمہٖ تعالیٰ

عرضِ مترجم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و الہ و اصحابہ اجمعین و من تبعھم باحسان و دعا بدعوتھم الی یوم الدین اما بعد!

مترجم کی زبان وقلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریزہ ہے کہ اس نے اپنے اس حقیر بندے سے ترجمہ کا یہ کام لیا اے اللہ تو اسے قبول فرما۔ میں اس ترجمہ کو آسان تر اور واضح تر بنانے کی کوشش کی ہے اور بعض روزمرہ کے مسائل کا اضافہ بھی کیا ہے میں اپنے تمام اساتذہ کرام کا تہ دل سے شکر گذار ہوں خصوصا مولانا رضا کریم صاحب قاسمی، مولانا اقبال صاحب، مولانا مشتاق خاں ندوی اناوی، مولانا نیر عالم صاحب، مولانا امتیاز صاحب لاری، مولانا جعفر مسعود صاحب، مولانا شیر افگن صاحب، قاری عمران صاحب و قاری سراج الدین صاحب، مولانا رحمت اللہ صاحب مولانا شمس الدین صاحب، مولانا دلاور حسین صاحب، مولانا مسعود صاحب، مولانا شہاب الدین صاحب (حال مقیم جامعہ ازھر) و مولانا نسیم صاحب، مولانا قمر عالم صاحب کا کہ ان حضرات نے اپنے مفید مشورے سے مجھ نوازا اور ان ساتھیوں کا جنہوں نے کسی طرح کا تعاون کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کی عمریں دراز کریں اور جزائے خیر سے نوازیں۔ اور شکر گذار ہوں حضرت مولانا مفتی محمد طارق صاحب ندوی کا کہ انہوں نے ترجمہ پر نظر ثانی فرمایا۔ اور ڈاکٹر ہارون رشید صاحب صدیقی کا کہ انہوں نے اپنے گراں قدر مقدمے سے ناچیز کی حوصلہ افزائی کی اور مولانا مظہر الحق کریمی صاحب کا کہ انہوں نے دعائیہ کلمات لکھ کر کتاب کو اور مفید بنا دیا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء

اور آخیر میں میں ممنون و مشکور ہوں اپنے مشفق و مربی استاذ جناب حضرت مولانا اسحاق حسینی صاحب ندوی دامت برکاتہم کا کہ جنہوں نے اپنی خصوصی توجہ سے اس ترجمہ کو اس لائق بنایا کہ آپ کے سامنے کتابی شکل میں پیش کرسکوں۔ حضرت نے کمپوزنگ

سے لے کر طباعت تک ہر جگہ رہنمائی فرمائی۔ اے اللہ ان بزرگوں کا فیض تا دیر جاری رکھ اور ان کو جزائے خیر سے نواز۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم والدین بزرگوار کی خاص طور سے دعاؤں جناب نقی احمد صاحب کی تربیت و محبت اساتذہ کرام کی توجہ اور ان کی دعاؤں اور حضرت قاری محمد مشتاق صاحب کی سرپرستی و رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

اہل علم حضرات سے درخواست ہے کہ اگر کوئی غلطی کتاب و طباعت کی نظر سے گذرے تو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کا نظم کیا جائے گا۔

احقر محمد اظہر الاسلام
معلم مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ

۲۹؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

فہرس

مضامین	صفحہ
پاکی کا بیان	۹
متفرق مسائل	۲۸
وضو کا حکم	۲۹
مقدمہ	۳۰
غسل کے فرائض	۴۶
تیمم کی فرضیت	۵۱
نماز کا بیان	۶۵
مقدمہ	۶۸
اذان و اقامت کا حکم	۷۹
متفرق مسئلہ	۹۲
امامت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے	۱۲۹
کچھ اہم مسائل	۱۳۷
سترہ کے احکام	۱۴۱
وتر کی نماز	۱۴۳
نقشہ برائے نماز	۱۵۴
اہتمام تراویح	۱۵۸
حضور ﷺ سے بیس رکعت کا ثبوت	۱۶۲
کس عمر کا لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے	۱۶۳
اگر حافظ کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو	۱۶۴
حافظ کو ہار پہنانا	۱۶۵
تراویح کی اجرت بطور نذرانہ	۱۶۵
مسافر کی نماز	۱۷۰
قصر کب سے شروع ہوتا ہے	۱۷۲
مریض کی نماز	۱۷۴
چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا کا بیان	۱۷۶
نماز اور روزہ کا فدیہ	۱۸۱
سجدہ سہو کے احکام	۱۸۲

مضامین	صفحہ
سجدۂ تلاوت ۱۴ جگہوں پر واجب ہے	۱۹۱
جمعہ کی نماز کا بیان	۱۹۳
عیدین کے احکام	۲۰۵
عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ	۲۰۸
عیدالاضحیٰ کے احکام	۲۱۰
جنازے کا بیان	۲۱۴
مردے کو نہلانے کا طریقہ	۲۱۶
قبروں کی زیارت کے احکام	۲۲۹
شہید کے احکام	۲۳۰
کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان	۲۳۴
مسجد کے احکام	۲۳۶
روزے کا بیان	۲۳۷
اعتکاف کا بیان	۲۵۳
صدقۂ فطر	۲۵۶
صدقۃ الفطر کی مقدار	۲۵۹
زکوٰۃ کا بیان	۲۶۱
سامانوں کی زکوٰۃ	۲۶۸
حج کا بیان	۲۷۸
احرام باندھنے کی جگہیں	۲۸۲
حج کی ادائیگی کا طریقہ	۲۸۶
قران، تمتع، عمرہ، الہدی	۲۸۸
روضۂ اقدس کی زیارت	۲۹۷
قربانی کا بیان	۳۰۴
عقیقہ کا بیان	۳۰۹
قربانی کا گوشت اور اس کی کھال کے مصارف	۳۱۱
تمت بالخیر	۳۱۲

﴿ کِتَابُ الطَّهَارَةِ ﴾

پاکی کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ كِتَابُ الطَّهَارَةِ ﴾

پاکی کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ (سورۃ البقرۃ ۲۲۲) ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا : ﴿أَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ﴾ (رواہ مسلم) پاکی ایمان کا آدھا حصہ ہے، پاکی عبادتوں کی بنیاد ہے، بغیر پاکی کے نماز درست نہیں ہوتی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا : ﴿مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ و مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ (رواہ احمد) جنت کی کنجی نماز ہے، اور نماز کی کنجی پاکی ہے۔

لغت میں پاکی (طہارت) صفائی ستھرائی کو کہتے ہیں۔

شریعت میں طہارت کی دو قسمیں ہیں :

(۱) حدث سے پاکی، جسے طہارت حُکمیہ کہا جاتا ہے۔

(۲) نجاست سے پاکی، جسے طہارتِ حقیقیہ کہا جاتا ہے۔

رہی بات حدثِ سے پاکی کی تو وہ وضو، یا غسل سے حاصل ہو جاتی ہے، یا تیمم سے جب کہ پانی استعمال کرنا دشوار ہو یا کوئی حرج لاحق ہو،

جہاں تک نجاست سے پاک ہونے کی بات ہے تو وہ پاکی کے وسائل سے نجاست کو دور کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے، جیسے کہ صاف پانی، پاک مٹی، یا پتھر، یا

دباغت[۱] دیا ہوا چمڑا۔

﴿أَلْمِيَاهُ الَّتِيْ تَحْصُلُ بِهَا الطَّهَارَةُ﴾ پانی کی وہ اقسام جس سے پاکی حاصل ہوتی ہے، ماءِ مُطْلَق سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔

ماءِ مطلق کی تعریف :

وہ پانی جو اپنی اصلی ہیئت پر باقی ہو اور اس سے کوئی نجاست نہ ملی ہو، اور نہ ہی اس پر کوئی چیز غالب ہو۔

ماءِ مطلق کی سات قسمیں ہیں۔

(۱) آسمان کا پانی۔
(۲) نہر کا پانی۔
(۳) کنویں کا پانی۔
(۴) سمندر کا پانی۔
(۵) چشمے کا پانی۔
(۶) برف کا پانی۔
(۷) اولے کا پانی۔

---

(۱) دباغت، چمڑے کی رطوبت کا دور کرنا خواہ کسی دواء سے یا بغیر دواء کے اس طرح کہ اس کی بو جاتی رہے، اس طرح سے سور کے سوا تمام جانوروں کی کھال پاک ہوجاتی ہے حرام ہوں یا حلال مردہ کی کھال ہو یا زندہ کی۔

﴿ أَقسَامُ المِیَاہِ و أَحکَامُهَا ﴾

پانی کی قسمیں اور اس کے احکام

پاکی حاصل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے پانی کی کل (۵) پانچ قسمیں ہیں :

پہلی قسم: پاک ہو پاک کرنے والا ہو مکروہ نہ ہو۔ اور ماءِ مطلق پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہوتی ہے۔

دوسری قسم: پاک ہو اور پاک کرنے والا ہو لیکن مکروہ ہو۔ یہ وہ پانی ہے جس کو (جس میں سے) بلی، یا مرغی، یا شکاری پرندہ، یا سانپ نے پی لیا ہو، ماءِ مطلق کی موجودگی میں اس پانی سے وضو، یا غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اس وقت اس کے استعمال کرنے میں کوئی کراہیت نہیں جب کہ اسکے علاوہ کوئی دوسرا پانی نہ ملے۔

تیسری قسم: پاک ہو لیکن پاک کرنے کے سلسلے میں وہ پانی مشکوک ہو۔ یعنی اس سے وضو درست ہوسکتا ہے یا نہیں، اس میں شک ہو، اور یہ وہ پانی ہے جس میں سے گدھا، یا خچر نے پی لیا ہو، بلاشبہ وہ پانی پاک ہے، لیکن کیا ایسے پانی سے وضو صحیح ہوگا یا نہیں اس میں شک ہے، تو اگر وہ (شخص) اس کے علاوہ پانی نہ پائے تو اس سے وضو کرلے اور تیمم بھی کرلے، اب وضو اور تیمم میں اسے (کامل) اختیار ہے چاہے وضو پہلے کرلے یا تیمم،

چوتھی قسم: پاک ہو لیکن پاک کرنے والا نہ ہو! ماء مستعمل پاک ہے لیکن اس میں پاک کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اور اس سے وضو درست نہیں ہوتا، مستعمل وہ پانی ہے جو وضو اور غسل میں ناپاکی کو دور کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو، یا ثواب کی نیت سے وضو پر وضو کرلیا گیا ہو۔

اگر باوضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے یا (کسی کو) وضو سکھانے کے لئے استعمال کرلیا ہو تو وہ (استعمال شدہ پانی) مستعمل نہیں ہوگا۔

بے وضو شخص نے ٹھنڈک حاصل کرنے یا وضو سکھانے کے لئے وضو کیا ہو تو وہ

پانی مستعمل ہوجائے گا۔

پانی اس وقت مستعمل ہوجائے گا جس وقت وضو یا غسل کرنے والے کے جسم سے جدا ہوجائے گا۔

پانچویں قسم: ماء نجس تو یہ وہ پانی ہے جو تھوڑا ہو اور ٹھہرا ہوا ہو اور اس میں نجاست مل گئی ہو خواہ نجاست کا اثر پانی پر ظاہر ہو یا نہ ہو۔

لیکن جب نجاست کا اثر (علامت) پانی پر ظاہر ہوجائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے، خواہ پانی تھوڑا ہو یا زائد، خواہ پانی ٹھہرا ہو یا بہہ رہا ہو۔

اور جب پانی اتنے بڑے حوض میں ہو کہ حوض کے ایک کنارے سے پانی کو حرکت دیں تو دوسرا کنارہ نہ ہلے تو سمجھا جائے گا کہ پانی زیادہ ہے اور زیادہ پانی کا اندازہ اس طرح بھی لگایا گیا ہے کہ جب حوض دس گز لمبا اور دس گز چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر پانی اس سے لیں تو زمین نہ دکھے۔

اور کم پانی وہ ہے جو اس سے کم ہو، ناپاک پانی کا حکم تو یہی ہے کہ وہ ناپاک ہے اور اس سے پاکی حاصل نہیں ہوتی ہے، بلکہ جب اس میں کوئی دوسری چیز مل جائے تو وہ بھی ناپاک ہوجائے گی۔

اسی طرح اس پانی سے وضو درست نہیں ہے جو کہ کسی درخت یا پھل سے نکلا ہو، خواہ وہ پانی بغیر نچوڑے ہوئے خود سے نکلا ہو، یا درخت یا پھل کے نچوڑنے سے نکلا ہو، اسی طرح اس پانی سے پاکی حاصل نہیں ہوتی جس کی طبیعت بدل گئی ہو جیسے شوربہ وغیرہ۔

﴿حُكْمُ الْمِيَاهِ الَّتِي اِخْتَلَطَ بِهٖ شَيْئٌ طَاهِرٌ﴾

اس پانی کا حکم جس کے ساتھ کوئی پاک چیز مل جائے

جب پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے، جیسے کہ صابون، آٹا، زعفران، اور یہ ملی ہوئی چیزیں پانی پر غالب نہ ہوں تو وہ پانی پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔

اگر (یہ ملی ہوئی چیزیں) پانی پر غالب آجائیں اس طور پر کہ یہ چیزیں پانی کی رقت وسیلان (بہاؤ اور پتلا پن) کو دور کر دیں تو وہ پانی پاک ہی ہے لیکن اس سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔

لیکن جب پانی کا رنگ اور اسکا مزہ اور اس کی بو زیادہ دیر کسی چیز میں ٹھہرنے کی وجہ سے بدل جائے وہ پانی پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

جب پانی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جو کہ اکثر پانی میں رہتی ہے جیسے کہ کائی، یا درخت کا پتہ، یا پھل تو وہ پانی پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ جب پانی میں کوئی بہنے والی ایسی چیز مل جائے جس کے دو وصف ہوں جیسے کہ دودھ، اس لئے کہ دودھ میں ایک تو رنگ (سفیدی) ہے اور دوسرا مزہ ہے، اور اس میں بُو نہیں ہے، تو اگر ایک رنگ بھی پانی پر غالب آگیا تو پانی کے مغلوب ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور اس سے وضو جائز نہیں۔

اگر پانی میں کوئی ایسی چیز مل جائے جس کے تین وصف ہوں جیسے کہ سرکہ(۱) تو اگر تین وصفوں میں سے دو وصف غالب آجائے تو پانی مغلوب ہو جائے گا۔ اور اس سے وضو درست نہیں ہوگا اور اگر پانی میں کوئی بہنے والی چیز ایسی مل جائے جس میں کوئی وصف نہ ہو، جیسے کہ مستعمل پانی، یا وہ عرقِ گلاب جس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو، تو غالب اور مغلوب کا اعتبار وزن سے کیا جائے گا، پس اگر ایک رِطل خالص پانی میں دو رِطل مستعمل پانی مل جائے تو اس سے وضو جائز نہیں ہوگا، اور اگر دو رِطل خالص پانی میں ایک رِطل مستعمل پانی مل جائے تو اس سے وضو جائز ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سرکہ استعمال کرنا سنت ہے۔ جس گھر میں سرکہ موجود ہے وہ گھر سالن سے خالی نہیں سمجھا جاسکتا۔

﴿أَحْكَامُ السُّؤْرِ﴾ جھوٹے کے احکام

تعریف: وہ پانی جو انسان یا حیوان کے پی لینے کے بعد برتن میں بچ جائے جھوٹا کہلاتا ہے، جھوٹے پانی کے احکام پینے والے جانداروں کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔

۱- آدمی کا جھوٹا پاک ہے اور اس سے پاکی حاصل ہوتی ہے لیکن اس وقت جب کہ آدمی کے منہ میں ناپاکی کے اثرات نہ ہوں، خواہ وہ مسلم ہو یا کافر، اور چاہے وہ پاک ہو یا جنبی ہو یعنی اس کو غسل کی حاجت ہو۔

اسی طرح سے گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور بغیر کسی کراہت کے اس سے پاکی حاصل کرنا درست ہے، اور اسی طرح اس حیوان کا جھوٹا پاک ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے، جیسے کہ اونٹ، گائے، بیل، بکریاں وغیرہ ہیں اس سے بغیر کسی کراہت کے پاکی حاصل ہوجاتی ہے، (جب کہ منہ گندگی سے صاف ہوں اس لئے کہ بہت گایوں اور بیلوں کو گندگی کھاتے دیکھا گیا ہے۔)

۲- بلی کا جھوٹا پاک ہے لیکن ماء مطلق(۱) کی موجودگی میں اس سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے، جب کہ اس کے منہ میں ناپاکی کا اثر نہ ہو۔ اسی طرح شکاری پرندوں کا جھوٹا پاک ہے، جیسے کہ شکرا، چیل، وغیرہ، اسی طرح اس حیوان کا جھوٹا جو عام طور سے گھر میں رہتا ہے پاک ہے، جیسے کہ چوہا لیکن اس سے وضو مکروہ ہے۔

۳- بغیر کسی شک کے خچر اور گدھا، کا جھوٹا پاک ہے لیکن اس سے وضو درست ہے؟ یا نہیں اس میں شک ہے، اگر اس کے علاوہ کوئی اور پانی نہ ملے تو اسی پانی سے وضو کرلے اور پھر تیمم بھی کرے اس کے بعد نماز پڑھے۔

۴- کتا اور سؤر کا جھوٹا ناپاک ہے، اور اس سے پاکی حاصل نہیں ہوسکتی، اسی طرح درندوں(۲) کا جھوٹا بھی ناپاک ہے جیسے کہ شیر، چیتا، اور بھیڑیا اور اس سے پاکی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

---

(۱) بارش، نہر، نالے، برف، چشمہ وغیرہ کے پانی کو ماء مطلق کہا جاتا ہے۔

(۲) چیر پھاڑ کرنے والا جانور،

وہ حیوان جس کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے، اور جس کا جھوٹا ناپاک ہے اس کا پسینہ بھی ناپاک ہے۔

﴿ اُحْکَامُ مِیَاہِ الْبِئْرِ ﴾

کنویں کے پانی کے احکام

جب کنویں میں کوئی نجاست گر جائے اگرچہ وہ نجاست خون یا شراب کا ایک قطرہ ہی کیوں نہ ہو تو کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا۔ جب کنویں میں کوئی نجس العین(۱) جانور گر جائے جیسے کہ خنزیر تو کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا، خواہ خنزیر کنویں میں مرجائے یا زندہ نکل آوے اور اس کا منہ پانی تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو۔

جب کنویں میں کوئی ایسا جانور گر جائے جو کہ نجس العین نہ ہو، لیکن اس کا جھوٹا ناپاک ہو، تب بھی کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے۔

جب کنویں میں کوئی انسان گر جائے اور زندہ نکل آوے، اور اس کے بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

اسی طرح جب کنویں میں کوئی خچر، یا گدھا، یا شکرا، یا چیل گر جائے، اور زندہ نکل آوے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو (اور اس کے بدن پر کوئی نجاست بھی نہ لگی ہو) تو پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ جب (کنویں میں) گرنے والے جانور کا لُعاب (تھوک) پانی میں گر جائے تو وہ اس کے جھوٹے کے حکم میں ہوتا ہے۔ جب کنویں میں ایسا جانور مرجائے جس کے اندر بہنے والا خون نہ ہو، جیسے کہ کھٹمل، مکھی، بھڑ، اور بچھو تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

اسی طرح جب کنویں میں کوئی ایسا جانور گر جائے جو کہ پانی ہی میں پیدا ہوتا اور زندگی گزارتا ہو جیسے کہ مچھلی، مینڈک، اور کیکڑا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ اگر کنویں میں بڑا جانور کتے اور بکری کی طرح کا (گر کر مر گیا ہو) یا انسان اس میں گر کر مر گیا ہو اور پھولنے

---

(۱) وہ چیز جس کا کھانا، پینا، چھونا ناجائز ہو۔

سے پہلے نکال لیا گیا ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اور کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہوگا۔

ان تمام صورتوں میں جن میں کنویں کا تمام پانی نکالنا واجب ہے (کنویں کو پاک کرنے کیلئے) دو سو درمیانی ڈول پانی نکالنا کافی ہے، جب کہ تمام پانی نکالنا دشوار ہو۔ جب کنویں میں بلی یا مرغی جیسا جانور گر کر مر جائے تو چالیس متوسط ڈول پانی نکالنا کافی ہے اور جب کہ کنویں میں گوریا یا چوہیا جیسا جانور مر جائے تو بیس متوسط ڈول پانی نکالنا کافی ہوگا (یعنی ان ساری صورتوں میں پانی متوسط ڈول سے نکالا جائے گا۔ اگر ڈول متوسط ڈول کا دوگنا ہے تو ۲۰۰ کے بجائے ۱۰۰ ہی کی تعداد کافی ہوگی)

جب واجب کی مقدار پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا، اسی طرح ڈول، رسی، اور اس پانی نکالنے والے آدمی کا ہاتھ بھی پاک ہو جائے گا۔

کنواں ناپاک نہیں ہوگا جب کہ اس میں گھوڑے، اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کا پاخانہ معمولی مقدار میں گر جائے، مگر جب اتنا زیادہ گر گیا ہو کہ ہر ڈول میں کچھ نہ کچھ نجاست آ رہی ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ اسی طرح گوریا، فاختہ کی بیٹ(۱) کے گر جانے سے بھی کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ جب کنویں میں کوئی جانور مر جائے اور پھول جائے کنویں میں اس کے گرنے کا وقت بھی معلوم نہ ہو تو تین دن تین رات تک کنویں کے ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا، اور ان (تینوں دن و رات) کی پڑھی ہوئی نمازوں کی قضا لازم ہوگی، بدن اور کپڑوں کو بھی دھوئے گا اگر اس کا پانی نہانے دھونے اور وضو میں استعمال کیا ہے ورنہ نہیں۔ جب کنویں میں پھولنے سے پہلے کوئی مردار جانور پایا گیا ہو اور اس کے گرنے کا وقت بھی معلوم نہ ہو تو ایک دن اور ایک رات کنویں کو ناپاک کہا جائے گا اور اس ایک دن اور ایک رات کی (پڑھی ہوئی) نمازیں بھی قضا کرنی پڑے گی۔ اگر اس کے پانی کو وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہے ورنہ نہیں۔

---

(۱) پاخانہ

﴿آدابُ قَضَاءِ الْحَاجَةِ﴾ قضائے حاجت کے آداب

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ فَإِذَا أَتَىٰ أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَ لَا يَسْتَطِبْ بِيَمِيْنِهٖ وَ كَانَ يَامُرُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَ يَنْهىٰ عَنِ الرَّوْثِ وَالرِّمَّةِ﴾ (رواہ ابو داؤد عن ابی ھریرہؓ) ترجمہ: میں تم لوگوں کے والد کے درجے میں ہوں میں تمہیں سکھا رہا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے جائے تو وہ قبلہ کی طرف رخ نہ کرے، اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔ اور آپ ﷺ تین پتھروں سے استنجا[1] کرنے کا (حکم) دیتے تھے اور بوسیدہ ہڈیوں اور لید سے (استنجا کرنے کو) منع کرتے تھے۔

بول و براز[2] کرنے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل (۲۲) آداب کی رعایت کریں۔

(۱) وہ شخص لوگوں کی نگاہوں سے اتنی دور ہو جائے کہ اس کو نہ کوئی دیکھے، اور نا ہی اس سے نکلنے والی (ریاح) (براز) وغیرہ کی آواز سنائی پڑے اور نہ ہی اس کی بو محسوس کی جائے۔

(۲) وہ شخص اپنی قضائے حاجت پوری کرنے کے لئے نرم و نشیب زمین کا انتخاب کرے تاکہ پیشاب کے چھینٹے اس کے بدن پر نہ پڑیں۔

(۳) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ﴾ پڑھے۔ ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں خبیث جنوں سے مرد ہوں یا عورت (ف) اس دعا کی برکت سے بیت الخلاء کے خبیث شیاطین اور بندہ کے درمیان پردہ ہو جاتا ہے جس سے وہ شرم گاہ نہیں دیکھ

---

[1] استنجا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ پاخانہ و پیشاب سے فارغ ہو کر اس کے مقام کو دھونا یہ استنجا کہلاتا ہے، عام لوگ پیشاب کرنے کو ہی استنجا سمجھ لیتے ہیں۔

[2] پاخانہ، پیشاب۔

پاتے) جو شخص جنگل میں قضائے حاجت پوری کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ ستر کھولنے سے پہلے کپڑا سمیٹنے کے وقت دعا پڑھ لے۔

(۴) بیت الخلاء جانے میں (اس میں) پہلے بایاں پاؤں رکھے اور وہاں سے داہنے پاؤں سے نکلے۔

(۵) اپنے بائیں پاؤں پر ٹیک لگا کر بیٹھے، اس لئے کہ خروجِ فضلہ⁽¹⁾ میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔

(۶) اپنے سر کو قضاء حاجت اور استنجا کرتے وقت ڈھانک لے۔

(۷) سوراخ میں پیشاب نہ کرے ممکن ہے کہ اس میں کوئی زمینی کیڑے ہوں تو وہ اس کو تکلیف پہنچادے۔⁽²⁾

(۸) راستے اور قبرستان میں (بول و براز) نہ کرے۔

(۹) اور اس سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں استنجا نہ کرے۔

(۱۰) اور جہاں لوگ اکٹھا ہوتے ہوں اور باتیں کرتے ہوں استنجا نہ کرے۔

(۱۱) اور پھلدار درخت کے نیچے پاخانہ و پیشاب نہ کرے۔

(۱۲) بغیر کسی عذر کے قضائے حاجت کے وقت بات کرنا مکروہ ہے۔ لیکن جب کوئی اندھا گڑھے کی طرف جارہا ہو اور وہ شخص دیکھ رہا ہو کہ وہ (گڑھے میں) گر جائے گا، تو اس پر واجب ہے بولنا اور اس کی رہنمائی کرنا۔

(۱۳) قضاءِ حاجت اور استنجا کرتے وقت قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے۔

(۱۴) قضاءِ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رُخ یا پیٹھ کرنا (بے ادبی کی وجہ سے) مکروہ تحریمی ہے، خواہ وہ بیت الخلاء میں ہو، یا جنگل میں (قضاء حاجت پوری کررہا ہو۔)

---

(۱) پاخانہ و پیشاب کے نکلنے میں

(۲) جس طرح انسان کی آبادی زمین کے اوپر ہے اسی طرح جنات کی عمارت اور اس کے عالی شان محلات اسی زمین کے نیچے ہوتے ہیں جس کا راستہ سوراخ ہوتا ہے، لہٰذا ایسی گندی حرکت سے پرہیز لازم ہے۔ ورنہ انجام بد کا عنقریب منہ دیکھنا ہوگا۔

(١٥) رُکے ہوئے قلیل (تھوڑے) پانی میں بول وبراز کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(١٦) جاری پانی یا رُکے ہوئے زیادہ پانی میں بول وبراز کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(١٧) غسل خانہ میں پیشاب کرنا مکروہ ہے(١)

(١٨) دریا، حوض یا کنویں کے اردگرد پاخانہ، پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

(١٩) استنجا کرنے کے لئے ستر کا بے پردہ جگہوں میں کھولنا مکروہ ہے۔

(٢٠) داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا بغیر کسی عذر شرعی کے مکروہ ہے۔

(٢١) کھڑے ہو کر بغیر کسی عذر کے پیشاب کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ بسا اوقات اس کے بدن یا کپڑے پر پیشاب کا چھینٹا پڑ جاتا ہے(٢)

(٢٢) جب قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تو داہنے پاؤں کو (بیت الخلاء سے) پہلے نکالے اور یہ دعا پڑھے ﴿غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَذْھَبَ عَنِّیْ الْأَذٰی وَ عَافَانِیْ﴾ ترجمہ، تمام تر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھ سے گندگی دور کردی اور مجھے عافیت بخشی،(٣)

استنجے کیلئے پانی اور ڈھیلے دونوں لے جائیں۔ تین ڈھیلے یا پتھر ہوں تو مستحب ہے۔

نوٹ: فلش سسٹم بیت الخلاء میں ڈھیلوں کی وجہ سے دقت ہوتی ہے لہٰذا مفتی صاحبان نے ٹوائلٹ پیپر استعمال کرنے کا مشورہ دیا ہے تاکہ فلش خراب نہ ہو۔

انگوٹھی یا کسی چیز پر قرآن شریف کی آیت یا حضور اکرم ﷺ کا مبارک نام لکھا ہو اور وہ دکھائی دیتا ہو تو اس کو اتار کر بیت الخلاء کے باہر ہی چھوڑ دیں۔ فراغت کے بعد باہر آکر پہن لیں،...... تعویذ جس کو موم جامہ کرلیا گیا ہو یا کپڑے میں ہی

---

(١) کیونکہ پیشاب کرنے سے گھر میں نحوست اور رزق میں تنگی پیدا ہوتی ہے، بعض حضرات جان بوجھ کر کاہلی وسستی کی وجہ سے اسی میں پیشاب کردیتے ہیں لہٰذا انہیں پرہیز کرنا چاہئے۔

(٢) پیشاب کے قطرے سے بچنا بہت ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿اِسْتَنْزِھُوْا مِنَ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ﴾ کے پیشاب کے قطرے سے (اپنے بدن اور کپڑے کو بچائے رکھو) کیونکہ عام عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے، تفصیل آگےگا انشاء اللہ تعالیٰ،

(٣) اکثر دیکھا گیا ہے کہ قضاءِ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ خدا کو نہیں یاد کرتے ==

لیا گیا ہو اس کو پہن کر جانا جائز ہے۔ (نسائی)

۷ بیٹھ کر پیشاب کریں کھڑے ہو کر نہ کریں (ترمذی)

﴿أَحْكَامُ الْإِسْتِنْجَاءِ﴾ استنجاء کے احکام(۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ (توبہ ۱۰۸) ترجمہ: (مسجد قباء کہ) اس میں ایسے اچھے لوگ ہیں جو خوب پاک و صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوب پاک و صاف ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿إِسْتَنْزِهُوا مِنَ الْبَوْلِ فَإِنَّ عَامَّةَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْهُ﴾ (رواہ دار قطنی) ترجمہ: پیشاب سے خوب بچا کرو (پاک و صاف) اس لئے کہ اکثر عذاب قبر اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

الإستبراء. استنجا سے پہلے استبراء ضروری ہے، بول و براز کی جگہوں میں سے بقیہ نجاست کے اس طور پر نکالنے کو استبراء کہتے ہیں، کہ اس بات کا غالب گمان ہو جائے کہ اب اس جگہ کوئی چیز باقی نہ ہو۔ یعنی پاخانہ پیشاب۔)

اور جس شخص کو اس سلسلے میں (استبراء) کی (کوئی عادت ہو) جیسے کھڑا ہونا، چلنا، پاؤں ہلانا یا کھانسی کرنا، تو وہ اسے کر لے۔

جہاں تک استنجا کی بات ہے تو اس میں تفصیل ہے۔

تعریف، پاخانہ پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد اعضاء مخصوصہ پر لگی ہوئی نجاست کے صاف کرنے کا نام استنجا ہے، خواہ وہ پانی سے، یا پتھر، یا اور کوئی دوسری چیزوں سے ہو، مثلاً مٹی کا ڈھیلا، کپڑا، لیکن شرط ہے کہ یہ چیزیں پاک ہوں اور نجاست کو

== حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ اس سے یہ بول و براز دور نہ کرتا تو نہ جانے اسے کتنی پریشانی ہوتی کیونکہ صرف کھانا اور پینا ہی نعمت نہیں بلکہ کروڑوں نعمتوں میں سے بول و براز کا بآسانی خارج ہو جانا یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے لہٰذا اس دعا پر پابندی کرنی چاہئے۔

(۱) انسان کے اعضاء مخصوصہ پر پاخانہ پیشاب کے نکلنے سے جو نجاست لگ جاتی ہے اس کے پاک کرنے کے احکام۔

دور کردیں اور مال و محترم چیز نہ ہوں، عرق سے استنجا درست ہے لیکن مال کا ضائع ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

جب نجاست اپنی جگہ سے تجاوز کر جائے اور ایک درہم سے زیادہ ہو جائے تو پانی سے اسکا دھونا فرض ہے۔ اور اس لگی ہوئی نجاست کے ساتھ نماز جائز نہیں (۱)

جب نجاست اپنی جگہ۔ سے بڑھ جائے اور اس کی مقدار ایک درہم کے بقدر ہو تو پانی سے اس کا ختم کرنا واجب ہے۔ جب نجاست اپنی جگہ سے آگے نہ نکلے (مخصوص جگہ سے) تو پاکی حاصل کرنا سنت ہے۔

پاکی حاصل کرنے میں پانی پر اقتصار (اکتفاء) کرنا جائز ہے، اسی طرح پتھر یا اس جیسی چیزوں پر اکتفاء کرنا کافی ہے جب کہ نجاست ایک درہم کے بقدر نہ ہو، (پھیلاؤ میں) لیکن (اس کا بھی) پانی سے دھونا بہتر ہے۔

اور افضل یہ ہے کہ (مٹی کا ڈھیلا وغیرہ سے) پہلے (نجاست کو) پوچھے پھر پانی سے دھوئے، اس لئے کہ حصولِ طہارت میں یہ زیادہ موئثر ہے۔

تین پتھروں سے پاکی حاصل کرنا مستحب ہے۔

دو پتھروں یا ایک پتھر پر بھی اکتفاء کرنا جائز ہے جب کہ اس سے کامل طہارت ہو جائے۔

جب پتھر سے پوچھنے سے فارغ ہو جائے تو پہلے اپنا ہاتھ دھلے، پھر اس (گندگی کی) جگہ کو پانی سے دُھلے، اور اس جگہ کو اچھی طرح صاف کر لے یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہو جائے۔ جب پاکی حاصل کرنے سے فارغ ہو جائے تو اپنے ہاتھ کو دُھلے اور اسے اچھی طرح رگڑے یہاں تک کہ (ہاتھ سے) اس کی بو زائل ہو جائے۔

---

(۱) نجاست اگر ایسی خشک ہو جائے جو ڈھیلے سے نہ چھوٹ سکے تو پھر صرف پانی سے استنجا کرنا چاہئے، (علم الفقہ) پاخانہ پیشاب کے مقام پر اگر کسی دوسرے کی نجاست لگ جائے تو اس کا پانی سے دھونا فرض ہے اور اگر ڈھیلہ یا پتھر وغیرہ سے استنجا کرے تو درست نہیں (علم الفقہ)

﴿أَقْسَامُ النَّجَاسَةِ وأَحْكَامُهَا﴾

نجاست کی قسمیں اوراس کے احکام

قال تعالی ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ (المدثر-۴) ترجمہ: اے محمد ﷺ اپنے کپڑے کو پاک وصاف رکھئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لا يَقْبَلُ اللهُ صَلاةً من غَيْرِ طُهُوْرٍ﴾ (رواہ البخاری ومسلم) ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ بغیر پاکی کے کسی نماز کو قبول نہیں کرتا۔

نجاست کی تعریف: بدن، کپڑا، اور جگہ کا ایسی حالت میں ہونا جس کو شریعت گندا سمجھتی ہے اور جس سے پاک رہنے کا حکم دیتی ہے۔ (نجاست کہلاتی ہے)

نجاست کی دو قسمیں ہیں: (۱) حکمیہ، (۲) حقیقیہ

(۱) نجاستِ حکمیہ کی تعریف: انسان کی وہ حالت جس میں نماز اور قرآن پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۲) نجاستِ حقیقیہ کی تعریف: وہ چیز جس سے انسان نفرت کرتا ہے اور اپنے بدن اور کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت میں اس سے بچنے کا حکم ہوا اور اگر کسی چیز میں لگ جائے تو اس کے دور کرنے اور اس چیز کے پاک کرنے کا حکم کیا گیا (حجۃ اللہ البالغہ-۱۹۸)

نجاستِ حکمیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) حدث اکبر (۲) حدث اصغر

(۱) حدثِ اکبر کی تعریف: انسان کی وہ حالت جس میں بغیر نہائے یا تیمم کئے نماز اور قرآن مجید کا پڑھنا درست نہیں۔

(۲) حدثِ اصغر انسان کی وہ حالت جس میں بغیر وضو یا تیمم کئے نماز پڑھنا درست نہیں ہاں قرآن مجید پڑھنا درست ہے۔ (علم الفقہ)

نجاستِ حقیقیہ کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) نجاست غلیظہ، (۲) نجاست خفیفہ۔

غلیظہ کی تعریف: وہ چیز جس کے ناپاک ہونے میں کسی چیز کا شبہ نہ ہو۔ تمام دلیلوں سے اس کا ناپاک ہی ہونا ثابت ہو۔ کوئی دلیل ایسی نہ ہو جس سے اس کا پاک ہونا نکلے۔ اور

اس سے بچنے میں انسان کو کچھ دقت نہ ہو۔ جیسے : آدمی کا پاخانہ یا شراب وغیرہ۔

﴿أَمْثِلَةُ النَّجَاسَةِ الْغَلِيْظَةِ﴾ نجاست غلیظہ کی مثالیں

(۸) چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں :

(۱) جاری خون، (خواہ آدمی کا ہو یا جانور کا)،

(۲) شراب

(۳) مُردار کا گوشت اور اس کی کھال۔

(۴) اس حیوان کا پیشاب جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

(۵) کتّے کا پاخانہ۔

(۶) درندوں کا پاخانہ اور ان کا تھوک۔

(۷) بطخ اور مرغی کی بیٹ، (پانانہ)۔

(۸) اور انسان کے بدن سے نکلنے والی وہ چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

﴿حُكْمُ النَّجَاسَةِ الْغَلِيْظَةِ﴾ نجاستِ غلیظہ کا حکم

ایک درہم کے بقدر اگر بدن یا کپڑے پر) نجاستِ غلیظ (لگ جائے تو) معاف ہے، لیکن جب ایک درھم سے زیادہ ہو تو پانی سے یا کسی دوسری چیز جس سے نجاست زائل ہو جائے اس کا دھونا یا زائل کرنا فرض ہے، اور نجاست کے ساتھ نماز جائز نہیں۔

نجاستِ خفیفہ کی تعریف : جس کی ناپاکی ایسی دلیل سے ثابت ہو جو قطعی نہ ہو بلکہ دوسری ایسی دلیلیں بھی ہوں جس سے اس نجاست کا پاک ہونا بھی ثابت ہو رہا ہو۔

﴿أَمْثِلَةُ النَّجَاسَةِ الْخَفِيْفَةِ﴾ نجاستِ خفیفہ کی مثالیں

(۱) گھوڑے کا پیشاب۔

(۲) ماکول اللحم (یعنی جس جانور کا گوشت کھایا جاتا) جانور کا پیشاب، جیسے کہ گائے، اونٹ، بکری وغیرہ۔

(۳) اس پرندہ کی بیٹ (پاخانہ) جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

﴿حُكْمُ النَّجَاسَةِ الْخَفِيفَةِ﴾ نجاست خفیفہ کا حکم

نجاستِ خفیفہ معاف ہے جب کہ وہ کثرت کے درجے میں داخل نہ ہو، اور کثرت کا اندازہ بدن اور کپڑے کی چوتھائی سے کیا گیا ہے، اسی طرح پیشاب کا چھینٹا بھی معاف ہے جب کہ سوئی کے نوک کے برابر ہو۔

جب ناپاک کپڑا اور ناپاک بستر سونے والے کے پسینے سے بھیگ جائے، یا قدم کی تری سے بھیگ جائے اور نجاست کا اثر بدن اور قدم پر ظاہر ہو جائے تو دونوں پر ناپاکی کا حکم لگایا جائے گا، اور جب بدن یا قدم میں ناپاکی کا اثر ظاہر نہ ہونے پائے تو دونوں ناپاک نہ ہوں گے۔

جب تر (بھیگے) کپڑے کو خشک ناپاک زمین پر پھیلا دیا جائے اور اس سے زمین بھیگ جائے اور نجاست کا اثر کپڑے پر ظاہر نہ ہو تو وہ (تر کپڑا) ناپاک نہ ہوگا، اور اگر اثر ظاہر ہو جائے تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ اگر خشک پاک کپڑے کو تر نجس کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اس طور پر کہ اگر تر کپڑے کو نچوڑا جائے تو اس سے پانی نہ نکلے تو وہ پاک کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

اور اگر نچوڑنے پر پانی نکل آئے تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ جب ہوا کسی نجس چیز پر چلے اور نجس چیز اڑ کر تر کپڑے میں لگ جائے اور نجاست تر کپڑے پر ظاہر ہو جائے تو تر کپڑا ناپاک ہو جائے گا، اور اگر تر کپڑے پر نجاست کا اثر ظاہر نہ ہوا تو کپڑا ناپاک نہ ہوگا۔

﴿كَيْفَ تُزَالُ النَّجَاسَةُ؟﴾ نجاست کیسے دور کی جائے؟

عین مرئی نجاست (جو نجاست نظر آتی ہے)، جیسے کہ خون اور براز (پاخانہ وغیرہ) تو اس مادّہ کو دھو کر دور کر دینے سے طہارت حاصل ہو جاتی ہے خواہ ایک مرتبہ یا اس سے زائد مرتبہ دُھلنے سے زائل ہو، کپڑے میں رنگ اور بو باقی رہ جائے اور اس کا زائل کرنا دشوار ہو تو اس کے رنگ و بو کے باقی رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نجاستِ غیر مرئیہ (یعنی جو نجاست دیکھنے میں نہ آوے) (جیسے پیشاب، وغیرہ تو تین دفعہ کپڑے کو نچوڑ نچوڑ کر دُھلنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ اس کپڑے کو اس طرح نچوڑے کہ پانی کا ٹپکنا بند ہو جائے، ہر مرتبہ نیا پانی استعمال کرے۔

بدن اور کپڑے پر لگی ہوئی نجاست حقیقیہ پانی اور ہر پاک بہنے والی چیز سے جس سے کہ نجاست زائل ہو سکے جیسے کہ سرکہ، گلاب کا پانی، دور ہو جاتی ہے، جہاں تک کہ سرکہ اور گلاب کے پانی سے وضو کرنے کا تعلق ہے تو وضو (اس سے) درست نہیں۔

چمڑے کا موزہ اور جوتا دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جوتا (چپل) پاک زمین پر رگڑنے سے بھی پاک ہو جائے گا، جب کہ ناپاکی ذو جسم(۱) ہو (جسم والی ہو) خواہ ناپاکی سوکھی ہو یا تر (بھیگی)

تلوار، چھری، آئینہ، یا بھیگے برتن، پوچھنے سے پاک ہو جاتا ہے۔(۲)

زمین (اگر اس پر نجاست لگی ہو) خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے، جب کہ اس سے ناپاکی کا اثر ختم ہو جائے، اور اس (زمین) پر نماز ادا کرنا درست ہے لیکن تیمم جائز نہیں

---

(۱) "ذو جسم" کا مطلب یہ ہے کہ جو نجاست خشک ہونے کے بعد منجمد بجنے کی صورت میں موجود رہتی ہے جیسے، خون، پاخانہ وغیرہ، اور یہ نجاست مرئیہ ہے، اور دوسری قسم کی نجاست جو غیر ذو جسم ہے وہ ایسی نہیں ہوتی یعنی خشک ہونے کے بعد اس کا کوئی جسم نہیں ہوتا، جیسے پیشاب، شراب وغیرہ خواہ اس کا رنگ ہو یا نہ ہو۔

(۲) اسی طرح چاقو اور وہ تمام چیزیں جو لوہے سے بنتی ہیں، یا چاندی سے جیسے زیور وغیرہ یا سونے سے یا تانبے پیتل سے یا کسی اور ایسی چیز سے جس میں مسام نہیں ہوتے یا چکنا پتھر جو رطوبت کو جذب نہیں کرتا، یا پرانے استعمال کئے ہوئے ایسے برتن جو پانی کو جذب نہیں کرتا، تو یہ سب چیزیں اگر نجس ہو جائے خواہ نجاست مرئیہ سے یا غیر مرئیہ سے تو زمین پر رگڑنے یا تر کپڑے سے پوچھنے سے پاک ہو جائے گی، بشرطیکہ نجاست تر ہو اور اس قدر رگڑی یا پوچھی جائے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے۔ (علم الفقہ)
اور اگر نجاست خشک ہو تو مرئیہ نجاست، رگڑنے اور پوچھنے دو طرح سے، اور غیر مرئیہ صرف پوچھنے سے پاک ہوگی۔ (علم الفقہ) ج ا صفحہ ۳۵)

جب نجاست کی حقیقت بدل جائے اس طور پر کہ نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، اسی طرح جب کوئی نجاست کو آگ میں جلا دی جائے تو وہ (راکھ) پاک ہو جاتا ہے(۱) جیسے گوبر وغیرہ۔

جب آدمی کی منی کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور سوکھ جائے تو کپڑے سے منی کو کھرچ دینے سے پاک ہو جاتا ہے، لیکن جب منی تر ہو تو کپڑا یا بدن بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگا۔(۲)

مردار جانور کی کھال پاک ہو جاتی ہے دباغت کے بعد خواہ دباغت حقیقی ہو یا حکمی خنزیر کی کھال کسی صورت میں پاک نہیں ہوتی۔

لیکن آدمی کا چمڑا دباغت دینے سے پاک ہو جاتا ہے، لیکن آدمی کی شرافت و کرامت کی وجہ کر اس کی کھال کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ماکول اللحم (جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا) جانوروں کی کھال شرعی طریقہ پر ذبح کرنے سے پاک ہو جاتی ہے،

ہر وہ چیز جس میں خون کا دوران نہیں ہے مرنے کی وجہ سے ناپاک نہیں ہوتی، جیسے کہ کٹے ہوئے پر، بال، سینگ، کھر، اور ہڈی وغیرہ(۳)

یہ سب چیزیں اس وقت پاک سمجھی جائیں گی جب اس میں چکناہٹ نہ ہو اور چکناہٹ لگی رہنے کی صورت میں یہ سب چیزیں ناپاک ہونگی۔

---

(۱) نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔ (شامی صفحہ ۲۲۷ ج ۱) بعض حضرات جاڑے کے موسم میں پیشاب کرتے ہیں اور بخار (بھاپ) نکلتا ہے اور بدن پر آلگتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ ناپاک ہوگیا جو کہ بے اصل بات ہے۔۱۲
اسی طرح اگر پاخانہ مٹی بن جائے تو وہ مٹی پاک ہے۔

(۲) اس میں وہ حدیث دلیل ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے، کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے مرطوب (تر) منی کو دھو دیتی تھی، اور خشک منی کو کھرچ دیتی تھی، (بیہقی، دار قطنی)

(۲) دریائی جانور، اور وہ جانور جن میں دم سائل (بہنے والا خون) نہیں وہ مرنے کے بعد بھی ناپاک نہیں ہوتے حرام ہوں یا حلال، جیسے مچھلی، بچھو، مینڈک، بعضے سانپ، چھپکلی، بھڑ (علم الفقہ)

مردار کا پٹھا ناپاک ہے۔

مشک نافہ (ہرن کی ڈھونڈی) پاک ہے جیسا کہ مشک پاک ہے، اور اس کا کھانا حلال ہے۔

﴿متفرق مسائل﴾

جو چیزیں بغیر دھوئے پاک ہو جاتی ہیں خواہ مَلنے سے یا خشک ہونے سے وہ اگر کسی طرح تر ہو جائیں تو ناپاک نہ ہوں گی، اور اسی طرح اگر یہ چیزیں کسی قلیل پانی میں گر جائیں تو وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

نجاست نمازی کے جسم پر نہ ہو اور نہ اس کے جسم سے ملی ہوئی ہو اور نہ اس کے کپڑے پر ہو جس کو وہ پہنے ہوئے ہے اور نہ ایسی چیز پر ہو جس کا قیام وقرار نمازی کے جسم کی وجہ سے ہو تو اس کا اعتبار نہیں۔

مثال: کسی جانور کے جسم پر نجاست ہو اور وہ نمازی کے سر پر آبیٹھے۔ خشک نجاست زمین پر ہو اور نمازی کا کپڑا اس پر پڑ جائے۔

کوئی چیز اگر ناپاک ہو جائے اور نجاست کا مقام یاد نہ رہے اور نہ کسی خاص مقام پر غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں وہ چیز پوری دھونی چاہئے۔

اگر چکنی چیز ناپاک ہو جائے جیسے تیل، گھی، مردار کی چربی۔ اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائے گی اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

ناپاکی اگر پانی میں گرے اور اس کی چھینٹیں اڑ کر کسی پر پڑ جائے تو وہ پاک ہے بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔

کپڑا اگر ناپاک ہو اور تر ہو مگر ایسا تر نہ ہو کہ نچوڑ سکیں، تو اس میں اگر کوئی خشک کپڑا لپٹا جائے تو وہ ناپاک نہ ہوگا، بشرطیکہ وہ ناپاک کپڑا عین نجاست سے ناپاک نہ ہو بلکہ ایسی چیز سے جس کو نجاست نے ناپاک کر دیا ہو، جیسے ناپاک پانی۔

اور اگر عین نجاست جیسے پیشاب وغیرہ سے ناپاک ہوا ہو تو پھر وہ خشک کپڑا جو اس

میں لپیٹا گیا ہے ناپاک ہو جائے گا۔

زمین یا کسی اور نجس چیز پر بھیگا کپڑا سوکھنے کو ڈال دیں یا ویسے ہی بچھا دیں تو ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ نجاست کا اثر اس میں نہ معلوم ہو خواہ زمین وغیرہ خشک ہو یا تر۔

کتے کا تھوک اگر کسی برتن میں لگ جائے تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائیگا۔

پکے ہوئے گوشت یا اور کسی پکی ہوئی چیز میں نجاست پڑ جائے تو پاک نہیں ہوگی۔

خاص اور اہم مسئلہ!

مرغی یا اور کوئی پرندہ کا پیٹ چاک کرنے (پھاڑنے) اور اس کی گندگی نکالنے سے پہلے گرم پانی میں رکھ دی جائے۔ جیسا کہ آج کل انگریزوں اور اس کے کتے چیلے اور ہندوستانیوں کا دستور اور طریقہ ہے تو یاد رکھنا چاہئے کہ وہ مرغی (یا پرندہ) کسی طرح پاک نہیں ہوسکتی۔ (علم الفقہ)

﴿حُكْمُ الْوُضُوْءِ﴾ وضو کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (مائدہ پارہ ٦ ع ٦)

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم نماز پڑھنے کا قصد کرو تو اپنا منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھولیا کرو، اور سر کا مسح کرلیا کرو، اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھولیا کرو۔⁽¹⁾

---

(۱) اور وضو کے بارے میں صحیح یہ ہے کہ وضو اگلی امتوں میں بھی تھا اس امت محمدیہ کے ساتھ خاص نہیں۔ ہاں اعضائے وضو کا روشن ہو جانا اس امت کے ساتھ ہی خاص ہے۔ (علم الفقہ)

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ وضو کرنے سے اللہ تعالیٰ صغیرہ گناہوں کو معاف کرتا ہے اور آخرت میں بڑے مرتبے دیتا ہے اور وضو کرنے سے تمام بدن کے گناہ نکل جاتے ہیں (بخاری و مسلم)

(۳) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن "میری امت" کہہ کر پکاری جائے گی یہ اس لئے کہ وضو کا پانی جن اعضاء پر پڑتا ہے وہ اعضاء قیامت کے دن نہایت چمکدار اور روشن ہو جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) باوضو رہنے سے آدمی شیطان کی شر سے محفوظ رہتا ہے۔ احادیث میں ہے کہ ==

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ أَحَدِکُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰی یَتَوَضَّأَ ﴾ (رواہ البخاری و مسلم) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے صرف باوضو شخص کی نماز قبول کرتا ہے۔

وضو کے لغوی معنی: پاکیزگی وخوبصورتی کے ہیں۔

اور اصطلاح میں وضو:

پانی سے حاصل ہونے والی اس طہارت کو کہتے ہیں جو چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں اور سر کے مسح پر مشتمل ہو۔

نماز: بغیر وضو کے درست نہیں ہوتی اور بے وضو کے قرآن کریم کا چھونا جائز نہیں۔ جو شخص وضو کا اہتمام کرے وہ ثواب کا مستحق ہوگا، اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے۔

﴿ مُقدّمہ ﴾

جواحکامِ الٰہی بندوں کے افعال واعمال کے متعلق ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں:
(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) حرام (۶) مکروہ تحریمی (۷) مکروہ تنزیہی (۸) مُباح جائز، حلال، پاک۔

== ہروقت باوضو رہنا سوائے مومنِ کامل کے اور کسی سے نہیں ہوسکتا۔

(۵) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ کیا میں تم لوگوں کو ایسی چیزیں نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا! کیوں نہیں؟ اے اللہ کے رسول ﷺ تو آپ نے فرمایا! مشقت کے باوجود ہمیشہ باوضو رہنا اور کثرت سے مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا تو یہ مواظبت، طہارت، نماز، عبادت، پر جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے۔ (رواہ مسلم)

وضو کے اعضاء قیامت کے دن روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضور اکرم ﷺ فوراً اپنے امتی کو پہچان لیں گے۔

جو حضرات اہل کشف ہوتے ہیں ان کو وضو کے ذریعہ گناہوں کا زائل ہوجانا محسوس بھی ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دھل رہا ہے۔ (فضائل اعمال)

(۱) فرض :

وہ فعل جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق مستحقِ عذاب، اور اس کا منکر کافر۔

اس کی دو قسمیں ہیں : (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ

فرضِ عین : جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے۔ اور جو شخص بلا عذر چھوڑے وہ فاسق اور مستحقِ عذاب ہے۔ جیسے پنج وقتی اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔

فرضِ کفایہ : جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔ جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔

(۲) واجب :

وہ فعل ہے جس کا بلا عذر چھوڑنے والا فاسق، اور عذاب کا مستحق ہے بشرطیکہ بلا کسی تاویل اور شبہہ کے چھوڑے اور جو شخص اس کو ہلکا سمجھ کر چھوڑے وہ گمراہ ہے، اور اس کا منکر کافر نہیں۔

(۳) سنت :

وہ فعل جس کو نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں : (۱) سنتِ مؤکدہ (۲) سنتِ غیر مؤکدہ

سنتِ مؤکدہ : وہ فعل جس کو نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ہمیشہ کیا ہو اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر و تنبیہ نہ کی ہو۔ (یعنی ڈانٹ پھٹکار نہ کی ہو)

اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت بنانے والا فاسق اور گنہگار ہے اور نبی ﷺ کی شفاعت(۱) سے محروم رہے گا، ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں۔

سنتِ غیر مؤکدہ : وہ فعل جس کو نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بلا

---

(۱) حدیث شریف میں ہے ﴿مَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ لَمْ یَنَلْ شَفَاعَتِیْ﴾ جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میرے شفاعت سے محروم رہے گا۔

عذر کبھی ترک بھی کیا ہو اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں اور اس کو سنّتِ زائدہ، اور سنّت عادیہ بھی کہتے ہیں۔

(۴) مستحب :

وہ فعل جس کو نبی ﷺ نے کیا لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی اور اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے، اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں" اور اس کو فقہاء کی اصطلاح میں "نفل اور "مندوب" اور "قطوع" بھی کہتے ہیں۔

(۵) حرام :

وہ فعل جس کا بلا عذر کرنے والا فاسق، اور عذاب کا مستحق، اور منکر اس کا مثلِ فرض کے منکر کے کافر ہے۔

(٦) مکروہِ تنزیہی :

وہ فعل جس کا بغیر عذر کے کرنا باعثِ گناہ ہے، اور اس کا منکر واجب کے منکر کی طرح کافر نہیں، بہ لحاظ عمل کے واجب اور مکروہ تحریمی برابر، میں، فرق صرف اعتقاد کا ہے، یعنی انکارِ حرام کفر ہے، اور مکروہ تحریمی کا انکار کفر نہیں ہے۔

(۷) مکروہ تنزیہی :

وہ فعل جس کے نہ کرنے میں ثواب ہے، اور کرنے میں عذاب نہیں۔

(۸) مُباح : وہ فعل جس کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

﴿أَرْكَانُ الوُضُوءِ﴾ وضو کے فرائض

وضو کے (۴) چار فرائض ہیں :

(۱) ایک مرتبہ چہرہ کا دھونا۔ "یعنی پیشانی کے بالوں سے لے کر تھوڑی (ٹھڈی) کے نیچے تک ایک کان کی لو سے دوسری کان کی لو تک دھونا۔(۱)

(۲) کہنیوں سمیت ایک مرتبہ دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

---

(۱) ہونٹ کا وہ حصہ جو ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھلائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

(۴) ٹخنوں سمیت ایک مرتبہ دونوں پاؤں کا دھونا۔(۱)

﴿شُرُوْطُ صِحَّةِ الْوُضُوْءِ﴾

وضو کے صحیح ہونے کی شرطیں

وضو درست ہونے کے لئے (۳) شرطیں ضروری ہیں:

ان تینوں کے نہ پائے جانے کی وجہ سے وضو کا مطلوبہ فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔

(۱) ان تمام جگہوں تک پانی کا پہنچانا جس کا دھونا وضو میں فرض ہے۔

(۲) کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو کہ پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے مانع (رکاوٹ) بنے۔ جیسے کہ موم، آٹا، پینٹ، وہ گوند جس سے چپل وغیرہ چسپاں کی جاتی ہے وغیرہ۔

(۳) وضو کو توڑنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز وضو کے درمیان لاحق نہ ہو، اگر وضو باطل کرنے والی چیزوں میں سے کوئی چیز درمیان میں پائی جائے تو وضو درست نہ ہوگا۔(۲)

﴿شُرُوْطُ وُجُوْبِ الْوَضُوْءِ﴾

وضو کے واجب ہونے کی شرطیں

وضو ان ہی پر واجب ہوگا جو مندرجہ ذیل (۷) شرائط کے حامل ہوں گے۔

(۱) بالغ ہونا: بچے پر وضو واجب نہیں ہے۔

(۲) عاقل ہونا: مجنوں پر وضو واجب نہیں ہے۔

(۳) مسلمان ہونا: کافر پر وضو واجب نہیں ہے۔

(۴) پانی کے استعمال پر قادر ہونا: جس شخص کو پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو اس پر وضو واجب نہیں ہے۔ (یعنی اتنے پانی کے استعمال پر جو کہ تمام اعضائے وضو کے

---

(۱) اگر کسی کو دو پیر یا دو ہاتھ ہوں اور اس سے کام لیتا ہو تو دونوں کا دھونا فرض ہے، اور اگر جڑے ہوئے انگوٹھے ہوں تب بھی دونوں کا دھونا فرض ہے۔ (علم الفقہ)

(۲) بشرطیکہ وہ شخص معذور نہ ہو، کیونکہ معذور کا وضو ان حالتوں میں بھی صحیح ہو جاتا ہے، جیسے کسی کو پیشاب کا مرض ہو کہ ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہے تو اس کا وضو اسی حالت میں درست ہے۔ حیض و نفاس والی عورت، اگر وضو کرے تو درست نہیں۔ اگر جنبی کرے تو نہ ہوگا۔

لئے کافی ہو)

اسی طرح پانی کے استعمال پر قادر ہو لیکن پانی تمام اعضائے وضو کے لئے کافی نہ ہو، تو اس پر بھی وضو واجب نہیں ہے۔

(۵) حدثِ اصغر کا پایا جانا...... باوضو شخص پر وضو واجب نہیں ہے۔

(۶) حدثِ اکبر سے خالی ہونا : جس پر غسل واجب ہو اس کے لئے وضو کافی نہ ہوگا (پاکی کے لئے)

(۷) وقت کا تنگ ہونا (نماز وغیرہ کے وقت کا تنگ ہونا)(۱): وضو میں تاخیر (لیٹ) کرنا جائز ہے جبکہ وقت زائد ہو تو فوری طور پر وضو واجب نہیں۔

﴿فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِالْوُضُوْءِ﴾ جزئیاتِ وضو

وضو میں گھنی داڑھی(۲) کے ظاہری حصہ کا دھونا واجب ہے۔ ہلکی داڑھی کے ظاہری حصہ کا دھونا وضو میں کافی نہ ہوگا بلکہ داڑھی کی کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہوگا۔

داڑھی کے لٹکے ہوئے بال کا دھونا اور اس کا مسح کرنا ضروری نہیں

جب ناخن میں کوئی ایسی چیز ہو جو پانی کو کھال تک پہنچنے کیلئے رکاوٹ بنے تو اس کو دور کر کے اندر تک دھونا واجب ہے۔

تنگ انگوٹھی کو ہلانا ضروری ہے (اس وقت) جب کہ بغیر حرکت دیئے ہوئے پانی کھال تک نہ پہنچے۔

جب پاؤں کے پھٹن(۳) کی جگہ کا دھونا نقصان دہ ہو، تو اس (دواء کے اوپر سے جو

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا اتنا وقت باقی رہنا کہ جس میں وضو اور نماز کی گنجائش ہو۔ اگر کسی شخص کو اتنا وقت نہ ملے تو اس پر وضو واجب نہیں۔ مثلاً، کوئی کافر ایسے وقت میں اسلام لایا کہ وضو اور نماز دونوں کی گنجائش نہیں، کوئی نابالغ ایسے تنگ وقت میں بالغ ہوا۔

(۲) اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ لحیۃ جس کی جمع لحی آتی ہے بمعنی وہ بال جو جبڑے کی ہڈی میں اُگتے ہیں، اصل میں جبڑے کی ہڈی ہی کو لحیۃ کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں یہ بال اُگتے ہیں اس لئے ان کو بھی لحیہ کہا جاتا ہے۔ (السقایۃ)

(۳) جاڑے کے موسم میں اکثر اس کی شکایت ہو جاتی ہے۔

زخم پر رکھی ہو) سے صرف پانی کا گزار دینا کافی ہوگا۔

جب وضو میں سر کا مسح کرلیا، پھر سر منڈوالیا تو مسح کا اعادہ (لوٹانا) نہیں کریں گے۔ (اسی طرح) جب وضو سے فارغ ہو کر ناخن(۱) تراشا، یا مونچھ کٹوالی تو (اس جگہ کو) دوبارہ نہیں دھوئیں گے۔

﴿سُنَنُ الْوُضُوْءِ﴾ وضو کی سنتیں

مندرجہ ذیل (۱۸) امور وضو میں سنت ہیں تو اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ وضو کامل طریقہ سے ہوسکے۔

(۱) وضو شروع کرنے سے پہلے (وضو کی) نیت کرے۔

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، پڑھے۔

(۳) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھوئے۔

(۴) مسواک کرے، اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے (دانتوں کو ملے)(۲)

(۵) کلی کرے۔

اس طرح کرے کہ پانی حلق تک پہنچ جائے اگر روزہ دار نہ ہو۔ اس کو ہمارے عرف میں غرغرہ کہتے ہیں۔

(۶) ناک میں پانی ڈالے۔

(۷) اگر وہ روزے سے نہ ہو تو اچھی طرح غرارہ کرے اور ناک میں پانی ڈال کر اچھی طرح صفائی کرے۔

---

(۱) ناخن کاٹنے کا طریقہ! دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت (کلمۂ شہادت والی انگلی) سے شروع کریں اور چھنگلی تک...... پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے تک...... پھر آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹیں...... اور دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرکے انگوٹھے تک پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے چھنگلی تک ترتیب وار ناخن کاٹنا چاہیے (پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں)

(۲) جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بغیر مسواک پڑھی جائے ستر درجے افضل ہے (حدیث) ہر وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنت ہے۔

مسواک ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو...... (پیارے نبی کی پیاری سنتیں)

(۸) ہر عضو کو تین مرتبہ دھوئے۔

(۹) تمام سر کا ایک مرتبہ مسح کرے۔(۱)

(۱۰) دونوں کانوں کے ظاہر و باطن کا مسح کرے۔(۲)

(۱۱) داڑھی کے نیچے حصے کا خلال کرے۔(۳)

(۱۲) انگلیوں کا خلال کرے۔(۴)

(۱۳) اعضائے وضو کو رگڑ رگڑ کر دھوئے۔

(۱۴) ایک عضو کو دوسرے عضو کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے۔

(۱۵) اعضاء وضو کو دھونے میں ترتیب کا خیال رکھے۔

(۱۶) داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے دھوئے اس طرح دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں سے پہلے دھوئے(۵)

---

(۱) اس کا طریقہ یہ ہے کہ : دونوں ہاتھ مع انگلیوں کے (شہادت والی انگلی اور انگوٹھے کے علاوہ مراد ہے) اور ہتھیلیوں کو تر کر کے سر کے آگے کے حصے پر رکھ کر آگے سے پیچھے لے جائے، اور پھر پیچھے سے آگے لائے۔

(۲) کانوں کے مسح کے لئے از سر نو پانی لینا ضروری نہیں بلکہ پہلا پانی ہی کافی ہے اس طرح کہ چھوٹی والی انگلی کو کان کے سوراخ میں ڈال کر حرکت دے، اور شہادت کی انگلیوں سے کان کے اندرونی حصے کو اور انگوٹھے سے ان کی پشت پر مسح کرے۔ (علم الفقہ)

(۳) اس طرح کہ داہنے چلو میں پانی لے کر داڑھی کی جڑ کو تر کرے، اور ہاتھ کی پشت گردن کی طرف کر کے انگلیاں بالوں میں ڈال کر نیچے سے اوپر کی جانب لے جائے، تین مرتبہ ایسے ہی کرے، لیکن وہ شخص محرم نہ ہو کیونکہ محرم (یعنی جو احرام باندھے ہو) اس کے لئے بال کا توڑنا منع ہے۔

(۴) دونوں ہاتھ دھوتے وقت ہی انگلیوں کا خلال کرے۔

طریقہ اس کا یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کریں، انگوٹھی، عورت چوڑی پہن رکھی ہو تو ہلا لیں، تاکہ کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ (علم الفقہ)

(۵) پاؤں کی انگلیوں کے خلال کرنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے دائیں پاؤں کی چھوٹی والی انگلی سے شروع کرے اور خلال بائیں ہاتھ کی چھوٹی والی انگلی سے کرے۔

اور بائیں پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرے اور چھوٹی والی پر لیجا کر ختم کرے، اکثر اس میں بھی غلطی ہوتی ہے اس کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور اپنی عقل کو شریعت کے معاملے میں دخل نہ دیا جائے۔

(۱۷) سر کے اگلے حصہ سے سر کا مسح شروع کرے۔

(۱۸) حلق کو چھوڑ کر گردن کا مسح کرے، اس لئے کہ حلق کا مسح بدعت ہے۔

وضو کے بعد کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھے، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ﴾

﴿آدابُ الوُضُوْءِ﴾ وضو کرنے کے آداب

مندرجہ ذیل (۱۳) امور وضو میں مستحب ہیں۔

(۱) وضو کرنے کیلئے اونچی جگہ پر بیٹھے تاکہ استعمال کیا ہوا پانی کا چھینٹا (بدن پر) نہ پڑے۔

(۲) قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔

(۳) کسی سے مدد نہ لے۔(۱)

(۴) وضو کرتے وقت لوگوں سے بات نہ کرے۔

(۵) وضو کے وقت دعاء ماثورہ پڑھے۔ (یعنی وہ دعائیں جو رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہیں۔

(۶) دل اور زبان دونوں سے نیت کرے۔

(۷) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھے۔

(۸) دونوں کانوں کے مسح کے وقت اپنی چھوٹی بھیگی ہوئی انگلی کو دونوں کان کے سوراخ میں داخل کرے۔

(۹) کشادہ انگوٹھی کو حرکت دے۔

(۱۰) رہی بات تنگ انگوٹھی کی تو وضو کو درست کرنے کے لئے اس کا ہلانا ضروری ہے۔ کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے داہنے ہاتھ سے پانی لے۔

(۱۱) ناک کی گندگی کو دور کرنے کے لئے بایاں ہاتھ کا استعمال کرے۔

---

(۱) یعنی دوسرے شخص سے اعضائے وضو کو نہ دھلوانا۔ بلکہ خود ہی دھونا، اگر کوئی دوسرا شخص پانی دیتا جائے اور اعضاء کو خود ہی دھوئے تو مضائقہ نہیں۔

(۱۲) دخول وقت سے پہلے وضو کرنا غیر معذور کے لئے مستحب ہے اور معذور کے لئے ہر نماز کے وقت وضو ضروری ہے۔

(۱۳) جب وضو سے فارغ ہو جائے تو قبلہ کی طرف رخ کر کے یہ دعاء پڑھے۔

﴿أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ اے اللہ آپ مجھے خوب توبہ کرنے والوں اور خوب پاک و صاف رہنے والوں میں سے بنا دیجئے۔ (۱)

﴿مَكْرُوْهَاتُ الْوُضُوْءِ﴾ مکروہاتِ وضو

مندرجہ ذیل (۶) چھ باتیں وضو میں مکروہ ہیں۔

۱- وضو میں زیادہ پانی استعمال کرنا۔

۲- پانی کے استعمال میں کمی کرنا۔

۳- چہرہ پر زور سے پانی مارنا۔

۴- وضو کرتے وقت لوگوں سے باتیں کرنا۔

۵- دوسرے سے مدد لینا، اگر عذر ہو تو دوسرے سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں۔

۶- سر کا تین مرتبہ مسح کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی استعمال کرنا۔

﴿أَقْسَامُ الْوُضُوْءِ﴾ وضو کی قسمیں

وضو کی تین قسمیں ہیں: (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب

مستحب کی تعریف: ایسا کام جس کو آپ ﷺ نے کیا ہو اور اس پر پابندی نہیں کی ہو۔

﴿مَتٰى يُفْتَرَضُ الْوُضُوْءُ؟﴾ وضو کب فرض ہوتا ہے؟

ان (۴) چار باتوں میں سے کسی ایک بات کو کرنے کے لئے محدث پر وضو فرض

---

(۱) وضو کا برتن مٹی کا ہونا، اعضائے وضو کا جہاں تک دھونا فرض ہے یا واجب ہے اس سے زائد دھونا، جاڑوں کے موسم میں پہلے ہاتھ پیروں کو تر ہاتھ سے ملنا تاکہ تمام [illegible] وقت پانی آسانی سے پہنچ جائے، وضو کا بچا پانی کھڑے ہو کر پینا، یہ بھی مستحب ہیں۔

ہوجاتا ہے۔

(۱) نماز ادا کرنے کے لئے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔

(۲) جنازہ کی نماز کے لئے۔

(۳) سجدہ تلاوت کے لئے۔

(۴) قرآن مجید چھونے کے لئے اسی طرح مُحدِث پر وضو فرض ہے، جب وہ دیوار، یا کاغذ، یا درھم پر لکھی ہوئی آیت کو چھونے کا ارادہ کرے۔

﴿ مَتیٰ یَجِبُ الْوُضُوْءُ؟ ﴾

وضو کب واجب ہوتا ہے؟

مُحدِث پر وضو صرف کعبہ شریف کے طواف کے لئے واجب ہوتا ہے۔

﴿ مَتیٰ یُسْتَحَبُّ الْوُضُوْءُ؟ ﴾ وضو کب مستحب ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۲۲) امور میں وضو مستحب ہے۔

(۱) باوضو یا پاکی کی حالت میں سونے کے لئے۔

(۲) نیند سے بیدار ہونے پر۔

(۳) ہر وقت باضو رہنے کے لئے۔

(۴) ثواب کی نیت سے وضو پر وضو کرنا۔

(۵) غیبت، چغلخوری، اور جھوٹ بولنے کے بعد۔ اسی طرح کسی گناہ کے سرزد ہوجانے کے بعد وضو کرنا مستحب ہے۔

(۶) بُرے شعر پڑھنے پر۔

(۷) نماز کے باہر زور سے ہنسنے پر۔

(۸) میت کو غسل دینے کے لئے۔

(۹) میت کو اٹھانے کے لئے۔

(۱۰) ہر نماز کے لئے۔

(۱۱) غسلِ جنابت سے پہلے۔

(۱۲) جنبی کے کھانے پینے اور سونے کے لئے۔

(۱۳) غصے کے وقت۔

(۱۴) زبانی قرآن مجید پڑھنے کے لئے۔

(۱۵) حدیث شریف پڑھنے اور روایت کرنے کیلئے۔

(۱۶) شرعی علوم(۱) حاصل کرنے کیلئے۔

(۱۷) اذان کے لئے۔

(۱۸) اقامت کے لئے۔

(۱۹) خطبہ دینے کے لئے۔

(۲۰) نبی اکرم ﷺ کی (قبر مبارک) کی زیارت کے لئے۔

(۲۱) عرفہ میں ٹھہرنے کیلئے۔

(۲۲) صفا ومروہ (پہاڑی) کے درمیان چکر لگانے کے لئے۔

---

(۱) قرآن واحادیث کا علم ہونا مراد ہے، آجکل قرآن وحدیث کی تعلیم پر جدید تعلیم کو ترجیح دیتے ہیں، کہ ہم اس زبان کو سیکھ کر دنیا میں دعوت پھیلائیں گے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دینی علوم حاصل کر پاتے ہیں جس سے کہ ایمان وعقیدہ مضبوط و پختہ ہو اور نہ ہی دنیوی علوم، اور مغرب کے سیلاب اور طوفان کو بجائے روکنے کے خود ہی بہہ جاتے ہیں۔

﴿متفرق مسائل﴾

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ دین آسان ہے

معذور کا وضو

(۱) کسی مرض کی وجہ سے اگر کوئی مسلم حکیم یا ماہر ڈاکٹر کسی عضو کے دھونے سے منع کرے تو اس کا دھونا وضو میں فرض نہیں ہے، بلکہ اس جگہ پر مسح کر لے اگر مضر نہ ہو ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

(۲) وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے اگر ان میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں یا درد وغیرہ ہو تو اگر ایسی حالت میں ان پر پانی کا پہنچانا تکلیف نہ دیتا ہو اور نقصان نہ کرتا ہو تو دھونا فرض ہے، ورنہ مسح کرے اور اگر مسح بھی نہ کر سکے تو ویسے ہی چھوڑ دے۔

(۳) ہاتھ میں زخم ہو یا پھٹ گئے ہوں جس کی وجہ سے وہ ہاتھوں کو اور ہاتھوں کے ذریعے دوسرے اعضاء کو دھو نہ سکتا ہو اور نہ کسی دوسری تدبیر سے بقیہ اعضا کو دھوئے یا دھلوا سکے تو ایسی صورت میں وضو فرض نہیں بلکہ تیمم کرے اگر کر سکے۔

(۴) ہاتھ، پیر، منہ پر اگر کسی وجہ سے دوا لگائی گئی ہو تو اسی دواء پر پانی بہانا فرض ہے، بشرطیکہ نقصان دہ نہ ہو اور پانی بہا چکنے کے بعد اگر وہ دواء خود بخود چھوٹ جائے یا چھڑا ڈالی جائے، تو اگر اچھے ہونے کی وجہ سے چھوٹی یا چھڑائی گئی ہے تو مسح باطل ہو جائے گا (یعنی ان اعضا کو دھونا پڑے گا)

(۵) کسی شخص کے ہاتھ مع کہنیوں کے یا پاؤں مع ٹخنوں کے کٹ گئے ہوں تو ایسی حالت میں ہاتھ پیر کا دھونا فرض نہیں ہے اور منہ اگر کسی طریقہ سے دھو سکتا ہے اور سر کا مسح کر سکتا ہو تو کرے ورنہ وہ بھی فرض نہیں ہے بلکہ منہ کو تیمم کے ارادہ سے دیوار وغیرہ پر ملے۔

(۶) اگر کسی کے ٹوٹے ہوئے ہاتھ پیر کی پٹی کھولنا مُضِر ہو (نقصان دہ ہو) تو ایسی حالت میں اگر پٹی پر مسح کرنا نہ نقصان کرے تو تمام پٹی پر مسح کرے خواہ وہ پٹی زخم کے

برابر ہو یا زخم سے زیادہ اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو ایسے ہی چھوڑ دے۔

(۷) پٹی کا کھولنا مُضر نہ ہو لیکن کھولنے کے بعد وہ خود نہ باندھ سکے اور نہ کوئی دوسرا شخص ہو جو باندھ سکے تو ایسی حالت میں مسح کرے اگر نقصان نہ ہو تو ورنہ مسح بھی معاف ہے۔

(۸) پٹی اگر اس طرح بندھی ہو کہ درمیان میں جسم کا وہ حصہ بھی آگیا ہو جو صحیح ہے تو اس پر مسح کرے بشرطیکہ پٹی کھولنا یا کھول کر اس جسم کا دھونا مضر ہو۔

(۹) اگر کسی شخص کو کوئی ایسا مرض ہو جس میں وضو کو توڑنے والی چیزیں برابر جاری رہتی ہوں اور اس شخص کو نماز کے وقت اتنی مہلت نہیں ملتی ہو کہ وہ اس مرض سے خالی ہو کر نماز پڑھ سکے تو ایسے شخص کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کرنا چاہئے، اس لئے کہ اس کا وضو نماز کا وقت نکل جانے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ نماز کا وقت آنے سے نہیں ٹوٹتا، اگر کسی ایسے شخص نے آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا اور سوائے اس مرض کے اور کوئی وضو کو توڑنے والی چیز نہیں پائی گئی تو ظہر کا وقت آنے سے اس کا وضو نہیں جائے گا، ہاں ظہر کا وقت جانے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور عصر کے واسطے اسے دوسرا وضو کرنا پڑے گا، مثلاً کسی کو ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہو کسی کو ریح خارج ہونے کا مرض ہو کسی کے زخم سے ہر وقت خون یا پیپ نکلتا ہو کسی کو نکسیر پھوٹنے کا مرض ہو یعنی اس کی ناک سے ہر وقت خون آتا رہتا ہو، وغیرہ۔ (علم الفقہ)

﴿نَوَاقِضُ الوُضُوءِ﴾ وضو کو توڑ دینے والی چیزیں

مندرجہ ذیل (۸) باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۱) جب دونوں مخرج (پاخانہ، پیشاب کے نکلنے کی جگہ) سے پیشاب، پاخانہ، یا ریح میں سے کوئی چیز نکل جائے۔

(۲) جب تک خون یا پیپ بدن سے نکل کر اس جگہ تک نہ بہہ جائے کہ جس کا پاک کرنا ضروری ہے(۱) یعنی خون اور پیپ کا اپنی جگہ سے بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

---

(۱) زخم سے خون یا پیپ نکلے یا نکالا جائے اور زخم ایسی جگہ ہو جس کا دھونا مضر (نقصان) ==

(۴) جب منھ سے خون نکل جائے اور تھوک پر (خون) غالب ہو جائے یا تھوک کے برابر ہو جائے(۱)۔

== نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ جونک یا کھٹمل یا اور کوئی جانور اگر اس قدر خون پئے کہ وہ اگر جسم پر چھوڑا جائے تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (علم الفقہ)

اگر زخم سے ذرا ذرا سا خون یا پیپ کئی بار نکلے اور ہر بار کپڑے سے صاف کر دیا جائے یا مٹی وغیرہ ڈال کر خشک کر دیا جائے تو ہر بار جو نکلا ہے وہ اگر اس قدر ہو کہ اگر نہ پوچھا جاتا تو اپنی جگہ سے بہہ کر دوسری جگہ چلا جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

زخم پر پٹی باندھ دی گئی ہو اور خون یا پیپ پٹی کے اوپر سے ظاہر ہو تو اگر اس قدر ہو کہ پٹی نہ بندھی ہوتی تو اپنی جگہ سے بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

[۱] یا کئی دفعہ نکلے اور سب کو اکٹھا کر کے اندازہ لگایا جائے برابر ہونے کا یا غالب ہونے کا۔

نماز میں اگر کوئی شخص سو جائے اور سونے کی حالت میں قہقہہ لگائے تو وضو نہ جائے گا۔

مرد یا عورت اپنے خاص حصے میں تیل یا کوئی دوا یا پانی پچکاری سے ڈالیں اور وہ باہر نکل آئے تو اس سے وضو نہ ٹوٹے گا۔ کیونکہ خاص حصے میں نجاست نہیں ہوتی۔

عورت کی پستان سے دودھ نکلنے سے وضو نہیں جاتا خواہ وہ دودھ خود ٹپکے، یا نچوڑا جائے، یا بچہ چوسے۔

اگر کوئی شخص کسی چیز کو دانت سے کاٹے یا پکڑے اور اس پر خون کا اثر پایا جائے تو کپڑا یا ہاتھ دانتوں پر رکھ کر دیکھا جائے گا، اگر اس پر خون نہ نکلے تو وضو نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر نکل جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

بالغ مرد یا عورت کا ستر (مرد کا ستر ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں تک ہے اس حصہ کا کھولنا مرد کے لئے حرام ہے) (اور عورت کا ستر تمام بدن ہے سوائے چہرہ اور دونوں ہتھیلی اور دونوں پاؤں ٹخنوں سے نیچے) اس کے لئے اس کے علاوہ کھولنا حرام ہے) ستر کھل جانے سے یا اپنا ستر خود دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

منی اپنے مقام سے نکلی مگر اس نے اپنے خاص حصہ کو اس زور سے دبا لیا کہ منی باہر بالکل نہ نکلی تو وضو نہ جائے گا۔

اعضائے وضو پر اگر زخم ہو اور وضو کے بعد کھال جدا کر دی جائے تو اس سے نہ وضو جائے گا نہ اس مقام کو دوبارہ دھونا پڑے گا خواہ جلد ہٹانے میں کچھ نکلا ہو یا نہ ہو۔

پاک چیز جسم سے نکلنے سے وضو نہیں جاتا جیسے کہ آنکھوں سے آنسو یا جسم سے پسینہ۔

کوئی گناہ کرنے سے یا کافر ہو جانے سے (نعوذ باللہ منہ) وضو نہیں جاتا۔

اونٹ کا گوشت یا اور کوئی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں جاتا۔ (باوضو شخص اگر کھالے تو وضو نہیں جاتا) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) جب کھانا، پانی، یا خون کا لوتھڑا، یا پت، منہ بھر کر قے کرے۔

(۵) جب سو جائے اور اس کی سُرین (چوتڑ) زمین سے نہ لگی ہو اور اسی طرح جب سونے والے کی سُرین اس کے بیدار ہونے سے پہلے اُوپر اُٹھ گئی ہو۔

(۶) جب بیہوشی طاری ہو جائے۔

(۷) جب پاگل ہو جائے۔

(۸) جب مست (نشے میں) ہو جائے۔

(۹) جب بالغ شخص رکوع وسجود والی نماز میں زور سے ہنسے۔

بچے کے ہنسنے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اسی طرح سونے والے کے قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح سجدہ تلاوت، یا جنازہ کی نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

قہقہہ وہ ہنسی جس میں کم سے کم اس قدر آواز ہو کہ پاس کا آدمی سن سکے۔

﴿اَلْاَشْیَاءُ الَّتِی لَا یَنْتَقِضُ بِهَا الْوُضُوْءُ﴾

وہ چیزیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

مندرجہ ذیل (۱۰) امور نواقضِ وضو کے مشابہ ہیں لیکن اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۱) خون نکل جائے لیکن وہ اپنی جگہ سے تجاوز (بڑھے) نہ کرے۔

(۲) جب بدن سے گوشت گر جائے لیکن اس میں سے خون نہ بہے۔ جیسے کہ (عرق مدنی) جس کو اردو زبان میں "نارو" کہتے ہیں۔

(۳) زخم یا کان سے کیڑا نکل آئے۔

(۴) جب قے کرے لیکن وہ منہ بھر نہ ہو۔

(۵) جب بلغم قے کرے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

(۶) جب نمازی اپنی نماز میں سو جائے، خواہ قیام، قعود، کی حالت میں یا رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہو اور وہ سنت کے مطابق ہو۔ (اعمال نماز میں)

(۷) وضو کرنے والا سو جائے لیکن اس کی سُرین زمین پر ٹکی ہوئی ہو۔

(۸) جب اپنی شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے چھوئے، یا کسی دوسرے کا خاص یا مشترک حصہ چھوئے، مرد ہو یا عورت۔

(۹) جب کسی عورت کو چھوئے۔

(۱۰) جب سونے والا جھومنے لگے۔

وضو کے متفرق مسائل

ہاتھ اگر ناپاک ہوں اور پانی میں ہاتھ ڈالے بغیر وضو ممکن نہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص نہ ہو جو ہاتھ دھلا دے یا پانی نکال دے اور نہ کوئی ایسا کپڑا ہو جس کو پانی میں ڈال کر ہاتھ دھوئے تو اس صورت میں وضو نہ کرنا چاہئے۔

وضو کرنے کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو لیکن وہ عضو متعین نہ ہو تو ایسی صورت میں شک دفع کرنے کے لئے بائیں پیر کو دھوئے۔

اسی طرح اگر وضو کے درمیان میں کسی عضو کی نسبت یہ شبہ ہو تو ایسی حالت میں اخیر عضو دھو ڈالے مثلاً کہنیوں تک ہاتھ دھونے کے بعد یہ شبہ ہو تو منہ دھو ڈالے اور اگر پیر دھوتے وقت یہ شبہ ہو تو ہاتھ دھو ڈالے، مگر یہ اس وقت ہے کہ کبھی کبھی یہ شبہ ہوتا ہو اگر ہمیشہ شبہ رہتا ہو تو تیقّن (یقین) پر عمل کرے شبہ پر اعتبار نہ کرے۔ ناپاک جگہ وضو کرنا درست نہیں۔

مسجد میں وضو کرنا درست نہیں، ہاں اگر اس طرح وضو کرے کہ وضو کا پانی مسجد میں نہ گرنے پائے تو خیر۔ وضو کے بعد وضو کے اعضا کا کسی کپڑے وغیرہ سے پوچھ ڈالنا جائز ہے، مگر پوچھنے میں مبالغہ اچھا نہیں۔ (خوب رگڑ رگڑ کر پوچھنا) جس کپڑے سے وضو کا پانی پوچھا جائے اس کو صاف پاک ہونا چاہئے۔

اگر کوئی کافر حالتِ کفر میں وضو کرے اور اس کے بعد کوئی وضو کو توڑ دینے والی چیز نہ پائی جائے تو اسلام لانے کے بعد وہ اسی وضو سے نماز وغیرہ پڑھ سکتا ہے۔

اگر کسی کے سر میں اس قدر درد یا زخم ہو کہ سر کا مسح نہ کر سکے تو اس کو سر کا مسح معاف

ہے۔ (علم الفقہ)

﴿فَرَائِضُ الْغُسْلِ﴾ غسل کے فرائض(۱)

غسل میں (۳) فرض ہے۔

(۱) کلی کرنا۔(۲)

(۲) ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا۔(۳)

(۳) تمام بدن پر اس طرح پانی ڈالنا کہ بدن کا کوئی بھی حصہ سوکھا نہ رہنے پائے۔(۴)

﴿سُنَنُ الْغُسْلِ﴾ غسل کی سنتیں

مندرجہ ذیل (۹) باتیں غسل میں سنت ہیں، غسل کرنے والے کو چاہیے کہ ان باتوں کی رعایت کرے تاکہ غسل کامل طریقہ پر ہو جائے۔

(۱) غسل کرنے سے پہلے ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ پڑھے۔

(۲) پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے۔

(۳) سب سے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھوئے جسطرح وضو میں دھویا جاتا ہے۔

(۴) غسل کرنے سے پہلے نجاست کو دھوئے جب کہ بدن، یا کپڑے پر نجاست لگی ہو۔

(۵) غسل کرنے سے پہلے وضو کرے، لیکن دونوں پاؤں کو بعد میں دھوئے جب ایسی

---

(۱) فقہا کی اصطلاح میں غسل سر سے پیر تک جسم کی تمام اس سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کا دھونا بغیر کسی قسم کی تکلیف کے ممکن ہو۔

(۲) غرغرہ کرنا جب کہ روزہ سے نہ ہو اور صرف کلی ہی کرنا جب کہ روزہ دار ہو۔

(۳) جبکہ روزہ سے نہ ہو اگر روزہ سے ہو تو ناک کی نرم ہڈی تک چھوٹی والی انگلی کو تر کر کے وہاں تک پہنچانا۔

(۴) خاص طور پر ناک کے اندر کا حصہ اور ناف کے اندر کا حصہ، دونوں بغل اور سرین کے مقام کو اچھی طرح دھونا کہ اس جگہ تک پانی اکثر جلدی سے نہیں پہنچتا ہے اور سوکھا رہ جاتا ہے۔ جس سے کہ غسل کے فرائض ادا نہیں ہوتے اور آدمی ناپاک کا ناپاک ہی رہ جاتا ہے۔
ناف کا دھونا۔ داڑھی مونچھ کے نیچے کی سطح کا دھونا۔ سر کے بالوں کا بھگونا۔ تنگ انگوٹھی اور بالیاں جسکو بغیر حرکت دیئے جسم تک پانی نہیں پہنچتا ہو اسکو حرکت دینا۔ اگر بالیاں نہ ہوں اور سوراخ بند نہ ہوں تو اسکے اندر لکڑی وغیرہ ڈالکر ان میں پانی پہنچانا اور جسکا ختنہ نہ ہوا ہو اسکو اس جلد کا دھونا جو ختنہ کی کھال کے نیچے چھپی ہے اگر اس کھال کو اوپر چڑھانے میں تکلیف نہ ہو۔ (ان ساری صورتوں میں اسکا دھونا فرض ہے) (علم الفقہ)

نشیبی جگہ کھڑا ہو جہاں غسل کا پانی جمع ہوتا ہے۔

(۶) تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے۔

(۷) سب سے پہلے پانی سر پر ڈالے، پھر اپنے داہنے کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر۔ (اتنا پانی ڈالے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے)۔

(۸) اپنے بدن کو رگڑے۔

بدن کو لگاتار دھوئے اس طرح کہ پہلا عضو نہ سوکھے کہ دوسرے عضو کے دھولے

جب ایسے پانی میں جو کہ جاری ہو داخل ہو اور اس میں ٹھہر کر اپنے بدن کو رگڑے تو اس کا سنت کے طریقہ پر غسل ہو جائے گا، یہی حکم اس پانی میں داخل ہونے کا ہے جو کہ جاری پانی کے حکم میں ہے، جیسے کہ بڑا حوض۔

﴿أَقْسَامُ الْغُسْلِ﴾ غسل کی قسمیں

غسل کی (۳) قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) سنت (۳) مستحب

﴿مَتٰی یُفْتَرَضُ الْغُسْلُ؟﴾

غسل کب فرض ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۴) باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

(۱) غسل انسان پر اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب کہ وہ ناپاک ہو۔

(۲) عورت پر غسل اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ حیض(۱) سے پاک ہوتی ہے۔

(۳) اسی طرح عورت پر غسل فرض ہو جاتا ہے جبکہ وہ نفاس(۲) سے پاک ہوتی ہے۔

---

(۱) حیض: یعنی کسی عورت کے خاص حصہ سے حیض کے خون کا باہر آنا، کم سے کم مدت حیض کی تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات ہے۔
حیض کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے حیض سمجھا جائے گا۔

(۲) نفاس: یعنی عورت کے مخصوص حصہ سے نکلنے والا وہ خون جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کو چالیس دن تک نکلتا ہے۔
نفاس کا حکم اس وقت کے خون سے لگایا جائے گا جبکہ نصف سے زیادہ حصہ بچے کا باہر آنے کے بعد نکلے۔ اس سے پہلے جو خون نکلے وہ نفاس نہیں۔

==

(۴) مردوں کو نہلانا فرض ہو جاتا ہے زندوں پر مگر یہ فرض کفایہ ہے، یعنی چند آدمی بھی مل کر نہلا دیں تو فرض سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

﴿ مَتٰی یُسَنُّ الْغُسُلُ ؟ ﴾

غسل سنت کب ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۴) عملوں کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔

== مدت : نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ورات ہے اور کم مدت کی کوئی حد نہیں، ممکن ہے کہ کسی عورت کو بالکل نفاس نہ آئے۔

نفاس کی مدت میں سوا خالص سپیدی کے اور جس رنگ کا خون آئے وہ نفاس سمجھا جائے گا۔

جس عورت کی عادت مقرر ہو اس کو اگر عادت سے زیادہ خون آئے مگر چالیس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ سب نفاس سمجھا جائے گا۔

"استحاضہ"

حیض ونفاس کے مسائل سے فارغ ہونے کے بعد مناسب ہے کہ کچھ استحاضہ کے مسائل لکھ دیئے جائیں۔ نو برس سے کم عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔ خواہ تین دن ورات آئے یا اس سے کم۔

پچپن سال یا اس سے زیادہ عمر والی عورت کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بشرطیکہ خالص سرخ یا سرخی مائل سیاہی نہ ہو۔

حاملہ عورت کو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

تین دن ورات سے کم جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

دس دن ورات سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے حیض نہیں۔

عادت والی عورت کو اس کی عادت سے زیادہ جو خون آئے وہ استحاضہ ہے بشرطیکہ وہ دس دن ورات سے بڑھ جائے۔

چالیس دن نفاس ہو کر بند ہو جائے اور پندرہ دن سے کم بند رہے اور پھر خون آئے تو یہ دوسرا خون استحاضہ ہے حیض نہیں، اسلئے کہ کم سے کم نفاس بند ہونے کے بعد پندرہ دن تک حیض نہیں ہوتا۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ خون آئے تو اگر اس کی عادت مقرر نہ ہو تو چالیس دن سے جس قدر زیادہ ہے وہ استحاضہ کا خون ہے نفاس نہیں اور اگر عادت مقرر ہو تو جس قدر عادت سے زیادہ دن ہو وہ استحاضہ ہے۔ (یہ سارے مسائل علم الفقہ سے ماخوذ ہیں)

نوٹ: یاد رہے کہ عورتوں کو حیض ونفاس کی حالت میں نماز وروزہ معاف ہے۔ مگر روزہ کا قضا کرے گی نماز کا نہیں۔

(۱) جمعہ کی نماز کے لئے۔
(۲) عیدین کی نماز کے لئے۔(۱)
(۳) احرام باندھنے کیلئے۔(۲)
(۴) زوالِ شمس کے بعد عرفہ میں حاجیوں کیلئے۔(۳)

﴿ متی یُستَحبُّ الغُسلُ؟ ﴾

غسل مستحب کب ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۱۸) صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے۔

(۱) پندرہ شعبان کی رات کو۔
(۲) لیلۃ القدر کی رات کو۔
(۳) سورج اور چاند گرہن کی نماز کے لئے۔
(۴) نمازِ استسقاء کے لئے۔
(۵) گھبراہٹ کے وقت۔
(۶) تاریکی کے وقت۔
(۷) سخت آندھی کے وقت۔
(۸) نیا کپڑا پہنتے وقت۔
(۹) گناہ سے توبہ کرتے وقت۔
(۱۰) سفر سے لوٹتے وقت۔
(۱۱) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے وقت۔

---

(۱) اسی طرح عیدین (جس کو عرف میں عید، اور بقر عید کہتے ہیں) کے دن فجر کی نماز کے بعد ان لوگوں پر غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔

(۲) خواہ حج کا احرام ہو یا عمرہ کا۔

(۳) حج کرنے والے کو عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔
عرفات ایک پہاڑ کا نام ہے جس میدان میں وہ پہاڑ واقع ہے اس کو وادی عرفات کہتے ہیں۔ بطنِ عرنہ: میدان عرفات میں ایک خاص مقام کا نام ہے۔

(۱۲) مکہ معظمہ میں داخل ہونے کے وقت۔

(۱۳) قربانی کے دن صبح میں مزدلفہ(۱) میں ٹھہرنے کے وقت۔

(۱۴) طوافِ زیارت کے وقت۔

(۱۵) میت کو نہلانے والے کیلئے۔

(۱۶) حجامت کے بعد۔

(۱۷) بیہوشی سے ہوش میں آنے کے بعد، اسی طرح غسل مستحب ہے اس شخص پر جو نشہ سے ہوش میں آجائے یعنی اس کا نشہ زائل (ختم) ہو جائے(۲)۔

(۱۸) اسلام لانے کے لئے اسلام لانے والے پر غسل کرنا مستحب ہے اگر چہ وہ حدثِ اکبر سے پاک بھی ہو۔

جہاں تک ناپاک آدمی کے اسلام لانے کی بات ہے تو اس پر پہلے ہی غسل فرض ہے۔

---

(۱) مزدلفہ: ایک مقام کا نام ہے منٰی اور عرفات کے درمیان میں وہاں حاجی لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے اس کو "جمع" بھی کہتے ہیں۔

(۲) اسی طرح کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی جوانی کی علامت اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔ (۲) طوافِ زیارت کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ طوافِ زیارت وہ طواف ہے جو ذی الحجہ کی دسویں یا تیرھویں تاریخ کو کیا جاتا ہے۔ (۳) خوف اور مصیبت کی نماز کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ (۴) سفر سے لوٹنے والے کے لئے اس وقت جب کہ وہ اپنے وطن پہنچ جائے۔ (۵) استحاضہ والی عورت کو غسل کرنا مستحب ہے، جب اس کا استحاضہ دفع ہو جائے۔ (۶) جو شخص قتل کیا جاتا ہو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔ (علم الفقہ)

﴿مَشْرُوْعِيَّةُ التَّيَمُّمِ﴾ تیمم کی فرضیت(۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ﴿إِنْ كُنْتُمْ مَرْضىٰ اَوْ عَلىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوْراً﴾ (سورۃ النساء ۴۳)

ترجمہ : اگر تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے آئے، یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح (تیمم) کرو بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اور مغفرت کرنے والا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! ﴿فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ: جُعِلَتْ صُفُوْفُنَا كَصُفُوْفِ الْمَلٰئِكَةِ، وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِداً، وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُوْراً إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ﴾ عن ابی حذیفۃ رواہ مسلم۔

ترجمہ : ہمیں لوگوں (پچھلے والے) پر تین چیزوں میں فضیلت دی گئی ہے! ہمار صفوں کو فرشتوں کی صفوں کا درجہ دیا گیا، اور ہمارے لئے پوری زمین کو مسجد بنا دیا، اور پانی نہ ملنے پر اس کی مٹی ہمارے لئے پاک قرار دی گئی۔

تیمم :

کی مشروعیت اس بنا پر ہوئی کہ انسان پانی نہ ملنے پر یا بیماری کے سبب پانی کے

---

(۱) تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور منجملہ ان جلیل القدر نعمتوں کے ہے جو اس امت محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہیں اگلی امتوں میں تیمم نہ تھا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب ان کو پانی نہ ملتا رہا ہوگا تو وہ لوگ کیا کرتے ہوں گے، اسی طرح نجاست کی حالت میں نماز وغیرہ پڑھتے ہوں گے یا نماز وغیرہ ان کو چھوڑنا پڑتی ہوگی۔

تیمم : سن پانچ ہجری میں مشروع ہوا! مختصر قصہ اس کا یہ کہ ایک لڑائی میں نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تشریف لے گئے تھے راستہ کے درمیان میں ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہار جو اپنی بہن حضرت اسماء سے مانگ رکھی تھیں کھو گیا، حضور اکرم ﷺ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے وہیں قیام کر دیا اور کچھ لوگوں کو اس کی تلاش پر مامور فرمایا،

جس جگہ آپ نے قیام فرمایا تھا وہاں کہیں پانی نہ تھا جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے بے وضو نماز پڑھ لی اور نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا اسی وقت تیمم کی آیت و إن كنتم مرضى ...... الى آخر الآیۃ) نازل ہوئی اور اس کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔ (علم الفقہ)

استعمال کرنے سے معذور ہو تو وہ وضو اور غسل کے بدلے تیمم کر لے تا کہ ان عبادتوں کے ادا کرنے سے محروم نہ رہے جو عبادت ان کے بغیر درست نہیں ہوتی۔

لغت میں تیمم :

ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

اور شریعت میں تیمم :

پاک مٹی سے حاصل ہونے والی اس طہارت کو کہتے ہیں جس میں نیت کیساتھ پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مارنے کے بعد چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کیا جاتا ہے۔

﴿ شُرُوطُ صِحَّةِ التَّيَمُّمِ ﴾

تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں

(۸) شرطوں کے پائے جانے کے بعد ہی تیمم درست ہوتا ہے۔

الشرط الاول : پہلی شرط

نیت کرے، بغیر نیت کے تیمم درست نہیں ہوتا۔

اس تیمم سے جس سے نماز درست ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل تین اموروں میں سے ایک کی نیت کرنا ضروری ہے۔

الف : حدث سے پاکی کی نیت کرے۔
اور نیت کرنے میں حدث کی تعیین ضروری نہیں۔

ب : نماز کے درست ہونے کی نیت کرے۔

ج : اس عبادۃِ مقصودہ (۱) کی نیت کرے جو بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی، جیسے کہ نماز، سجدہ تلاوت۔

اگر کسی نے مصحف (قرآن) شریف چھونے کی نیت سے تیمم کیا تو اس تیمم سے نماز

---

(۱) عبادت مقصودہ : وہ عبادت ہے جس کی مشروعیت صرف ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو دوسری عبادت کے ادا کرنے کے لئے اس کی مشروعیت نہ ہو۔ جیسے نماز، تلاوت، بخلاف وضو، اور قرآن مجید کے چھونے کے۔

نہ ہوگی، اس لئے کہ قرآن شریف کا چھونا یہ عین عبادت نہیں ہے، اصل عبادت تو قرآن کریم کی تلاوت ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے اذان دینے، یا اقامت کہنے کی نیت سے تیمم کیا تو اس (تیمم سے بھی نماز درست نہ ہوگی، اس لئے کہ اذان و اقامت یہ دونوں بذاتِ خود عبادتِ مقصودہ نہیں ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی نیت سے تیمم کرے اور اس کو حدثِ اصغر لاحق ہو تو اس تیمم سے بھی نماز درست نہ ہوگی، اگر چہ تلاوتِ قرآن مجید کا شمار عباداتِ مقصودہ میں ہوتا ہے لیکن وہ بغیر وضو کے بھی درست ہے، جیسے زبانی پڑھنا۔

الشرط الثاني : دوسری شرط

مذکورہ اعذار میں سے تیمم کے جائز ہونے کیلئے کسی ایک عذر کا پایا جانا ضروری ہے۔

﴿ أَمْثِلَةُ الْأَعْذَارِ الَّتِيْ تُبِيْحُ التَّيَمُّمُ ﴾

ان اعذار کی مثالیں جس سے تیمم جائز ہوتا ہے :

(۱) پانی کا ایک میل یا اس سے زائد فاصلہ (دوری) پر ہونا۔

(۲) اس کو اس بات پر ظنِ غالب ہو یا کوئی مسلم ماہر ڈاکٹر نے بتایا ہو کہ اگر پانی استعمال کرے گا تو اس کو مرض لاحق ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جائے گی، یا بیماری سے شفا ہونے میں تاخیر ہوگی۔

(۳) گمان غالب ہو کہ اگر ٹھنڈا پانی استعمال کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔

(۴) اپنی یا دوسرے کی ذات پر پیاس سے ڈر رہا ہو جب کہ پانی کم ہو۔

(۵) جب پانی نکالنے والی چیز نہ ملے جیسے کہ ڈول، اور رسی۔

(۶) اپنے اور پانی کے درمیان کوئی دشمن حائل ہو، خواہ وہ دشمن انسان کی شکل میں ہو، یا چیر پھاڑ کرنے والا جانور ہو۔

(۷) جب اسے یقین ہو جائے کہ اگر وضو میں مشغول ہوگا تو عیدین یا جنازہ کی نماز چھوٹ جائے گی، اس لئے کہ یہ ایسی نمازیں ہیں جس کی قضا نہیں ہوتی۔

جب اسے گمانِ غالب ہو کہ اگر وضو میں مشغول ہوگا تو نماز کا وقت چلا جائے گا، یا جمعہ کی نماز چھوٹ جائے گی، تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں بلکہ وہ وضو کرے گا اور فوت شدہ نماز (چھوٹی ہوئی نماز) کی قضا کرے گا اور جمعہ کے بدلے ظہر کی نماز ادا کرے گا۔

الشَّرطُ الثَّالِثُ : تیسری شرط

تیمم کسی ایسی پاک چیز سے کیا جائے جو زمین کی جنس سے ہو، جیسے، مٹی، پتھر، ریت، لہٰذا تیمم لکڑی، سونے، چاندی، سے جائز نہیں (۱)

الشّرط الرّابع : چوتھی شرط

کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر مسح کرے اور پورے چہرے کا مسح کرے۔

الشّرط الخامس : پانچویں شرط

پورے ہاتھ یا اس کے اکثر حصہ سے مسح کرے۔

اگر اس نے دو انگلیوں سے مسح کیا اور بار بار مسح کیا اس طرح کہ پورے اعضائے تیمم پر مسح کر لیا جب بھی تیمم درست نہیں ہوگا۔

الشّرط السّادس : چھٹی شرط

دو مرتبہ اپنی ہتھیلی کو زمین پر مارے۔ اگر دونوں مرتبہ ایک ہی جگہ پر ہتھیلی مارے جب بھی تیمم درست ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر اس کے جسم سے مٹی لگ جائے، اور تیمم کی نیت سے اس سے تیمم یعنی

---

(۱) جنسِ الارض اور غیر جنسِ الارض :
غیر جنسِ الارض (زمین کی جنس سے نہ ہو) مراد یہ ہے جس کو جلانے سے راکھ ہو جائے، یا پگھل جائے، یا زمین اسے کھا جائے، جیسے لکڑی، لوہا، سونا، گیہوں، دانا وغیرہ ان سے تیمم درست نہیں، ہاں اگر اس پر غبار جما ہو تو درست ہے، اور جنسِ الارض سے مراد وہ جسے زمین نہ کھائی ہو، نہ وہ جل کر راکھ ہوتا ہو، یا پگھل جاتا ہو، جیسے ریت، مٹی، پتھر، کیوں کہ ان پر غبار نہ بھی ہو تو تیمم اس سے جائز ہے، اسی طرح سرمہ، ملتانی مٹی، کچی اینٹ، پختہ اینٹ، چونہ، جھاواں، کنکریاں، عقیق مرجان، زبرجد سے بھی کہ یہ مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ موتی پر تیمم جائز نہیں کہ یہ پانی میں پیدا ہوتے ہیں۔ (النقایہ)

مسح کر لے تو تیمم درست ہو جائے گا۔

الشرط السابع : ساتویں شرط

کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو مسح اور کھال کے درمیان حائل ہو، جیسے کہ موم اور چربی جیسی چیز۔

تو مسح کرنے سے پہلے ان چیزوں کا ختم کرنا ضروری ہے، ورنہ تیمم درست نہ ہوگا۔

الشرط الثامن : آٹھویں شرط

کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو کہ صحتِ تیمم (تیمم کے صحیح ہونے) کے لئے مانع ہو، جیسے کہ حیض، نفاس، اور حدث۔

تو اگر عورت نے حالتِ حیض، یا نفاس میں تیمم کیا تو تیمم درست نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر حدث کے جاری رہنے کی حالت میں تیمم کرے تو تیمم درست نہ ہوگا۔

تیمم کے احکام

جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے، اور جن کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے، اور جن کے لئے وضو سنت، یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت یا مستحب ہے، اور یہی حال ہے غسل کے تیمم کا بقیاس غسل کے۔

اگر کسی کو حدثِ اکبر ہو اور اس کو مسجد میں جانے کی سخت ضرورت ہو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں (حدثِ اصغر و حدثِ اکبر) سے طہارت شرط نہیں جیسے، سلام یا سلام کا جواب وغیرہ، ان کے لئے وضو و غسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے۔

اور جن عبادتوں میں حدثِ اصغر سے طہارت شرط نہ ہو، جیسے کہ قرآن مجید کی تلاوت اذان وغیرہ، ان کے لئے وضو کا تیمم بغیر عذر کے ہوسکتا ہے۔

اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو، جیسے گدھے کا جھوٹا پانی تو ایسی حالت میں پہلے وضو یا غسل کرے اس کے بعد تیمم کرے۔

ایک جگہ سے، اور ایک ڈھیلے سے، اگر چند آدمی تیمم کریں تو درست ہے۔

کوئی شخص ریل میں ہو اور نماز کا وقت آجائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ لیکن جب طہارت پر قادر ہو جائے تو نمازیں لوٹا لے۔

اسی طرح کوئی جیل میں پاک پانی یا مٹی پر قادر نہ ہو تو بے وضو اور بے تیمم کے نماز پڑھ لے پھر جب وہ طہارت پر قادر ہو جائے تو جتنی نمازیں پڑھی ہیں سب کو لوٹا لے گا۔ (علم الفقہ)

﴿أَرْكَانُ التَّيَمُّمِ﴾ تیمم کے فرائض

تیمم میں (۲) فرض ہیں۔(۱)

(۱) تمام چہرہ کا مسح کرنا۔

(۲) کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کا مسح کرنا۔

﴿سُنَنُ التَّيَمُّمِ﴾ تیمم کی سنتیں

مندرجہ ذیل (٦) باتیں تیمم میں سنت ہیں۔

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے۔

---

(۱) تیمم کرتے وقت نیت کرنا فرض ہے۔
مٹی یا مٹی کے قسم سے کسی چیز پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا فرض ہے۔
اعضاء سے ایسی چیز کا دور کر دینا فرض ہے جس کے سبب سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے، جیسے کہ روغن، چربی وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو اپنی انگلیوں پر پینٹ لگاتی ہیں اور لالی لگاتی ہیں یعنی لپ اسٹک تو ایک وضو نہ ہوا اور دوسرا یہ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ میں سے ہے جو کہ کفر ہے۔ اور نماز بھی نہ ہوئی۔ لہٰذا عورتیں اس سے پرہیز کریں۔
سنگار اپنے شوہر کے لئے کریں نہ کہ دوسروں کے لئے اور اس طرح نہ کریں جس سے کہ نماز جیسی افضل عبادت چھوٹ رہی ہو۔

(۲) ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے سب سے پہلے چہرہ کا مسح کرے، پھر داہنے ہاتھ کا پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔

(۳) چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے مسح کے درمیان کوئی دوسرا کام نہ کرے۔

(۴) مٹی پر دونوں ہاتھوں کو آگے پیچھے لے جائے۔

(۵) مٹی سے (ہاتھ) اٹھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو جھاڑ لے۔

(۶) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت انگلیاں کھلی رکھے۔

﴿ كَيْفِيَّةُ التَّيَمُّمِ ﴾

تیمّم کا مسنون ومستحب طریقہ

جو شخص تیمم کرنا چاہے وہ اپنی آستین چڑھالے، اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر نماز (اور دوسری عبادتیں) کے درست ہونے کی نیت کے ساتھ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو پاک مٹی پر انگلیوں کو کشادہ کر کے آگے پیچھے کرے، اور پھر ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے، پھر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے منہ پر مسح کرے (اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی نہ باقی رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے) اسی طرح پھر دوبارہ دونوں ہتھیلیوں کو (مٹی پر رگڑے اور پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے) اور بائیں ہاتھ کی (تین) انگلیاں (سوا کلمہ شہادت والی اور انگوٹھے کہ داہنے ہاتھ کی انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے) اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے، پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے، اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔

تنبیہ: وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے اگر دونوں کی نیت کی جائے۔

اور اب فرض، نفل، نمازوں میں سے جو چاہے پڑھے۔

کتاب کی تعریف سے پوری بات واضح نہ ہونے کی وجہ سے میں نے واضح طور کر

اختیار کیا ہے۔

﴿ نَوَاقِضُ التَّیَمُّمِ ﴾

تیمم کو توڑ دینے والی چیزیں

(۱) ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) پانی کے استعمال پر قادر ہو اور وہ عذر جاتا رہے جس کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا، جیسے پانی کا نہ ہونا، یا دشمن کا خوف، یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو اور ان جیسی دوسری چیزیں۔(۱)

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِالتَّیَمُّمِ ﴾ تیمم کے متعلقات

جو شخص جنازہ کی نماز کے لئے، یا سجدہ تلاوت کے لئے تیمم کرے اس کے لئے اس تیمم سے جو نماز بھی پڑھنا چاہے جائز ہے۔

جو شخص مسجد میں داخل ہونے کے لئے تیمم کرے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اس (تیمم) سے (کوئی بھی) نماز پڑھے۔

اسی طرح جو شخص قبر کی زیارت کے لئے، یا مردہ کو دفن کرنے کے لئے تیمم کرے تو اس (تیمم) سے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

جس کو (نماز کا) وقت کے نکلنے سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو اس کے لئے تیمم میں تاخیر (لیٹ) کرنا مستحب ہے۔

اگر کسی (کے پاس پانی ہو اور اس) نے پانی دینے کا وعدہ کیا ہو تو تیمم کو مؤخر کرنا

---

(۱) جس عذر کے سبب سے تیمم جائز کیا گیا تھا اس کے زائل ہو جانے سے تیمم جاتا رہتا ہے، اگر چہ اس کے بعد ہی فوراً دوسرا عذر پیدا ہو جائے۔

اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا ہو، اور راستے میں چلتی ہوئی ریل میں اسے پانی کے چشمے، یا تالاب دکھلائی دیں، تو اس کا تیمم نہ جائے گا، کیونکہ ریل نہ ٹھہر سکتی ہے اور نہ وہ اتر سکتا ہے۔

نوٹ: لیکن آج کل اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی کی بڑی فراوانی کردی ہے اب تو شاید کوئی ایسا اسٹیشن ہوگا جہاں پانی نہ ملتا ہو، اور اب تو ٹرین میں بھی پانی کا انتظام ہوتا ہے۔(الحمد للہ علی ھذہ النعمۃ)

واجب ہے۔

جس کے پاس پانی کم ہو اور اس کو آٹا گوندھنے کی (یا اور کوئی) ضرورت ہو، تو وہ اس پانی سے آٹا گوندھے گا اور نماز ادا کرنے کے لئے تیمم کرے گا۔

جب پانی کم ہو اور شوربے کی ضرورت ہو تو وہ پانی سے وضو کرے گا اور شوربہ نہ پکائے گا۔

اپنے ساتھی سے اس وقت پانی مانگنا ضروری ہے جب کہ وہ ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ پانی دینے میں بخل سے کام نہ لیتے ہوں۔

ہاں اگر وہ ایسی جگہ میں ہو جہاں لوگ پانی دینے میں بخل کرتے ہوں تو اس وقت دوسروں سے پانی طلب کرنا ضروری نہیں۔

اگر وہ شخص معذور کے حکم میں نہ ہو تو وقت سے پہلے تیمم کرنا درست ہے۔

جسکا دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ گیا ہو وہ بغیر پاکی کے نماز ادا کرسکتا ہے۔ جبکہ چہرے میں بھی زخم ہو ورنہ چہرے کا مسح کرے اگر اکثر اعضائے تیمم یا نصف اعضائے تیمم زخمی ہو تو تیمم کرلے گا۔

اور اکثر صحیح ہو تو وضو کرے گا اور زخم پر مسح کرے گا۔

﴿اَلْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ﴾ موزوں پر مسح کرنا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ﴿یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ﴾ (سورہ البقرہ ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے حق میں آسانی کرنا چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا۔(۱)

---

(۱) وضو کے وقت پیروں سے موزوں کا اتار کر پیروں کا دھونا پھر موزوں کا پہننا مشقت سے خالی نہ تھا خصوصاً عجلت (جلد بازی) کے وقت اور اس ملک کے لوگوں کو جہاں موزے پہننے کا عموماً دستور ہے، جیسے عرب، ترکستان اور اکثر ممالک (جو کہ عرب ممالک کے علاوہ ہیں) اس لئے منعم حقیقی (اللہ تبارک وتعالیٰ) نے محض اپنے لطف وکرم سے اس مشقت کو معاف فرمادیا اور بجائے ==

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿اَلْمَسْحُ عَلَی الْخُفَّیْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَیَّامٍ و لَیَالِیْهَا و لِلْمُقِیْمِ یَوْمٌ و لَیْلَةٌ﴾ (رواہ الترمذی)

ترجمہ : مسافر کے لئے موزوں پر تین دن تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات تک مسح جائز ہے۔

لوگوں کی آسانی کے لئے شریعت نے موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔ وضو میں دونوں پاؤں دھونے کے عوض (بدلے) میں۔

﴿ شُرُوطُ جَوَازِ الْمَسْحِ ﴾

مسح کے جائز ہونے کی شرطیں

مندرجہ ذیل (٦) شرائط کے پائے جانے پر موزوں پر مسح کرنا درست ہوتا ہے۔

(١) دونوں موزوں کو پاکی کی حالت میں پہنا ہو۔

اگر کسی نے پہلے دونوں پاؤں دھونے کے بعد موزے پہن لیا تو اس موزوں پر مسح کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ وضو مکمل ہو گیا ہو حدث لاحق ہونے سے پہلے پہلے۔

(٢) دونوں موزوں ٹخنوں کو چھپائے ہوئے ہوں۔

(٣) دونوں موزوں میں سے ہر موزہ پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے بقدر پھٹے ہوئے نہ ہوں۔

(٤) بغیر (کسی چیز سے) باندھے ہوئے دونوں موزے پیر سے ٹکے رہیں۔

(٥) دونوں موزے پانی کو قدم تک پہنچنے سے روک دیتے ہوں۔

(٦) ان دونوں موزوں کو پہننے کی حالت میں پے در پے چلنا ممکن ہو۔

== اس کے صرف ایک ایک مرتبہ دونوں موزوں کے مسح کو قائم فرمایا، اور اپنی حکمتِ بالغہ سے اس کے لئے چند شروط مقرر فرمائے جو یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

مسح موزوں کا اسی امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے اگلی امتیں اس انعام میں شریک نہیں۔ (علم الفقہ)

﴿فَرْضُ الْمَسْحِ وَ سُنَّتِهٖ﴾ مسح کا فرض اور اس کی سنت

مسح میں فرض کی مقدار : ہاتھوں کی انگلیوں میں سے تین چھوٹی انگلیوں کے بقدر ہے۔

ہر پاؤں کے اگلے اوپر کے حصہ پر مسح کرے۔

اور مسح کی سنت یہ ہے کہ : ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو پیر کی انگلیوں کے کنارے سے پنڈلی تک کھینچ کر لائے۔ (۱)

﴿مسح کے سنن اور مستحبات﴾

مندرجہ ذیل (۸) باتیں مسح میں سنت اور مستحب ہیں۔

(۱) ہاتھ سے مسح کرنا، کسی اور چیز سے نہیں۔

(۲) مسح کرتے وقت ہاتھ کی انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

(۳) انگلیوں کو موزوں پر رکھ کر اس طرح کھینچنا کہ موزوں پر خطوط کھینچ جائیں۔

(۴) مسح پیر کی انگلیوں کی طرف سے شروع کرنا، پنڈلی کی طرف سے نہیں۔

(۵) مسح پنڈلی کی جڑ تک کرنا، اس سے کم نہیں۔

(۶) ایک ساتھ ہی دونوں موزوں کا مسح کرنا۔

(۷) داہنے ہاتھ سے داہنے موزے کا مسح کرنا، اور بائیں ہاتھ سے بائیں موزے کا۔

(۸) ہاتھ کی ہتھیلیوں کی جانب سے مسح کرنا، پشت (پیٹھ) کی جانب سے نہیں۔

﴿مُدَّةُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ﴾ موزوں پر مسح کی مدت

مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے۔

---

(۱) یعنی موزوں کا انگلیوں کے مقام سے تسمہ (جوتے کی ڈوری جو اوپر میں ہوتی ہے) باندھنے کی جگہ تک ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے تین انگلیوں کے برابر تر ہو جانا، خواہ ہاتھ سے تر کئے جائیں یا کسی اور چیز سے، یا خود بخود تر ہو جائیں، جیسے کوئی شخص گھاس میں چلے اور شبنم سے اس کے موزے تر ہو جائیں یا مینھ (بارش) کے ترشح (چھینٹ) سے اس کے موزوں کو اس قدر تری پہنچ جائے تو یہ مسح سمجھا جائے گا۔ تسمہ باندھنے کی جگہ وہ ہڈی ہے جو پیر کی پشت پر اٹھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

اور مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے۔

مسح کی مدت حدث کے لاحق ہونے کے بعد سے شروع ہوتی ہے، نہ کہ موزوں کو پہننے کے وقت سے۔

☐ اگر مقیم نے اپنی مدت مکمل کرنے سے پہلے ہی سفر کرلیا، تو اب وہ مسافر کی مدت پوری کرے گا۔

☐ اگر مسافر ایک دن ایک رات کے مسح کے بعد مقیم ہوگیا تو اس کے مسح کی مدت بھی ختم ہوجائے گی۔

☐ اگر مسافر ایک دن ایک رات سے کم مسح کرنے کے بعد مقیم ہوجائے، تو ایک دن ایک رات کی مدت (مقیم کی مدت) پوری کرے گا۔

﴿ نَوَاقِضُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ﴾

مسح کو توڑ دینے والی چیزیں

مندرجہ ذیل (۵) چیزیں مسح کو توڑ دیتی ہیں۔

(۱) جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ مسح کو بھی توڑ دیتی ہے۔

(۲) موزوں کو اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) جب پنڈلی تک پاؤں کا اکثر حصہ کھل جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے۔

(۴) مسح کی مدت کے ختم ہونے سے مسح باطل ہوجاتا ہے۔

(۵) جب پانی دونوں موزوں کے اندر داخل ہوکر دونوں قدموں میں سے کسی ایک کے اکثر حصے کو بھگا (ترکر) دے تو مسح ختم ہوجائیگا۔

☐ سر پر مسح کرنے کے بدلے برقع، ٹوپی، عمامہ، (کپڑے، دوپٹہ) پر مسح جائز نہیں۔

☐ اسی طرح دونوں ہاتھوں کو (گٹوں تک) دھونے کے بجائے دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔

﴿ اَلْمَسْحُ عَلَى الْعِصَابَةِ وَالْجَبِيْرَةِ ﴾

پٹی اور پلاسٹر پر مسح کا طریقہ

اللہ تبارو تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ سورۃ الحج ۸۷) ترجمہ: اس نے تمہیں برگزیدہ کیا، اور اس نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں کی۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ: حضرت واثلہ ابن اسقع رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمام بنی اسماعیل میں "کنانہ" کا انتخاب فرمایا، پھر 'کنانہ' میں سے قریش، کا پھر "قریش" میں سے 'بنی ہاشم' کا پھر 'بنی ہاشم' میں سے میرا انتخاب فرمایا۔ (رواہ مسلم۔ مظہری معارف القرآن) "امتِ محمدیہ" اللہ تعالیٰ کی منتخب امت ہے"

"وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ"

دین میں تنگی نہ ہونے کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان فرمایا! کہ اس دین (محمدی) میں کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جو توبہ سے معاف نہ ہو سکے، اور عذاب آخرت سے خلاصی کی کوئی صورت نہ نکلے، بخلاف پچھلی امتوں کے کہ ان میں بعض گناہ ایسے بھی تھے جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تنگی سے مراد وہ سخت وشدید احکام جو بنی اسرائیل پر عائد کیے گئے تھے جن کو قرآن میں "اصر" اور "أغلال" سے تعبیر کیا گیا ہے اس امت پر کوئی ایسا حکم فرض نہیں کیا گیا۔

اور بعض حضرات نے یہ فرمایا! کہ تنگی سے مراد ہے جس کو انسان برداشت نہ کر سکے اس دین کے احکام میں کوئی حکم ایسا نہیں جو فی نفسہ ناقابلِ برداشت ہو۔ (معارف القرآن)

جب کوئی عضو زخمی ہو جائے اور پٹی سے باندھ دیا جائے، اور پٹی والے شخص کو اس

عضو کے دھونے اور مسح کرنے کی قدرت نہیں ہے تو وہ بندھے ہوئے عضو کے اوپر کے حصہ کا مسح کرتا رہے گا زخم کے مندمل (ٹھیک اور ختم) ہونے تک اور اس کے لئے یہ شرط نہیں ہے پاکی کی حالت میں پٹی کا باندھنا ہے۔

اسی طرح جب کوئی عضو ٹوٹ جائے اور اس پر پلاسٹر چڑھادی جائے تو وہ پلاسٹر پر مسح کرتا رہے گا زخم کے مندمل (ٹھیک) ہونے تک، اور پاکی کی حالت میں پلاسٹر چڑھانا ضروری نہیں ہے۔

پلاسٹر (پٹی) بندھے ہوئے پاؤں میں سے کسی ایک کے پلاسٹر پر مسح کرنا اور دوسرے کا دھونا جائز ہے۔

زخم کے ٹھیک ہونے سے پہلے پلاسٹر کے گرنے سے مسح باطل نہیں ہوتا۔

بغیر مسح کے پلاسٹر کا تبدیل کرنا جائز ہے، لیکن پلاسٹر کے بندھنے کے بعد مسح کرنا بہتر طریقہ ہے۔ (یعنی اگر پلاسٹر پر مسح کر چکا ہے پھر اس پلاسٹر کو ہٹا کر دوسرا پلاسٹر چڑھا رہا ہے تو اب ضروری نہیں ہے کہ دوسرے والے پلاسٹر پر بھی مسح کرے بلکہ پہلا والا مسح کافی ہے لیکن اگر دوبارہ مسح کرے تو بہتر ہے۔)

جب کسی شخص کو آشوب (آنکھ دکھنا) لاحق ہو جائے، اور اس کو کوئی ماہر مسلمان ڈاکٹر آنکھوں کو دھونے سے منع کردیا ہو، تو اس کیلئے (آنکھوں کا) مسح کرنا جائز ہے۔

موزوں، پلاسٹر، پٹی اور سر پر بغیر نیت کے مسح درست ہوتا ہے۔

نوٹ : نیت تو صرف تیمم میں شرط ہے۔

﴿كِتَابُ الصَّلٰوةِ﴾

نماز کا بیان

نماز کے متعلق چند اہم اور ضروری باتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔

آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے اسلام کی علامت نماز ہے۔

نماز دین کا ستون ہے نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں۔

نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے، نماز مومن کا نور ہے، (اسی نور سے پل صراط پر ان کے اور منافقین کے درمیان تفریق ہوگی، یہ اس نور سے چلیں گے اور منافقین بغیر نور کے ہوں گے تاریکی میں بھٹکتے رہیں گے)۔

نماز افضل جہاد ہے، اللہ تعالیٰ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے۔ اللہ جل شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے۔

جنت کی کنجی بھی نماز ہے۔

جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے۔

جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہوجاتی ہے (خواہ اس کا بدلہ دیر میں کیوں نہ ظاہر ہو، یا آخرت میں ملے)۔

مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے اور جب وہ نماز میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہوجاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع (لالچ) کرنے لگتا ہے، نماز ہر متقی کی قربانی ہے۔

ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسے تہجد کی چار رکعتوں کا۔

حضرت شقیق بلخیؒ مشہور صوفی اور بزرگ ہیں فرماتے ہیں! کہ ہم نے پانچ چیزیں

تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔ (۲) قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ (۳) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا۔ (۴) پلصراط کی سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔ (۵) اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔

خشوع وخضوع

حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑا ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے اِلٰهِیْ عَبْدُکَ بِبَابِکَ یَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاکَ الْمُسِیْٓ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِیْٓ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِیْٓ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِیْحِ مَا عِنْدِیْ بِجَمِیْلِ مَا عِنْدَکَ یَا کَرِیْمُ. ترجمہ: یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے، اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بداعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بُروں سے درگذر کریں، تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما۔“ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

ابوبکر ضریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا تھا، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ایک ان میں نہایت بدصورت بھی ہے، میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے، وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔

ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ

کھلی، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی، اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالا خانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی، اپنی نیند سے اٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے، کہتے ہیں اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اُڑ جاتی ہے۔ (فضائل نماز)

”مقدمہ“

ہم اس میں چند اصطلاحی الفاظ کے معنی بیان کریں گے۔

(۱) **زوال** : آفتاب کا ڈھل جانا: جسے ہمارے عرف میں دوپہر کہا جاتا ہے۔

(۲) **سایۂ اصلی** : وہ سایہ جو زوال کے وقت باقی رہتا ہے، یہ سایہ ہر شہر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، کسی میں بڑا ہوتا ہے، کسی میں چھوٹا، کہیں بالکل نہیں ہوتا جیسے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں۔

(۳) **ایک مثل** : سایۂ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔

(۴) **دو مثل** : سایۂ اصلی کے سوا جب ہر چیز کا سایہ اس کے دوگنا ہو جائے۔

(۵) **اقامت** : جس کو ہمارے عرف میں تکبیر کہتے ہیں، حاضرین کو جماعت قائم ہونے کی اطلاع کے لئے کہی جاتی ہے۔

(۶) **سترِ عورت** : جسم کا وہ حصہ جس کا ظاہر کرنا (کھولنا) شرعاً حرام ہے۔

مرد کے لئے خواہ آزاد ہو یا غلام، ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک عورت ہے، اور آزاد عورتوں کے لئے سوائے منہ اور ہاتھ اور دونوں قدم کے کل جسم ستر عورت ہے۔

(آج عورتوں کے اندر یہ حرام کاری عام ہو گئی ہے انہیں عذاب کو نہیں بھولنا چاہئے

کہ ستر عورت کھول کر چلنے والی لڑکیوں اور عورتوں کو جتنے انسان دیکھیں گے ان سب کو الگ گناہ ہوگا لیکن سارے لوگوں کا اکٹھا گناہ اس عورت کو ہوگا جس کو سب نے دیکھا ہے۔)

(۷) **عورتِ غلیظہ** : خاص حصہ، مشترک حصہ اور انثیین اور ران کے قریب کا جسم۔

(۸) **عورتِ خفیفہ** : خاص حصہ اور مشترک حصہ اور ران کے متصل جسم کے سوا باقی وہ اعضاء جن کے چھپانے کا حکم ہے۔

(۹) **مقتدی** : وہ شخص جس کو شروع سے اخیر تک کسی کے پیچھے جماعت سے نماز ملے اور اس کو مُدرک، اور مؤتم، بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) **مسبوق** : وہ شخص جو ایک رکعت یا اس سے زیادہ ہوجانے کے بعد جماعت میں آکر شریک ہوا ہو۔

(۱۱) **لاحق** : وہ شخص جو کسی امام کے پیچھے نماز میں شریک ہوا ہو اور بعد شریک ہونے کے اس کی سب رکعتیں یا کچھ رکعتیں جاتی رہیں، خواہ اس وجہ سے کہ وہ سو گیا ہو یا اس کو حدثِ اصغر لاحق ہوجائے یا حدثِ اکبر۔

(۱۲) **مقیم** : وہ شخص جو اپنے وطن میں ہو خواہ وطنِ اصلی ہو یا وطنِ اقامت، یا ایسے مقام پر ہو جو اس کے وطن سے تین دن کی مسافت (دوری) سے کم فاصلہ پر ہو۔

(۱۳) **مسافر** : جو شخص اپنے وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت سے ایسے مقام کا ارادہ کرکے نکلے جو وطن سے تین دن کی مسافت (دوری) پر ہو جب وہ (وہاں جانے کے لئے) اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جائے یا گاؤں کی آبادی سے تو اس پر مسافر کا اطلاق ہوجائے گا۔ (تین دن کی مسافت (۳۰) کوس ہے)

(۱۴) **وطن** : رہنے کی جگہ۔ وطن کی دو قسمیں ہیں: وطنِ اصلی، وطنِ اقامت۔

(۱۵) **وطنِ اصلی** : وہ مقام جہاں ہمیشہ رہنے کے ارادے سے انسان بود و باش (قیام، سکونت) کرے پھر اگر اتفاقاً اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی قصد سے سکونت اختیار کرے تو یہ دوسرا مقام وطنِ اصلی ہوجائے گا، اور پہلا مقام

اب وطنِ اصلی نہ رہے گا۔

(۱۶) **وطنِ اقامت** : وہ مقام جہاں انسان پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کے ارادے سے قیام کرے خواہ رہنے کا اتفاق پندرہ دن سے کم ہو یا زیادہ۔

(۱۷) **عملِ کثیر** : وہ فعل (کام) جس کو نماز پڑھنے والا بہت سمجھے خواہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے یا ایک ہاتھ سے، اور خواہ دیکھنے والا اس فعل کے کرنے والے کو نماز میں سمجھے یا نہ سمجھے۔

(۱۸) **عملِ قلیل** : وہ فعل (کام) جس کو نماز پڑھنے والا بہت نہ سمجھے۔

(۱۹) **اَدا** : وہ نماز جو اپنے وقت پر پڑھی جائے۔

(۲۰) **قضا** : وہ نماز جو اپنے وقت میں نہ پڑھی جائے، مثلاً مغرب کی نماز عشاء کے وقت پڑھی جائے۔

یہ سارے اصطلاحات کو ذہن نشین کرلیں، تاکہ مسائل کے سمجھنے میں دشواری اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

﴿کِتَابُ الصَّلوٰۃِ﴾ نماز کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلوٰۃِ الْوُسْطیٰ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ (البقرہ-۲۳۸) ترجمہ: (سب ہی) نمازوں کی پابندی رکھو (عموماً) اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے عاجزوں (کی طرح) کھڑے رہا کرو۔

حَافِظُوْا عَلَی الصَّلوٰتِ : محققین نے محافظت صلاۃ کے تین درجے قرار دیے ہیں۔

ادنیٰ (کم سے کم) درجہ یہ کہ نماز وقت پر پڑھی جائے، اور فرائض واجبات ترک نہ کیے جائیں۔

اوسط (بیچ کا) درجہ یہ کہ جسم ہر طرح طہارتِ ظاہری سے آراستہ ہو، طبیعت اَکلِ

حلال (حلال کھانا) کی خوگر ہو، دل میں خشوع و خضوع ہو، سنن و مستحبات کی پوری رعایت رہے۔

اعلیٰ درجہ : یہ کہ نماز حق تعالیٰ شانہ کے مواجہہ میں ہو رہی ہے، ایسا حضورِ قلب و استغراق رہے۔

قانتین : لفظ قنوت یہاں بہت ہی جامع ہے اور حاوی ہے ذکر اور دعا اور خشوع و خضوع پر "عاجزی" سے ترجمہ میں اس کا صرف ایک ہی پہلو آپاتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : ﴿أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْراً بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْساً هَلْ يَبْقىٰ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالُوْا لَا يَبْقىٰ مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ، قَالَ، فَذٰلِكَ مَثَلُ صَلَوٰتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا﴾ (رواه البخاری و مسلم عن ابی ھریرۃؓ) ترجمہ : اے لوگو! تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے ایک نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو، تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! ٹھیک یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔(۱)

نماز سب سے بڑی عبادت ہے، اس لئے کہ وہ بندے کو رب سے جوڑتی ہے۔(۲)

---

(۱) یاد رکھنا چاہیے کہ اچھے اعمال سے گناہ صغیرہ ہی معاف ہوتے ہیں کما قال تعالیٰ ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ بیشک نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہی ہے۔ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ یہاں حسنات سے مراد نماز ہے

(۲) نماز ایک پسندیدہ عبادت ہے جس سے کسی نبی کی شریعت خالی نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک تمام رسولوں کی امت پر نماز فرض تھی۔
ہاں اس کی کیفیت اور تعینات میں تغیر ہوتا رہا۔
ہمارے نبی احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت پر ابتدائے رسالت میں دو وقت کی نماز فرض تھی ایک آفتاب نکلنے سے پہلے، دوسرے آفتاب ڈوبنے کے بعد۔
ہجرت سے ڈیڑھ برس پہلے جب نبی ﷺ کو معراج ہوئی تو ان پانچ وقتوں میں نماز فرض کی گئی۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔
==

نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان گنت نعمتوں کے شکریہ کو کہتے ہیں۔

نماز کی لغوی تعریف :

نماز کے معنی دعا کے ہیں اور شریعت میں نماز چند شرطوں کے ساتھ ایسے اقوال و افعال کو کہتے ہیں جو کہ تکبیر (اللہ اکبر) سے شروع، اور تسلیم (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) پر ختم ہوتے ہیں خاص شرائط کے ساتھ۔

﴿أَنْوَاعُ الصَّلٰوةِ﴾ نماز کی قسمیں

نماز کی (۲) قسمیں ہیں : پہلی رکوع وسجود والی نماز۔

دوسری غیر رکوع وسجود والی نماز..........اور یہ جنازہ کی نماز ہے۔

رکوع وسجود والی نماز کی تین قسمیں ہیں :

پہلی قسم : فرض: اور یہ روزانہ کی پانچ نمازیں ہیں۔

دوسری قسم : واجب: اور یہ وتر، عیدین کی نمازیں ہیں اور ان نفلوں کی قضا نماز ہے جس کو شروع کرنے کے بعد توڑ دے (کسی وجوہات کی بنا پر) اور طواف کے بعد دو رکعتیں ہیں۔

== ان پانچوں وقتوں کی نماز صرف اسی امت پر خاص ہے، اگلی امتوں میں کسی پر صرف فجر کی نماز فرض تھی، کسی پر ظہر کی، اور کسی پر عصر کی۔ (علم الفقہ)

نماز کی تاکید :

نماز اسلام کا رکنِ اعظم ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا دارومدار اسی پر ہے تب بھی بالکل مبالغہ نہیں ہر مسلمان عاقل و بالغ پر ہر روز پانچ وقت فرض عین ہے، امیر ہو یا غریب، صحیح ہو یا مریض، مسافر ہو، یا مقیم، یہاں تک کہ دشمن کے مقابلہ میں لڑائی کی آگ بھڑک رہی ہو اس وقت بھی اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا ہی بہترین نقشہ کھینچا ہے

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز   قبلہ رو ہو کر زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے یقیناً وہ کافر ہے! (علم الفقہ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جو شخص نماز پڑھتا رہے گا قیامت میں اس کے ساتھ ایک نور ہوگا اور وہ نماز اس کے لئے باعث نجات ہوگی، اور جو شخص نماز سے غفلت کرے گا وہ قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف، جیسے دشمنانِ خدا کے ساتھ ہوگا۔ (مسند احمد دارمی بیہقی)

تیسری: نفل نماز ہے۔ جو کہ فرض اور واجب کے علاوہ ہے۔

﴿ شُرُوطُ فَرضِيَّةِ الصَّلَاةِ ﴾

نماز کے فرض ہونے کی شرطیں

(۳) چیزوں کے پائے جانے کے بعد ہی انسان پر نماز فرض ہوتی ہے۔

(۱) مسلمان ہونا : کافر پر نماز فرض نہیں ہے۔
(۲) بالغ ہونا : بچے پر نماز فرض نہیں ہے۔
(۳) عقلمند ہونا : پاگل پر نماز فرض نہیں ہے۔

والدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر ہی میں نماز ادا کرنے کا حکم دیں، اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر اس کی تنبیہ کریں، تا کہ وہ نماز کے (اس کے اوپر) فرض ہونے سے پہلے وقت پر ادا کرنے کا عادی ہو جائے۔

﴿ أَوْقَاتُ الصَّلٰوةِ ﴾ نماز کے اوقات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (النساء ۱۰۳) ترجمہ: بلاشبہ نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) (ترجمہ بیان القرآن)

حکیم الامت رحمۃ اللہ نے فرمایا: فرض ہونے کی وجہ سے اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور موقت ہونے کی وجہ سے وقت پر ہی ادا کرنا ضروری۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خَمْسُ صَلَوَاتٍ إِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالىٰ مَنْ أَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ﴾ (رواہ احمد) ترجمہ: پانچ نمازیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے فرض کی گئی ہے، پس جس نے اس کیلئے اچھی طرح وضو کیا، اور وقت پر نماز پڑھی اور بہتر طریقہ سے رکوع کیا، اور خشوع وخضوع کا کامل لحاظ رکھا، اس کے لئے (اللہ پر) یہ

ذمہ داری ہے کہ وہ اسے معاف کردے گا، اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ داری نہیں، اگر چاہے تو اسے معاف کردے اور اگر چاہے تو عذاب دیدے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں، اور وہ یہ ہیں :

(۱) صبح (فجر) کی نماز : دو رکعت ہے۔

فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہوکر طلوعِ شمس (سورج طلوع ہونے) سے کچھ پہلے تک باقی رہتا ہے۔

(۲) ظہر کی نماز : چار رکعت ہے۔

زوالِ شمس (سورج کے ڈھلنے) کے بعد سے لے کر ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل سایے (یعنی دوگنہ) ہونے تک باقی رہتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور اسی پر فتویٰ ہے(۱)

اور متأخرین احناف (حنفی مسلک کے اخیر کے علماء) کا اسی پر عمل بھی ہے۔ اور امام ابویوسف ومحمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ظہر کا وقت ہر چیز کے سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل سایہ ہونے تک باقی رہتا ہے، اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی ایک مثل کو ترجیح دی ہے۔

(۳) عصر کی نماز : چار رکعت ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ظہر کے وقت کے ختم ہونے کے بعد سے شروع ہوکر غروب شمس (سورج ڈوبنے) تک باقی رہتا ہے۔

(۴) مغرب کی نماز : تین رکعت ہے۔

مغرب کا وقت غروبِ شمس کے بعد سے شروع ہوکر آسمان پر (شفق احمر) سرخی

---

(۱) جمعہ کی نماز کا وقت بھی یہی ہے، صرف فرق اسقدر ہے کہ ظہر کی نماز گرمیوں میں کچھ تاخیر کرکے پڑھنا بہتر ہے خواہ گرمی کی شدت ہو یا نہ ہو اور جاڑوں کے زمانہ میں جلد پڑھنا مستحب ہے۔ (شامی۔ بحر الرائق)

کے غائب ہونے تک باقی رہتا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(۵) عشاء کی نماز: چار رکعت ہے۔

اس کا وقت سرخی (شفق) کے غائب ہونے کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

وتر کی نماز: تین رکعت ہے اور وہ واجب ہے۔

اور اسکا وقت بھی نمازِ عشا کی طرح ہے، لیکن یہ عشا کی نماز کے بعد پڑھی جائیگی۔

اگر کسی نے وتر کی نماز عشا سے پہلے پڑھ لی تو عشاء کی نماز کے بعد وتر کا اعادہ (لوٹانا) ضروری ہے۔

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِأَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ ﴾

نماز کے اوقات کے متعلق چند باتیں

فجر کی نماز میں اسفار (صبح کی روشنی) کرنا مستحب ہے۔

موسمِ گرما میں ظہر میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

موسمِ سرما (ٹھنڈی کے موسم) میں ظہر میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

بادل کے دن موسمِ سرما میں ظہر میں تاخیر مستحب ہے جب کہ زوالِ شمس کا کامل یقین ہو جائے۔

جاڑے میں سورج کے زرد نہ ہونے تک عصر (کی نماز) میں تاخیر (لیٹ) کرنا مستحب ہے۔

بدلی کے دن عصر (کی نماز) میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

بدلی کے دن مغرب کی نماز میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

عشا کی نماز میں تہائی رات تک تاخیر (لیٹ) کرنا مستحب ہے۔

اور آخری رات تک وتر میں تاخیر کرنا مستحب ہے اس کے لئے جسے رات کے آخری حصہ میں بیدار ہونے (جگنے) کا یقین ہو۔

دو فرض نمازوں کا ایک وقت جمع کرنا (ایک وقت میں پڑھنا) جائز نہیں، خواہ عذر کی بنا پر ہو یا بغیر عذر کے۔

حاجیوں کے لئے عرفہ میں امام کے ساتھ خاص کرکے ظہر اور عصر کی نمازیں ظہر کے وقت میں پڑھنی ضروری ہیں۔

مغرب اور عشاء کی نمازیں حاجی مزدلفہ میں پڑھے گا جس وقت بھی مزدلفہ پہنچے گا۔(۱)

﴿ اَلْاَوْقَاتُ الَّتِیْ لَا تَجُوْزُ فِیْهَا الصَّلٰوةُ ﴾

وہ اوقات جس میں نماز پڑھنا جائز نہیں

مندرجہ ذیل (۳) اوقات میں نماز پڑھنا جائز نہیں، خواہ فرض ہو، یا واجب اور اسی طرح چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا بھی ان اوقات میں درست نہیں ہے۔

(۱) سورج کے نکلنے سے لے کر اس کے بلند ہونے تک۔

(۲) سورج کا آسمان کے سیدھ (بیچ) میں آنے کے وقت (ٹھیک دوپہر کے وقت) سے سایہ کے ڈھلنے کے وقت تک۔

(۳) سورج کے زرد (پیلا) ہونے کے وقت سے اس کے غروب ہونے تک۔

لیکن صرف اسی دن کی عصر کی نماز (اس قید سے) مستثنیٰ (الگ) ہے۔

---

(۱) (ادب واحترام تو کجا فرائض میں بھی کوتاہی۔)

نویں ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات روانگی کے موقع پر (جو علی الصباح ہوتی ہے) صبح صادق کا انتظار کئے بغیر فجر کی نماز کا وقت ہونے سے ایک گھنٹہ اور بعض اوقات اس سے بھی قبل فجر کی نماز وہ بھی جماعت کے ساتھ پڑھ کر مختلف ممالک کے حجاج عرفات کو روانہ ہو جاتے ہیں، تاکہ سہولت کے ساتھ پہنچ سکیں، کتنا ہی سمجھایا جاتا ہے کہ ابھی فجر کا وقت نہیں ہوا، نماز نہیں ہوگی، مگر کون مانتا ہے سعودی حکومت کی طرف سے انتظام ہے، کہ طلوع صبح صادق کا اعلان توپ کے ذریعہ ہوتا ہے، مگر کسی کو پرواہ نہیں۔ یہی حال مزدلفہ سے منیٰ کی روانگی کے موقع پر ہوتا ہے، صبح صادق سے گھنٹے گھنٹے بھر پہلے مختلف ملکوں کے لوگ نمازِ فجر (وہ بھی جماعت کے ساتھ) پڑھ کر منیٰ کی طرف چل پڑتے ہیں۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک رکن ادا کرنے آئے (جس میں سنن اور مستحبات تک کی رعایت کرنی چاہئے) اور اسلام کے رکنِ اعظم نماز کو اس طرح ضائع کیا کہ نیکی برباد اور گناہ لازم۔

تو اس (دن کی عصر کی نماز کو) اسی دن سورج کے زرد ہونے کے وقت (سے لے کر مغرب کی اذان سے پہلے پہلے تک) بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

اور کراہت کے ساتھ ان اوقات میں واجب نمازیں ادا کرنی درست ہیں۔ ان اوقات ثلاثہ میں اگر کوئی نماز واجب ہو جائے تو کراہت کے ساتھ اسکی نماز صحیح ہو جائے گی۔

اگر ان وقتوں میں جنازہ آجائے تو کراہت کے ساتھ جنازہ کی نماز جائز ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب جنازہ تیار ہو جائے تو تاخیر نہ کرو۔

ان اوقات میں جب سجدہ کی آیت کوئی تلاوت کرے تو کراہت تنزیہہ کے ساتھ سجدہ تلاوت (ادا کرنا) جائز ہے۔

ان اوقات میں نفل نمازیں پڑھنی مکروہ تحریمی ہیں۔

﴿ اَلْأَوْقَاتُ الَّتِي تُكْرَهُ فِيهَا النَّافِلَةُ ﴾

وہ اوقات جس میں نفل نمازیں (پڑھنی) مکروہ ہوتی ہیں

مندرجہ ذیل (۱۳) اوقات میں نفل نمازیں (پڑھنی) مکروہ ہیں۔

(۱) طلوعِ فجر کے بعد دو رکعت فجر کی سنت سے زائد پڑھنا۔

(۲) نمازِ فجر کے بعد سے سورج (آفتاب) کے اچھی طرح نکل آنے تک۔

(۳) عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک۔

(۴) خطیب کا جمعہ کے دن خطبہ دینے کے لئے نکلنے کے وقت سے لے کر فرض نماز سے فارغ ہونے تک۔

(۵) اقامت کے وقت، لیکن فجر کی سنت اس سے مُستثنیٰ (الگ) ہے، اس لئے کہ وہ اقامت کے وقت اور اسکے بعد بھی بغیر کسی کراہت کے مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا درست ہے، جب کہ اسے یہ یقین ہو کہ وہ امام کو دوسری رکعت میں پالے گا۔

(۶) عصر کی نماز کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک۔

(۷) عیدین کی نماز سے پہلے نہ اپنے گھر میں اور نہ عیدگاہ میں نفل نماز پڑھنی درست ہے خاص کر عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں۔(۱)

اگر کوئی شخص عیدین کی نماز کے بعد اپنے گھر میں نفل نماز پڑھے تو اس کے لئے نفل نماز بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔

(۸) وقت کم ہونے پر نفل نماز پڑھنے سے فرض نماز کے چھوٹ جانے کا خوف ہو۔(۲)

(۹) بھوک کی حالت میں کھانے کی شدید خواہش ہو اور کھانا موجود ہو۔(۳)

(۱۰) پاخانہ، پیشاب معلوم ہوتے وقت یا ریح محسوس ہونے کے وقت۔

پس نماز پاخانہ، پیشاب، یا ریح کو روکنے سے مکروہ ہو جاتی ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل نماز۔

(۱۱) ایسی چیز کی موجودگی میں جس سے نماز کے خشوع وخضوع میں فرق پڑتا ہو۔

(۱۲) حاجیوں کے لئے خاص طور پر عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان۔

(۱۳) حاجیوں کیلئے خاص طور سے مزدلفہ میں مغرب اور عشا کی نماز کے درمیان۔

---

(۱) ہر شہر اور دیہاتوں میں عیدین کی نمازیں صرف عیدگاہ میں ہی نہیں ہوتی بلکہ مساجد میں بھی ہوتی ہے اس لئے عیدگاہ سے مراد وہاں مسجد لیا جائے گا۔

اکثر بیوقوف حضرات عیدین سے پہلے نفل نماز عیدگاہ میں پڑھنے کو باعث ثواب سمجھتے ہیں لہٰذا انہیں پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) اس وقت سوائے وقتی فرض کے اور کسی نماز کا پڑھنا درست نہیں خواہ وہ قضائے واجب الترتیب ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) اور یہ خیال ہو کہ اگر نماز پڑھے گا تو نماز میں جی نہ لگے گا، اور یہی حکم ہے ان تمام چیزوں کا جن کو چھوڑ کر نماز پڑھنے میں جی نہ لگنے کا خوف ہو، ہاں اگر نماز کا وقت تنگ ہو تو پھر پہلے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں۔ (علم الفقہ)

﴿ حُكْمُ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ ﴾

اذان اور اقامت کا حکم (۱)

اذان کی ابتدا مدینہ منورہ میں سنہ ۱ ہجری سے ہوئی۔ اس سے پہلے نماز بے اذان پڑھی جاتی تھی، چونکہ اس وقت تک مسلمانوں کی تعداد کچھ ایسی کثیر نہ تھی اس لئے ان کا جماعت کے لئے جمع ہو جانا بغیر کسی اطلاع کے دشوار نہ تھا، جب مسلمانوں کی تعداد دن بدن بڑھنے لگی اور مختلف حرفہ اور پیشہ کے لوگ جوق در جوق دینِ الٰہی میں داخل ہونے لگے تو ضرورت اس امر کی پیش آئی کہ نماز کا وقت آنے اور جماعت قائم ہونے کی اطلاع ان کو دی جائے جس سے وہ اپنے اپنے قریب و بعید جگہوں سے جماعت کے لئے مسجد میں آسکیں۔

لہٰذا یہ طریقہ اذان کا اس غرض کے پورا کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔

اذان کی مشروعیت کا مختصر قصہ یہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز کے اوقات کی اطلاع اور جماعت کے قیام کی ضرورت معلوم ہوئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا، بعضوں نے یہ رائے دی کہ یہود کی طرح سنکھ بجایا جائے، بعضوں کی رائے یہ ہوئی کہ (اس وقت) آگ جلادی جایا کرے، مگر نبی اکرم ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت ﴿اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ﴾ کہہ دیا جایا کرے۔

اسی کے بعد حضرت عبد اللہ بن زید اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ نے یہ طریقہ اذان کا (جو آگے آئے گا) سکھایا کہ اس طریقہ سے نماز کے اوقات اور جماعت کی اطلاع مسلمانوں کو کی جایا کرے، بعض روایات میں ہے کہ عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں جاگا ہوا نیند ہی میں تھا بالکل سوتا نہ تھا، اور بعض میں ہے کہ فرمایا! اگر بدگمانی کا خوف نہ ہوتا تو میں کہتا کہ بالکل سویا ہی نہ تھا، اس

---

(۱) ہم اذان و اقامت کے حکم کو بعد میں ذکر کریں گے، پہلے اس کے متعلق کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔

لحاظ سے بعض علماء کرام نے اس واقعہ کو حال اور کشف پر محمول کیا ہے جو ارباب باطن کو حالتِ بیداری میں ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ صبح کو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ حضورِ نبوی ﷺ میں عرض کیا تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! کہ بیشک یہ سچ ہے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ اسی طرح اذان دیا کرو۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی آکر اپنے خواب کو بیان کیا، بعض روایات میں ہے کہ اس سے پہلے آپ ﷺ پر وحی بھی نازل ہو چکی تھی۔

اذان اسی امت کے لئے خاص ہے۔ اگلی امتوں میں نہ تھی، فالحمد للہ علی ذٰلک۔

مؤذنوں کی فضیلتیں حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے آتی ہیں کچھ فضیلتیں درج کی جاتی ہیں:

(۱) اذان کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اور جو لوگ اس کو سنتے ہیں جن ہوں، یا انسان، وہ سب قیامت کے دن اذان دینے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ (بخاری، نسائی، ابن ماجہ)

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ انبیاء و شہداء کے بعد اذان دینے والے جنت میں داخل ہوں گے، بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ مؤذن کا مرتبہ شہید کے برابر ہے۔

(۳) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص سات برس تک برابر اذان دے اور اس سے اس کا مقصود محض ثواب ہو تو اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

(۴) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے میں کس قدر ثواب ہے اور پھر ان کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے تو بے شک وہ اس کے لئے قرعہ ڈالیں، حاصل یہ کہ اس منصب کے لئے سخت کوشش کریں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں ایسا ہوا ہے کہ اذان کے لئے

لوگوں میں اختلاف ہوا ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے یہاں تک کہ نوبت آئی قرعہ ڈالنے کی (تاریخ بخاری)

(۵) قیامت کے دن مؤذنوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ اپنے اعزہ واحباب یا جس کے لئے چاہیں خداوند عالم سے سفارش کریں۔

(۶) قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں لمبی ہوں گی (بلند ہوں گی) یعنی وہ نہایت معزز اور ممتاز لوگوں میں ہوں گے اور قیامت کے خوف اور مصیبت سے محفوظ رہیں گے۔

(۷) نبی اکرم ﷺ نے مؤذنوں کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ائمہ کرام کے لئے ہدایت کی دعا کی۔

اقامت کی فضیلت اور تاکید اذان سے بھی زیادہ ہے۔ (علم الفقہ، درمختار)

اس مقام پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر فضائل کے نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین نے اس منصب کو کیوں اختیار نہیں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے بھی زیادہ مفید اور اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے اور اگر اس منصب کو اپنے ذمہ لیتے تو ان کاموں میں حرج اور نقصان ہوتا اسلیئے وہ اس منصب کو اختیار کرنے سے معذور رہے۔ (علم الفقہ)

لہٰذا مؤذنوں کو چاہئے کہ وہ تمام سنت و مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے اذان دیں تا کہ وہ اس ثواب کے مستحق ہوں، اور دنیاوی لالچ ہرگز نہ رکھیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا خیال رکھیں، بعض متولیانِ مساجد مؤذنوں کو غلام اور نوکر سمجھتے ہیں لہٰذا اس خیالِ بد سے اپنے کو بچائے رکھیں کیونکہ مؤذنوں کا جو مقام عند اللہ ہے اور جو فضیلتیں ان کے لئے وارد ہوئی ہیں اس کے مقابلے میں ہزاروں افراد ان کے پاؤں کے دھول کے برابر بھی نہ ہوں گے اور اس کے باوجود مؤذنوں کو ذرا سی تاخیر پر گرفت کرتے ہیں اور اکثر متولیان مساجد اپنے آپ کو بہت بڑے قابل اور مؤذنوں کو ڈانٹنے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، یہ انکی بڑی بھول ہے۔

مگر چند اللہ والے بھی ہیں جو ان کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں، ان سے سبق لینا چاہئے ایسے ظالم متولیانِ مساجد جو مساجد کے مؤذنوں کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے جب چاہا انہیں باہر کردیا جب چاہا ڈانٹ دیا انہیں تو گندی نالیوں میں ڈوب مرنا چاہئے کہ جن کے حق میں اللہ کے رسول اکرم ﷺ نے اتنی فضیلتیں بیان کیں ہیں ان کے ساتھ ہم کیا معاملہ کررہے ہیں۔

اذان اور اقامت کا حکم

مردوں کے لئے اذان دینا سنت موکدہ ہے (فرض نمازوں کے لئے۔)

فرض نمازوں کے لئے مقیم، اور مسافر، مرد کے لئے اقامت کہنا بھی سنت موکدہ ہے، خواہ نماز جماعت سے پڑھ رہا ہو یا تنہا، خواہ ادا نماز پڑھ رہا ہو، یا قضا نماز۔

اور اذان اس طرح کہے:

قبلہ رو ہو کر اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ شہادت کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے (نہ اس قدر جس سے تکلیف ہو) ان کلمات کو ٹھہر ٹھہر کر کہے (۱)۔

أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، أَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔(۲)

---

(۱) جناب رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس طرح سے آواز بلند ہو جاتی ہے، یہ مستحب ہے۔ اسلام کے پہلے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ مسجد نبوی میں پہلی اذان ربیع الاول ۱ھجری کو گونجی۔

(۲) بعض جگہ مؤذن لفظ اللہ کے ہمزہ کو اس طرح آللہ پڑھتے ہیں تو یہ طریقہ غلط ہے، اَکْبَر کو اَکْبَار کہتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ أَنَّ محمداً رسول اللہ کے بجائے أَنَّ محمدٌ رسولَ اللہِ کہتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ حَیَّ میں ی پر زبر دینے کے بجائے وہ مد کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ ==

اور فجر کی اذان میں "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد دو مرتبہ "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ" کا اضافہ (بڑھائے) کرے۔

اور اقامت اذان ہی کی طرح ہے مگر "حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ" کے بعد دو مرتبہ "قَدْقَامَتِ الصَّلوٰۃُ" کا اضافہ کرے۔

اذان ٹھہر ٹھہر کر کہے[1] (ہر کلمہ کیلئے الگ سانس لے) اور اقامت جلدی سے۔

اذان واقامت صرف عربی ہی زبان میں دینا درست ہے۔

اگر کسی نے غیر عربی زبان میں اذان (اقامت) دی تو اذان (اقامت) درست نہ ہوگی خواہ وہ اذان (اقامت) سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اذان واقامت میں ہر کلمہ کے آخری حرف کو ساکن کر کے کہے۔ اقامت میں پہلے چار کلمات کو ایک ہی سانس میں کہے، پھر دو دو کلمات کو ایک ایک سانس میں اور آخر کے تینوں کلمات کو ایک سانس میں کہے یہ سنت طریقہ ہے۔

﴿مَنْدُوْبَاتُ الْاَذَانْ﴾ اذان کے مستحبات

مندرجہ ذیل (۱۰) باتیں اذان میں مستحب ہیں۔

(۱) مؤذن باوضو ہو (اور لوگوں کے حال سے خبردار ہو جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں انکو تنبیہ کرے۔

(۲) مؤذن سنت سے واقف ہو اور نماز کے وقتوں کا جاننے والا ہو۔ اگر جاہل آدمی اذان دے تو اس کو مؤذن کے برابر ثواب نہ ملے گا۔)

(۳) مؤذن نیک ہو۔

== عَلَی الصلوٰۃِ کہنے کے بجائے سیدھا دہ لَلصَّلوٰۃِ کہتے ہیں اور علیٰ کے ع کلمہ کو حذف کردیتے ہیں جو کہ غلط طریقہ ہے اور جہاں مد نہیں کرنا چاہئے وہاں مد کرتے ہیں، مثلاً اللہ کے لام میں ایک الف ہی مد کرنی چاہئے ایک الف کی مقدار بس اتنی ہے کہ جتنی دیر میں آدمی اپنی مٹھی باندھ لے اور کھول لے کہ جتنی تاخیر اس میں ہوگی اتنی ہی مقدار ایک الف کی ہوگی۔

(۱) یعنی ایک سانس میں دو دو کلمے کہے۔ مؤذن حضرات کو اس کی مشق کرنی چاہئے تاکہ پورے پورے ثواب کے مستحق ہوں۔

(۴) اذان قبلہ رو ہو کر کہے۔

(۵) اپنی دونوں (شہادت کی) انگلیوں کو کان (کے سوراخ) میں ڈالے۔

(۶) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت اپنے چہرے کو دائیں جانب اور "حَیَّ عَلَی الْفَلَاح" کہتے وقت اپنے چہرے کو بائیں جانب پھیرے (گھمائے، لیکن سینہ کو نہ گھمائے اور نہ قدم کو) یعنی اپنے چہرے کو کلمات کہنے سے پہلے ہی گھمالے اور اسی حالت میں ختم بھی کردے۔

(۷) اذان اور اقامت کے درمیان (نمازیوں کے لحاظ سے) اتنی تاخیر کرے کہ نمازی جماعت کو پالیں۔

مگر جب وقت کے گزر جانے (ختم) کا خوف ہو تو وہ نماز کو مؤخر نہ کرے گا۔

(۸) مغرب میں (اذان اور اقامت کے درمیان) تین چھوٹی آیتوں کے پڑھنے کے بقدر یا تین قدم چلنے کے (بقدر) تاخیر کرے(۱)۔

(۹) اذان سننے والوں کیلئے (اپنے) کام سے رک جانا مستحب ہے اور وہ شخص بھی (جو اذان سن رہا ہو) اسی طرح کہے، جیسے اس وقت مؤذن کہتا ہے۔

سوائے حیَّ علی الصلوٰۃ اور حیَّ علی الفلاح کے، کہ اس وقت سننے والا "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ" پڑھے گا اور سوائے "اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمْ" کے کہ اس وقت "صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ" کہے گا۔

(۱۰) اذان کے کلمات سے فارغ ہونے کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَ الْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ(۲) إِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.

---

(۱) حدیث میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان اس قدر وقفہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے، پینے والا پینے سے فارغ ہو جائے، اور حاجت والے قضائے حاجت سے فارغ ہو جائیں، یہ سب مغرب کے علاوہ ہے۔

(۲) بعض دلی اور بمبئی سے چھپنے والی کتابوں میں "الَّذِی وَعَدْتَّہٗ" کے بعد "وَرْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ" کا اضافہ کیا گیا ہے، جو کہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے لہٰذا جو حضرات بھی ان کتابوں سے دعا یاد کر چکے ہوں وہ ان کلمات کو نہ کہیں۔

مؤذن اور سننے والوں کو ان کلمات کے ذریعے دعا کرنا مستحب ہے۔

اذان کے بعد یہ دعا پڑھے۔(۱)

مسئلہ: مندرجہ ذیل (۷) صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہئے۔

(۱) نماز کی حالت میں۔

(۲) خطبہ سننے کی حالت میں خواہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔

(۳) حیض ونفاس کی حالت میں۔

(۴) علم دین پڑھنے، پڑھانے کی حالت میں۔

(۵) جماع (بیوی کے ساتھ ہمبستری) کی حالت میں۔

(۶) پیشاب، پاخانہ کی حالت میں۔

(۷) کھانا کھانے کی حالت میں یعنی ضروری نہیں، ہاں بعد ان چیزوں کی فراغت کے اگر اذان ہوئے زیادہ زمانہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہئے ورنہ نہیں (ماخوذ از دین کی باتیں)

﴿ اَلْاُمُوْرُ الَّتِیْ تُکْرَہُ فِی الْاَذَانِ ﴾

اذان کے مکروہات

مندرجہ ذیل (۱۱) صورتیں اذان میں مکروہ ہیں۔

(۱) گانا کے طرز پر اذان دینا۔

(۲) بے وضو اذان دینا یا اقامت کہنا۔

(۳) ناپاک آدمی کا اذان دینا۔

(۴) غیر عاقل کا اذان دینا۔

(۵) پاگل کا اذان دینا۔

(۶) مدہوش کا اذان دینا۔

---

(۳) اسی طرح اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے واجب نہیں اور قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃ کے جواب میں "اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا" کہے۔

(۷) عورت کا اذان دینا۔

(۸) فاسق کا اذان دینا۔

(۹) بیٹھے ہوئے شخص کا اذان دینا۔ (یعنی بیٹھ کر اذان دینا)

(۱۰) اذان اور اقامت کے درمیان مؤذن کے لئے گفتگو کرنا مکروہ ہے۔ (اسی طرح اقامت کہنے کے درمیان)

اگر مؤذن نے اذان اور اقامت (کہنے) کے درمیان گفتگو کر لی تو اذان کا لوٹانا مستحب ہے۔

اگر مؤذن نے اقامت کے درمیان بات کر لی تو اقامت کا اعادہ نہیں کریگا۔

(۱۱) جمعہ کے دن شہر میں ظہر کی نماز کے لئے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے۔

جس کی ایک نماز سے زائد نمازیں چھوٹ جائے تو (وہ اس کو قضا کرنے کے لئے) اذان دیگا اور پہلی چھوٹ جانے والی نمازوں (کی قضا کے لئے) اقامت کہے گا۔(۱)

پھر بقیہ میں اس کو اختیار ہے چاہے تو اذان اور اقامت ہر ایک کے لئے کہے یا اگر چاہے تو صرف اقامت پر اکتفا کر لے۔

(۱) جس مسجد میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز ہو چکی ہو اس میں اگر (بعد میں آنے والے حضرات) سب مل کر جماعت کرنا چاہیں تو اذان اور اقامت کا کہنا مکروہ ہے۔

(۲) فرض عین نمازوں کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے اذان و اقامت مسنون نہیں خواہ

---

(۱) جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن ظہر، عصر، اور مغرب کی نمازیں فوت ہونے پر ان سب کے لئے ایک اذان اور متعدد (یعنی ہر نماز کے لئے) اقامتوں پر اکتفاء کیا (ترمذی)

یعنی جس طرح وقت کے اندر ادا کی جانے والی نمازوں کے لئے اذان مسنون ہے اسی طرح قضا نماز کے لئے اذان سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہے کہ ایک سفر میں یہ حضرات فجر کی نماز سے سوتے رہے اور جب قضا کا ارادہ کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہم نے اذان دی اور اقامت کہی اور آپ ﷺ نے جماعت سے نماز پڑھائی۔ (بخاری و مسلم)

وہ فرض کفایہ ہو، جیسے جنازہ کی نماز یا واجب ہو، جیسے وتر اور عیدین کی نمازیں۔

(۳) جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے۔ (خواہ بچہ ہو یا بچی)

نوٹ: اس میں خیال رکھیں اکثر لوگ غلطی کر جاتے ہیں۔

(۴) اذان سننے والے کے لئے مستحب ہے کہ اگر چلنے کی حالت میں اذان سنے تو کھڑا ہو جائے اور اذان سننے کی حالت میں سوائے جواب دینے کے اور کسی کام میں مشغول نہ ہو، یہاں تک کہ سلام یا سلام کا جواب بھی نہ دے، اور اگر قرآن مجید پڑھتا ہو تو اس کا پڑھنا بھی موقوف کر (روک) دے۔

(۵) جمعہ کی پہلی اذان سن کر تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد جانا واجب ہے، اور خرید و فروخت یا اور کسی کام میں مشغول ہونا حرام ہے۔

(۶) ایک مؤذن کا دو مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے، جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔

(۷) جو شخص اذان دے اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے، ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کس کو کہہ دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

(۸) اقامت میں نبی کریم ﷺ کا نام سن کر انگوٹھوں کو چومنا بدعت سیئہ ہے، کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے اور اذان میں بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

بعض احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ اذان میں نبی اکرم ﷺ کا نام گرامی سن کر انگوٹھوں کو چومنا چاہئے مگر ان میں سے کوئی حدیث جلیل القدر محدثین کے نزدیک صحت کو نہیں پہنچتی سب ضعیف ہیں، ان ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے مگر اس عمل کو سنت ہونے کا نہ خیال کیا جائے، اور اس کو کوئی ضروری چیز نہ سمجھے۔

اس زمانہ میں تو انگوٹھے چومنے کا اس قدر رواج ہو گیا ہے کہ بعض لوگ اس کو سنت سمجھتے ہیں، اطراف دکن (حیدرآباد) میں بعضوں کو اس کے بارے میں وُجوب (واجب ہونے) کا خیال ہے اگر کوئی نہ کرے تو اس پر لعنت ملامت کی جاتی ہے،

لہٰذا اس کا ترک کرنا ایسی حالت میں بہتر ہے واللہ اعلم (علم الفقہ)

(۹) اذان واقامت کے لئے نیت شرط نہیں، ہاں یہ بات ذہنی چاہئے کہ بغیر نیت کے ثواب نہیں ملتا، اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے کہ یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں، اکثر لوگ اس کو رضاء الٰہی نہیں سمجھتے اور نیت کو درست نہیں کرتے لہٰذا انہیں اپنی نیتوں کو درست کرنے کے لئے کسی محقق عالم دین سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔

﴿ شُرُوْطُ صِحَّةِ الصَّلَاةِ ﴾

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

کچھ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو حقیقتِ نمار میں داخل نہیں ہوتیں مگر نماز کے صحیح ہونے کے لئے ان کا ہونا ضروری ہے، اس طور پر کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی، انہیں چیزوں کا نام (شُرُوْطُ الصَّلوٰۃِ) نماز کی شرطیں ہیں اور وہ (۶) ہیں۔

(۱) پاک ہونا: تو نماز بغیر طہارت کے درست نہیں ہوتی۔

اور پاکی سے مراد یہ ہے کہ

(الف) : نمازی کا بدن حدثِ اکبر، اور حدثِ اصغر سے پاک ہو۔

(ب) : نمازی کا بدن غیر مَعْفُو عَنْہ (جو نماز میں معاف نہیں) نجاست سے پاک ہو۔

(ج) : اور اس کا کپڑا بھی غیر مَعْفُو عَنْہ نجاست سے پاک ہو۔

(د) : اس جگہ کا بھی جہاں وہ نماز ادا کر رہا ہو نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے۔

(۲) سَترِ عورت کا ہونا: پس سَترِ عورت پر قدرت کے باوجود بغیر سَترِ عورت کے نماز درست نہیں ہوتی اور سَترِ عورت کا (چھپانا) نماز کی ابتداء (شروعات) سے لے کر اخیر نماز تک ضروری ہے۔

جب نماز میں داخل ہونے سے قبل (پہلے) سَترِ عورت کے عضو کا چوتھائی حصہ کھلا

رہے (اور اسی حالت میں نماز ادا کرنے لگے) تو نماز قائم نہیں ہوتی۔ (خوب، یاد رکھیں کہ عورت سے مراد سترِ عورت ہے جس کی تعریف پہلے کر دی گئی ہے)

اور سترِ عورت کا چوتھائی حصہ نماز کے دوران ایک رکن کے ادا کرنے کی مدت تک کے کھلا رہنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مرد کے ستر کی حد: ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے، یعنی ناف ستر میں داخل نہیں جب کہ گھٹنہ ستر میں داخل ہے۔

باندی کے ستر کی حد: ناف سے لے کر پیٹ، اور پیٹھ سمیت گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

آزاد عورت (عام عورت) کے ستر کی حد: چہرہ، ہتھیلی، اور دونوں قدم کے علاوہ پورا بدن کا ڈھکنا ضروری ہے۔

(۳) قبلہ کی طرف رخ کرنا: (نمازی کا) قبلہ کی طرف رخ کرنے پر قدرت کے باوجود اس کے طرف رخ نہ کرنے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہوتی۔

ٹھیک کعبہ مکرمہ کی طرف مڑنا۔

مکۃ المکرمۃ میں رہنے والوں اور وہاں حاضر ہونے والوں کے لئے قبلہ عین کعبہ ہی ہے اگر اس کے دیکھنے پر قدرت ہو، اور اگر دیکھنے پر قدرت نہ ہو تو سمتِ کعبہ قبلہ ہے خواہ مکہ میں رہتا ہو یا کہیں دور۔

جو شخص کسی بیماری، یا دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف رخ کرنے سے معذور ہو وہ جس سمت چاہے رخ کر کے نماز پڑھ لے اسکے لئے (نماز) پڑھنا جائز ہے۔

(۴) نماز کا وقت ہونا: پس نماز وقت سے پہلے درست نہیں ہوتی، اور نماز کے اوقات (اوقات نماز میں) تفصیل سے مذکور ہو چکے ہیں۔

(۵) نیت کرنا: پس بغیر نیت کے نماز درست نہیں ہوتی، (دل سے نیت ضروری ہے زبان سے نہیں) جب فرض نماز ہو تو اس کی تعیین ضروری ہے، کہ (مثلاً) وہ ظہر کی نماز پڑھ رہا ہے یا عصر کی، وغیرہ وغیرہ۔

لیکن تعداد رکعات کی نیت شرط نہیں

اسی طرح جب واجب نماز ہو تو اس کی تعیین بھی ضروری ہے، کہ وہ وتر کی نماز پڑھ رہا ہے، یا عیدین کی نماز۔

اگر نفل نماز یعنی فرض، واجب کے علاوہ ہو تو اس میں تعیین ضروری نہیں ہے، بلکہ مُطلق نماز کی نیت کر لینا کافی ہے۔

مقتدی کیلئے اپنی نماز کی نیت کے ساتھ امام کی پیروی کی بھی نیت ضروری ہے۔

(٦) تکبیرِ تحریمہ کہنا:(١)

تکبیرِ تحریمہ سے مراد یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز اللہ تعالیٰ کے مخصوص ذکر سے شروع کرے، جیسے کہ کہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، یا اَللّٰہُ اَعْظَمُ، یا سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

نیت اور تکبیرِ تحریمہ کے درمیان کوئی ایسا کام نہ کرے جو کہ منافیٔ نماز ہو، جیسے کہ کھانا، پینا، وغیرہ۔

اور تحریمہ میں شرط یہ ہے کہ (تکبیر تحریمہ) رکوع کے لئے جھکنے سے پہلے کھڑے ہونے کی حالت ہی میں کہے اس طور پر کہ وہ خود سنے۔

تکبیر اولیٰ سے نیت کو مؤخر (لیٹ میں) نہ کرے۔

یعنی تکبیر اولیٰ کہنے کے بعد نیت نہیں کی جائے گی بلکہ اس سے پہلے۔

﴿ فُرُوعٌ تَتَعَلَّقُ بِشُرُوطِ الصَّلَاةِ ﴾

شرائط نماز کی تفصیل

جو شخص (کہ اس کے جسم یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اور وہ) نجاست ختم کرنے والی کوئی چیز نہ پائے تو وہ شخص نجاست کے ساتھ ہی نماز پڑھے گا، اور نماز کا اعادہ نہیں کرے گا۔ (یعنی نہ لوٹائے گا۔)

جو شخص اپنے سترِ عورت کو چھپانے کے لئے اتنا کپڑا، یا گھاس، (ستر چھپانے کے

---

(١) یعنی تکبیر تحریمہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ نمازی پر ہر وہ کام کو حرام کر دیتی ہے جو جنسِ نماز سے نہ ہو۔

لئے) یا مٹی نہ پائے جس سے کہ وہ ستر کو چھپا سکے تو وہ شخص ننگے بدن نماز پڑھ لے گا، اور نماز کو نہیں لوٹائے گا۔

جس شخص کے کپڑے کا چوتھائی حصہ پاک ہو اس کے لئے برہنہ (ننگے) نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

جس کا کپڑا ناپاک ہو تو اس کا ننگے بدن میں نماز پڑھنے سے بہتر اسی ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا ہے۔

ننگا بدن (والا) شخص بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں کو قبلہ رُخ پھیلا کر نماز پڑھے گا، اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے گا۔

ناپاک کپڑے کے پاک کنارے پر نماز پڑھنا جائز ہے، جب کہ اس ناپاک کپڑے کے ایک جانب حرکت دینے سے دوسرا جانب حرکت میں نہ آئے (یعنی نہ ہلے)۔

اُس ٹاٹ پر نماز پڑھنا جائز ہے جس کے اوپر کا (حصہ) پاک ہو، اور نیچے کا (حصہ) ناپاک ہو۔

جب کسی شخص کو قبلہ کے بارے میں شک ہو جائے، اور اسے کوئی ایسا آدمی بھی نہ ملے جس سے وہ قبلہ کے بارے میں پوچھے، یا اسی طرح بتانے والی کوئی ایسی چیز موجود نہ ہو جس سے قبلہ کا پتہ چل سکے تو وہ شخص غور وفکر کرے قبلہ کے بارے میں اور جس طرف یقین ہو ادھر نماز پڑھ لے گا۔

اگر غور وفکر کرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کر لی، اور بعد میں معلوم ہوا کہ قبلہ صحیح نہیں تھا، جب بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔

اگر نماز کے درمیان اپنی غلطی کا علم ہو جائے تو وہ (نمازی) قبلہ کی طرف نماز ہی میں گھوم جائے اور اپنی نماز مکمل کر لے۔

اگر سترِ عورت میں سے متفرق اعضا اس طور پر کھل جائے کہ ان تمام کو جمع کیا جائے تو کھلے ہوئے اعضا اگر سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی حصہ کو پہنچ جائے تو (اس

کی) نماز باطل ہو جائے گی۔

اور اگر کھلے ہوئے اعضاء کا مجموعی حصّہ اس سے کم ہو تو نماز درست ہو جائیگی۔

(متفرق مسئلہ)

اگر کسی کے پاس ایک ہی کپڑا ہو اور جائے نماز بھی نجس ہو تو چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپائے، یا اسے بچھا کر نماز پڑھے دونوں اختیار ہے لیکن جسم کو ڈھانکنا افضل ہے۔

کسی عورت کا سینہ تھوڑا کھلا ہوا اور ایک کان کچھ کھلا ہو تو اگر دونوں کھلے ہوئے مقام کان کی چوتھائی کے برابر ہو جائیں تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

اگر نماز پڑھنے کی حالت میں قصداً کوئی اپنی عورتِ غلیظہ یا خفیفہ کے چوتھائی حصّہ کو کھول دے تو اس کی نماز فوراً فاسد ہو جائے گی، خواہ بقدرِ ایک رکن کے ادا کرنے کے کھلا رہے یا اس سے کم۔

نماز پڑھنے کی حالت میں اپنا سینہ کعبہ مکرمہ کی طرف کرنا خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً، کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط نہیں ہے، مسنون ہے، لہٰذا اگر کوئی کعبہ سے منہ پھیر کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی، مگر خلافِ سنت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔

ابتدائے اسلام میں نماز بیت المقدس (جو فلسطین میں ہے جو مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور مسلمانوں کی بدنصیبی کی وجہ سے وہ ابھی یہودیوں کے قبضہ میں ہے) کی طرف پڑھی جاتی تھی جب تک نبی اکرم ﷺ مکہ میں رہے اس طرف پڑھا۔

ہجرت کے (١٦) مہینے کے بعد مدینہ منوّرہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔

نبی اکرم ﷺ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا اور انتظار میں رہتے تھے کہ کب حکم نازل ہو (قبلہ کے بدلنے کا) کما قال تعالیٰ: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا﴾ وجہ اسکی یہ تھی کہ کعبہ ہی سے آپ ﷺ کو معراج ہوئی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ بھی یہی تھا، اور قیامت میں عرش

مُعَلّیٰ کی تجلی بھی وہیں ہوگی، اور بہت سی فضیلتیں کعبہ میں تھیں جو بیت المقدس میں نہ تھیں۔

نبی اکرم ﷺ "بنی مسلم" کی مسجد میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے، دو رکعت نماز پڑھ چکے تھے کہ کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم آگیا ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ "یعنی تو اے محمد ﷺ اپنے چہرے کو قبلہ کعبہ کی طرف پھیر لیجئے: تو نبی اکرم ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی طرف پھر گئے۔ (علم الفقہ)

نیت کا مطلب؛ دل میں نماز پڑھنے کا قصد کرنا، زبان سے بھی کہنا بہتر ہے۔

فرائض واجبات ونذر کی نماز قضا ہو یا ادا اس کے لئے نیت اور نماز کی تعیین مثلاً میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں، یا عصر کی، وتر کی، یا عیدین کی رکعتوں کی تعداد کی نیت بھی شرط نہیں ہے۔

ہاں افضل عمل یہ ہے کہ اس کی بھی نیت کرلے۔

اگر کوئی شخص اس نیت سے نماز پڑھے کہ آج کے دن جو نماز فرض ہے وہ پڑھتا ہوں تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی اور نماز بھی نہیں ہوگی، کیونکہ ایک دن میں کئی نمازیں فرض ہیں۔

مقتدی کو اپنے امام کی اقتدا کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے، امامت کی نیت کرنا شرط نہیں ہے۔

مقتدی کو امام کی تعیین شرط نہیں ہے کہ وہ زید ہے یا بکر بلکہ صرف اس قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں، ہاں اگر متعین کرلے گا اور اس کے خلاف امام نکلے گا تو اس مقتدی کی نماز نہ ہوگی۔

جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہئے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کے لئے پڑھتا ہوں، اور اگر مقتدی کو یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت (جیسا کہ شہروں میں اکثر اس کا پتہ نہیں چلتا) تو مقتدی کو یہ نیت کرنا چاہئے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے اس کی میں بھی پڑھتا ہوں۔

نیت کو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا چاہیئے، اور اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے نیت کرلے تب بھی درست ہے۔

تحریمہ کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں اور اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

اگر کوئی شخص جھک کر تکبیر تحریمہ کہے تو اگر اس کا جھکنا رکوع کے قریب نہ ہو تو تحریمہ صحیح ہو جائے گی، اور اگر رکوع کے قریب ہو تو تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز بھی درست نہ ہوگی۔

اکثر ناواقف لوگ جب امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی بغیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہہ کر ہاتھ باندھے ہی جھک جاتے ہیں، اور اسی جھکنے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز ہی شروع سے نہیں ہوتی، اس لئے کہ تکبیر تحریمہ (کھڑے ہو کر کہنا) نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

اگر تکبیرِ تحریمہ پہلے کہہ دے اور نیت اس کے بعد کرے تو نماز درست نہ ہوگی۔

تکبیرِ تحریمہ (یعنی نماز شروع کرتے وقت جو اللہ اکبر کہتے ہیں) اتنی زور سے کہنا کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرا نہ ہو، ورنہ نماز صحیح نہ ہوگی۔

اگر کوئی شخص ”آللہ اکبر“، یا ”اللہ اکبار“ کہتا ہے، تو اس کی تکبیرِ تحریمہ صحیح نہیں ہوئی، اور اس کی نماز بھی درست نہ ہوگی۔ (علم الفقہ)

﴿أَرْكَانُ الصَّلَاةِ﴾ فرائضِ نماز

نماز کے (۵) پانچ رکن ہیں، اور وہی اس کے فرض بھی ہیں، جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، خواہ اس (فرائض) کو جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا بھول کر۔

(۱) قیام : کھڑا ہونا، نماز میں کھڑے ہونے پر قدرت (طاقت) کے باوجود بغیر قیام (کھڑے ہوئے) کے نماز درست نہیں ہوتی۔⁽¹⁾

فرض اور واجب نمازوں میں کھڑا ہونا فرض ہے۔

اور نفل نمازوں میں کھڑا ہونا فرض نہیں ہے، پس نوافل (نمازیں) کھڑے ہونے

---

(۱) اتنی دیر تک کھڑا رہنا فرض ہے جس میں اس قدر قرأت کی جا سکے جو فرض ہے۔

پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔

(۲) قرأت: قرآن کریم کا پڑھنا اگرچہ ایک چھوٹی ہی آیت ہو①۔
بغیر قرأت کے نماز درست نہیں ہوتی۔ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے، واجب اور نفل نماز کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔ (امام کے قرأت کرنے کی وجہ سے) مقتدی سے قرأت ساقط ہو جاتی ہے، قرأت کرنا ان کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) رکوع کرنا: بغیر رکوع کے نماز درست نہیں ہوتی۔
رکوع کے فرض کی مقدار سر اتنا جھکانے سے ادا ہو جاتی ہے، کہ اس کا جھکنا رکوع کی حالت کے قریب ہو جائے۔
اور صحیح طرح رکوع ریڑھ کی ہڈی کو اس طور پر موڑنے سے ادا ہوتا ہے کہ سر اور سرین(۲) برابر ہو جائے۔

(۴) سجدہ کرنا: ہر رکعت میں دو سجدہ کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔
سجدہ کا فرض مقدار پیشانی کے کسی جز کو (ناک یا پیشانی میں سے) اور دونوں ہاتھوں میں سے کسی ایک ہاتھ، اور دونوں گھٹنوں میں سے کسی ایک گھٹنہ، دونوں قدموں میں سے کسی ایک قدم کا کچھ حصہ بھی زمین سے لگ جائے تو سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔
اور مکمل سجدہ دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں، دونوں پاؤں، پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھنے سے ادا ہوتا ہے۔
اور سجدہ درست نہیں ہوتا مگر یہ کہ ایسی چیز پر کیا جائے جس پر پیشانی ٹک سکے یعنی وہ دھنسنے والی چیز نہ ہو، جیسے، موٹے ڈنلپ کا گدہ وغیرہ اسطور پر کہ اگر سجدہ کرنے

---

(۱) یعنی اتنی مقدار پڑھنا فرض ہے مثلاً کسی نے صرف سورۃ فاتحہ پڑھ کر ہی رکوع کر دی یا سورہ فاتحہ کی چند آیت ہی پڑھ لیا، تو فرض کی مقدار ادا ہو گئی، مگر سورۃ کا ملانا واجب ہے اسے ترک کر دیا بھول کر تو سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی، اگر جان کر چھوڑ دیا تو اس کی نماز نہ ہو گا۔

(۲) چوتڑ

والا سجدہ کرنے میں مبالغہ کرے (زور سے سر کو دبا کر سجدہ کرے) تو اس کا سر اس حالت سے نیچے نہ جائے جس حالت میں اس نے رکھا تھا۔

اور سجدہ کرنے میں صرف ناک پر اقتصار کرنا یعنی صرف ناک زمین پر رکھنا اور پیشانی نہ رکھنا درست نہیں مگر جب عذر ہو۔

جس نے اپنی ہتھیلی، یا اپنے کپڑے کے کنارے پر سجدہ کیا (یعنی اس پر سر کو رکھا یا اسی طرح پگڑی کے پیچ پر) تو کراہت کیساتھ جائز ہے۔

اور سجدہ کے صحیح ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ سجدہ کرنے کی جگہ دونوں قدموں کی جگہ سے نصف گز سے (آدھی گز) زیادہ اونچی نہ ہو، اور اگر سجدہ کرنے کی بلندی نصف گز سے زیادہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔ مگر جب سخت بھیڑ ہو تو سجدہ جائز ہے۔

(۵) قعدہ اخیرہ: میں تشہد پڑھنے (التحیات پڑھنے) کی مقدار بیٹھنا۔(۱)

بعض فقہاء نے نمازی کا اپنے ارادہ سے نماز سے نکلنے کو فرض سمجھا ہے۔

لیکن محققین کے نزدیک یہ فرض نہیں ہے بلکہ وہ واجب ہے۔

﴿وَاجِبَاتُ الصَّلٰوۃِ﴾ واجباتِ نماز

(نیچے) آنے والی (۱۵) باتیں نماز میں واجب ہیں، جس نے ان امور میں سے کسی ایک کو بھول کر چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناقص ہو جائے گی اور سجدہ سہو سے اس نقص کی تلافی ہو جائے گی۔

اور اگر کسی نے جان بوجھ کر (ان واجبات کو) چھوڑا تو اس کیلئے نماز کا لوٹانا واجب ہے (سجدہ سہو سے کام نہ چلے گا) ورنہ گنہگار ہوگا۔

(۱) خاص کلمہ (اللہ اکبر) کے ذریعہ سے نماز شروع کرنا۔

(۲) فرض (نماز) کی پہلی دو رکعت، اور وتر و نفل کی تمام رکعتوں میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا۔

---

(۱) اور اگر چار رکعت والی نماز ہو جس میں دو قعدہ ہو تو قعدہ اولی میں التحیات کے بقدر بیٹھنا واجب ہے، اور التحیات کا پڑھنا بھی واجب ہے۔

(٣) ایک چھوٹی سورت کا، یا تین چھوٹی آیتوں کا سورہ فاتحہ کے بعد پڑھنا، فرض کی پہلی دو رکعت اور (سنت) نفل اور وتر کی تمام رکعتوں میں (یعنی فرض کے علاوہ تمام نمازوں کی سب رکعتوں میں)۔

(٤) سورہ فاتحہ کا سورۃ سے پہلے پڑھنا۔

(٥) دوسرے سجدہ کا ادا کرنا پہلے سجدہ کے بعد بغیر فصل کے۔

(٦) تعدیلِ ارکان: تمام ارکان کو اطمینان وسکون کے ساتھ ادا کرنا۔(١)

(٧) قعدہ اُولیٰ میں تشہد (التحیات پڑھنے) کی مقدار بیٹھنا۔

(٨) قعدہ اولیٰ میں تشہد کا پڑھنا اور اسی طرح قعدہ اخیرہ میں تشہد کا پڑھنا۔

(٩) تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کیلئے بغیر کسی تاخیر کے جلدی کھڑا ہونا۔

(١٠) نماز کو دو مرتبہ السلام علیکم کہہ کر ختم کرنا۔

(١١) سورہ فاتحہ اور سورۃ سے فارغ ہونے کے بعد وتر کی تیسری رکعت میں دعاء قنوت کا پڑھنا۔

(١٢) عیدین میں چھ تکبیریں زائد کہنا، تین تین تکبیر ہر رکعت میں۔

(١٣) عیدین کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع والی تکبیر کہنا۔

(١٤) امام کا بلند آواز سے قرأت کرنا فجر میں مغرب، عشاء، کی پہلی دو رکعتوں میں جمعہ، عیدین، تراویح، اور رمضان المبارک کے وتر کی نماز میں۔

اور منفرد (تنہا نماز پڑھنے والے) کو جہری نماز میں اختیار ہے، چاہے تو قرأت بلند آواز سے کرے یا آہستہ سے کرے۔

مگر جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھنا ہی افضل ہے۔

(١٥) ظہر، وعصر میں اور مغرب کی آخری رکعت میں اور اسی طرح عشاء کی آخری دو

---

(١) تعدیل ارکان کے معنی رکوع میں، سجدہ میں، رکوع وسجدہ کے درمیان، اور دو سجدے کے درمیان جلدی نہ کرنا بلکہ کم از کم ایک تسبیح کی مقدار اطمینان سے اسطرح ٹھہرنا کہ ہر عضو اپنی جگہ پر پہنچ جائے۔
امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے،

رکعتوں میں اور دن کی نفل نمازوں میں امام اور منفرد کا آہستہ (قرأت) پڑھنا واجب ہے۔

جو شخص عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں (بھولے سے) سورۃ چھوڑ دے تو وہ اسے آخر والی دونوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ (سورۃ) بلند آواز سے پڑھیں اور سجدہ سہو کرلیں۔

اور جس نے پہلی دو رکعت میں سورۃ فاتحہ چھوڑ دیا تو آخری والی دو رکعتوں میں (سورۃ فاتحہ) کو دوبارہ نہیں پڑھے گا، بلکہ سجدہ سہو کرے گا چھوٹے ہوئے کی تلافی کے لئے۔

﴿سُنَنُ الصَّلَاةِ﴾ نماز کی سنتیں

مندرجہ ذیل (۴۳) باتیں نماز میں سنت ہیں۔

اس پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ نماز کامل اور نبی اکرم ﷺ کے قول ﴿صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ﴾ یعنی تم لوگ اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو) کے مطابق ہو جائے۔

(۱) اپنے سر کو جھکائے بغیر تکبیر تحریمہ کے وقت سیدھا کھڑا ہونا۔
اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھنا سنت ہے۔

(۲) تکبیر تحریمہ سے پہلے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا (مردوں کو کانوں کی لو تک اور عورتوں کو شانہ تک) مقتدی کی تکبیر تحریمہ امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہونا۔

(۳) ہاتھوں کو اٹھاتے وقت دونوں ہتھیلی اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا۔

(۴) ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیوں کا اپنی حالت پر چھوڑ دینا نہ زیادہ ملانا اور نہ ہی زیادہ کشادہ کرنا۔

(۵) (تکبیر تحریمہ کے فوراً بعد) ہاتھ باندھ لینا مردوں کو ناف کے نیچے (اور عورتوں کو سینے پر)

(۶) اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھنا، چھنگلیاں اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر گٹے کو پکڑنا، درمیانی تین انگلیوں کو کلائی پر رکھنا۔

(۷) دونوں ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھنا، ثناء پڑھنا، ثناء یہ ہے ﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالیٰ جَدُّکَ وَلَا إِلٰهَ غَیْرُکَ﴾ ترجمہ: اے اللہ! تیری ہی ذات پاک اور حمد کے لائق ہے، اور تیرا نام بابرکت ہے، اور تیرا مرتبہ بلند ہے، اور تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، یعنی نہ کوئی پیڑ و پودے، نہ قبر و مزار، نہ بزرگوں ولیوں، کوئی بھی نہیں اور نہ ہی سجدہ کیا جائے گا، اور نہ اس سے مرادیں مانگی جائیں گی، اور نہ ان کی قبروں پر چڑھاوا چڑھایا جائے گا۔

جو لوگ قبروں پر سجدہ کرتے ہیں یا صاحب قبر کو حاضر و ناظر مانتے ہیں، وہ توبہ کریں اور اپنے ایمان کی تجدید کریں، اور اسلام میں مکمل طور پر داخل ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا أیھا الذین امنوا ادخلوا فی السِلْمِ کافَّةً، اے ایمان والو! اسلام میں پورے طور پر داخل ہو جاۓ۔

(۸) سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے تعوّذ ﴿أعوذُ باِللہ من الشَّیطٰنِ الرَّجِیم﴾ پڑھنا۔

(۹) اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے تسمیہ ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ پڑھنا

(۱۰) سورۃ فاتحہ کے بعد آہستہ سے آمین کہنا۔

(۱۱) قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا۔

(۱۲) فجر اور ظہر کی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد طوالِ مفصل میں سے پڑھنا۔

طوالِ مفصل سورۃ حجرات سے لے کر سورۃ بروج تک کی سورتیں کہلاتی ہیں۔

اور عصر، اور عشاء میں اوساطِ مُفصّل میں سے پڑھنا، اوساطِ مفصل، سورۃ بروج سے لے کر سورۃ لم یکن تک کی سورتیں کہلاتی ہیں۔

اور مغرب میں قِصارِ مُفصّل، پڑھنا جو سورۃ زلزال سے والناس تک کی سورتیں کہلاتی ہیں۔

(۱۳) صرف فجر کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے لمبی کرنا، درمیانی رفتار سے قرآن پڑھنا۔

(۱۴) رکوع کی تکبیر کہنا۔

(۱۵) رکوع میں اپنے ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑنا، (اور گھٹنوں کو پکڑنے میں) انگلیوں کو کشادہ (کھلی ہوئی) رکھنا۔

(۱۶) رکوع کی حالت میں اپنی پیٹھ کو بچھا دینا، اور اپنے سر کو اس طور پر جھکا دینا کہ سر، سرین کے برابر ہو جائے، اور اپنی پنڈلیوں کو سیدھی رکھنا۔(۱)

(۱۷) رکوع میں کم سے کم تین مرتبہ (سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ) کہنا۔ (میرے پروردگار کی ذات بلند ہے اور پاک ہے)

(۱۸) مرد کو رکوع میں اپنے ہاتھوں کو پہلو سے الگ رکھنا۔

(۱۹) رکوع سے سر اٹھاتے وقت امام کا (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حمدہ) کہنا، اور مقتدی کا چپکے سے (ربَّنا لَکَ الْحَمْدُ) کہنا اور منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والے کو) دونوں کہنا۔

(۲۰) سجدہ کی تکبیر کہنا۔

(۲۱) سجدہ میں جاتے وقت سب سے پہلے دونوں گھٹنوں کو رکھنا، پھر دونوں ہاتھوں کو رکھنا، پھر ناک رکھنا، پھر پیشانی رکھنا۔

(۲۲) سجدہ کی حالت میں اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان پیشانی رکھنا۔

(۲۳) سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے چہرہ، (پیشانی پھر ناک) پھر دونوں ہاتھوں کو، پھر دونوں گھٹنوں کو اٹھانا۔

(۲۴) سجدہ میں اپنے پیٹ کو اپنی ران سے اور کہنیوں کو پہلوؤں سے اور ہاتھوں کو زمین

---

(۱) لوگ عموماً اس میں غلطی کرتے ہیں کہ سنت کے مطابق رکوع نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی مشق کرنے کی فکر کرتے ہیں، اپنا کوئی کام بگڑ جاتا ہے تو اسے بار بار ٹھیک کرتے ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے جو طریقہ بتایا وہ اگر بگڑ گیا تو اسے ٹھیک کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ یاد رکھنا چاہئے وہ کامل مومن ہو نہیں سکتے جب کہ اللہ کے رسول کی باتیں ان کے افعال اپنے باپ ماں بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

ور رکھنا۔

ں حالت میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھنا۔

ی حالت میں دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھنا۔(۱)

میں کم سے کم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی تین مرتبہ کہنا۔ (میرے رب کی ذات
سے بلند اور پاک ہے)۔

سے اٹھتے وقت (اٹھنے کی) تکبیر کہنا۔

سے اٹھتے وقت نہ بیٹھنا اور نہ ہاتھوں کو زمین سے ٹیک لگا کر کھڑا ہونا، مگر
عذر ہو (تو ٹیک لگا کر اٹھنا کوئی بات نہیں)

ں سجدوں کے درمیان دونوں ہاتھوں کا دونوں رانوں پر رکھنا، جیسا کہ تشہد
نے کی حالت میں ان دونوں کو رکھتے ہیں۔

میں بائیں پاؤں کو پھیلا دینا اور داہنے پاؤں پر ٹیک لگا کر قعدہ اولیٰ اور قعدہ
میں بیٹھنا اور اپنی (داہنے پاؤں کی) انگلی کو قبلہ رخ کر کے کھڑی رکھنا۔

ر میں اپنی شہادت والی انگلی کو "لا إلہ" کہتے وقت اٹھا کر اشارہ کرنا، اٹھا دینا)
إلا اللہ" کہتے وقت گرا دینا، اور قعدہ اخیرہ میں بھی ایسا ہی کرنا۔

ر، عصر، عشاء کی آخری دو رکعتوں، اور مغرب کی آخری رکعت میں سورۃ فاتحہ کا
تا۔

د کے بعد قعدہ اخیرہ میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا۔

د شریف کے بعد اپنے لئے نبی اکرم ﷺ سے منقول دعاؤں کا پڑھنا (یعنی وہ
ئیں جو قرآن و حدیث سے منقول ہوں) اور منقول دعا یہ ہے ﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی
مْتُ نَفْسِی ظُلْماً کَثِیْراً وَ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِی

طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ سجدہ میں جاتے ہیں تو دونوں پاؤں کو زمین سے الگ رکھے رہتے ہیں تو
یں اگر دونوں پاؤں کی انگلیاں ایک تسبیح کے بقدر زمین سے نہ لگی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا اور نماز بھی
لی پھر سے ادا کرنی ہوگی۔

مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

ترجمہ : اے اللہ! میں نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا، اور تیرے سوا کوئی گناہ کو معاف نہیں کر سکتا، آپ میری مغفرت فرما دیجئے، اور مجھ پر رحم فرمایئے، یقیناً آپ ہی گناہوں کو بخشنے والے اور خوب رحم کرنے والے ہیں۔

(۳۶) دائیں اور بائیں (دونوں طرف) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے متوجہ ہونا۔

(۳۷) امام کا تکبیر انتقالی کو زور سے کہنا اور مقتدی کو آہستہ سے کہنا (۱)

(۳۸) امام کا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کو زور سے کہنا اور مقتدی کا آہستہ سے کہنا۔

(۳۹) امام کا سلام پھیرتے وقت (اپنے داہنے طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں اور نیک جنوں کی نیت کرنا (اور اسی طرح بائیں طرف پھیرتے وقت بائیں جانب فرشتوں مقتدیوں اور جنوں کی نیت کرنا) اور مقتدی کا امام کے ساتھ امام کی جانب والے قوم کی بھی نیت کرنا، اور منفرد کا صرف فرشتوں کی نیت کرنا۔

(۴۰) دوسرے سلام کی آواز کو پہلے سلام کی آواز سے پست کرنا۔

(۴۱) سلام کی ابتدا داہنی طرف سے کرنا۔

(۴۲) مقتدی کا سلام امام کے سلام سے ملا ہوا ہونا۔

(۴۳) مسبوق (جس کی ایک رکعت، یا دو رکعت، یا تین رکعت یا چار رکعت چھوٹ گئی ہو اور وہ اما ا کے ساتھ شریک ہو گیا ہو) کو امام کے دونوں سلام پھیرنے کا انتظار کرنا۔ پس مسبوق امام کے دونوں سلام سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی نماز کو مکمل کرنے کے لئے کھڑا نہ ہوگا یعنی امام کے سلام دونوں طرف پھیرنے کے بعد ہی کھڑا ہوگا:

---

(۱) بہت ہی اہم بات ہے۔ اسے دماغ میں جگہ دینے کی ضرورت ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ جس کی آواز تھوڑی اچھی ہوتی ہے وہ تکبیرِ انتقال کو اس انداز میں کہتے ہیں کہ اس کے اندر مد بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے رکن میں چلے جانے کے بعد بھی ان کی تکبیر ختم نہیں ہوتی۔ تکبیر انتقالی اس تکبیر کو کہتے ہیں جو صرف پہلی تکبیر کے بعد کہی جاتی ہے : یعنی رکوع میں جاتے وقت اللہ اکبر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سمع اللہ لمن حمدہٗ سجدہ میں جاتے وقت اللہ اکبر۔ کہنا یہ ساری تکبیریں تکبیرِ انتقالی کہلاتی ہیں یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے والی تکبیریں۔ امام حضرات خاص اس کا خیال رکھیں، اور اپنی اصلاح سے غافل نہ رہیں۔

فائدہ: رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں پھیلی ہوئی ہوں اور سجدہ میں یہ انگلیاں ملی ہوئی ہوں (پیارے نبی کی پیاری سنتیں)

﴿مُسْتَحَبَّاتُ الصَّلٰوۃِ﴾ مستحباتِ نماز

مندرجہ ذیل (۱۰) باتیں نماز میں مستحب ہیں، جس کی رعایت رکھنا بہتر اور اولیٰ ہے تاکہ نماز کامل طور سے ادا ہو سکے۔

(۱) (مردوں کے لئے) تکبیرِ تحریمہ کے وقت اپنی چادر یا آستین سے اپنے دونوں ہاتھوں کو باہر نکالنا، اور عورت اپنی ہتھیلی نہیں نکالے گی۔

(۲) نمازی کی نگاہ قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں سجدہ کی جگہ ہونا۔

(۳) رکوع کی حالت میں اس کی نگاہ دونوں قدم پر ہونا۔

(۴) نمازی کی نگاہ سجدہ کی حالت میں ناک کے بانسہ پر ہونا۔

(۵) بیٹھنے کی حالت میں اس کی نگاہ گود میں ہونا۔

(۶) سلام پھیرتے وقت اس کی نگاہ دونوں مونڈوں پر ہونا۔

(۷) اپنی طاقت کے بقدر کھانسی اور جمائی کو روکنا۔

(۸) سخت ضرورت کے بنا پر جمائی آئے تو (اگر حالتِ قیام میں آئے تو داہنے ہاتھ کی پشت سے ورنہ بائیں ہاتھ کی پشت سے) منہ بند کر لینا۔

(۹) قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ میں خاص کر التحیات جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے پڑھنا۔

(۱۰) خاص کر وتر میں ﴿اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ، وَنَسْتَغْفِرُکَ، وَنُؤْمِنُ بِکَ، وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ، وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ، وَنَشْکُرُکَ، وَلَا نَکْفُرُکَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُکُ، مَنْ یَفْجُرُکَ، اَللّٰھُمَّ إِیَّاکَ نَعْبُدُ، وَلَکَ نُصَلِّیْ، وَنَسْجُدُ، وَإِلَیْکَ نَسْعٰی، وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ، وَنَخْشٰی عَذَابَکَ، إِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ﴾

﴿ مُفسِدَاتُ الصَّلوٰةِ ﴾

نماز کو فاسد (خراب) کر دینے والی چیزیں

مندرجہ ذیل (۳۱) باتوں میں سے (نماز کے اندر) کسی ایک کے پائے جانے پر نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱) شرائط نماز میں سے کسی شرط کا چھوڑ دینا۔

(۲) نماز کے رکنوں میں سے کسی رکن کا چھوڑ دینا۔

(۳) نمازی کا نماز کے درمیان گفتگو کر لینا، خواہ جان بوجھ کر کرنا، یا بھول کر، یا غلطی سے۔

(۴) نمازی کا ایسی دعا کرنا جو لوگوں کے کلام کے مشابہ ہو، مثلاً یہ کہے کہ اے اللہ! ہماری شادی فلاں سے کرا دے، یا مجھے سیب کھلا دے وغیرہ وغیرہ۔

(۵) کسی کو سلام کرنا، یا کسی کے سلام کا جواب زبان سے دینا، یا مصافحہ کرنا، خواہ سلام جان بوجھ کر کیا، یا بھول کر یا غلطی سے۔

جہاں تک سلام کا جواب اشارہ سے دینے کی بات ہے تو (اس عمل سے) نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۶) عملِ کثیر کر لینا۔ عمل کثیر اس کو کہتے ہیں کہ نمازی ایسا کام کرے کہ دوسرا دیکھنے والا شخص یہ گمان کرے (اس کے بارے میں) کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

خلاصہ: دونوں ہاتھوں سے کوئی کام نماز کی حالت میں کرنا۔

(۷) اپنے سینہ کو قبلہ سے پھیر لینا، سوائے اس شخص کے جسے حدث لاحق ہو گیا ہو اور وہ وضو کرنے کے لئے نکلا ہو اور اپنا سینہ قبلہ سے پھیر لیا ہو، تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

(۸) نمازی کا کوئی چیز کھانا، پینا، اگرچہ وہ چیز جو کھائی گئی ہے یا پی گئی چیز تھوڑی ہی کیوں

نہ ہو۔

(۹) نمازی کا اپنی دانت سے اٹکی ہوئی چیز کا کھالینا جو کہ چنا کے دانے کے بقدر ہو (جہاں تک چنا سے کم کی بات ہے تو اس کے کھانے سے نماز فاسد نہ ہوگی)

(۱۰) جب بغیر ضرورت، کے کھانسی کرے۔(۱)

(۱۱) جب وہ آہ، اُف، یا کراہنے لگے۔ جب کہ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہ پیدا ہوئی ہوں۔(۲)

مگر اس مسئلہ سے وہ مریض الگ ہے جو کراہنے، یا آہ، اُف کرنے کو روکنے پر قادر نہ ہو تو (عذر کی وجہ سے) اس کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

(۱۲) جب زور سے رو پڑے اور یہ زور سے رونا اللہ تعالیٰ کے خوف یا جنت و دوزخ کے ذکر سے نہ ہو بلکہ کسی تکلیف و مصیبت کی وجہ سے ہو۔

(۱۳) نمازی کے سترِ عورت کا نماز کے درمیان ایک رکن کے ادا کرنے کی مدت تک کھلا رہنا۔

(۱۴) نمازی کے کپڑے، یا بدن میں ایک رکن کی ادائگی کے بقدر نجاست کا لگا رہنا

(۱۵) جنوں کا تاری ہوجانا۔

(۱۶) نمازی پر بیہوشی کا غلبہ ہوجانا۔

(۱۷) فجر کی نماز میں سورج کا طلوع ہوجانا۔

(۱۸) عیدین کی نماز میں زوال کے وقت کا داخل ہوجانا۔

(۱۹) جمعہ کی نماز میں عصر کے وقت کا داخل ہوجانا۔

(۲۰) نمازی کا تیمم سے ہونا اور پانی پالینا اور اس کے استعمال پر قادر بھی ہوجانا۔

---

(۱) مگر جب کسی عذر کی بنا پر کھانسی کرے، یا (امام ہو) تو اپنی آواز کو درست کرنے کے لئے کھانسی کرے، یا امام کو غلطی سے آگاہ کرنے کے لئے کھانسی کرے تو ان ساری صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح وہ کسی کو بتانے کے لئے کھانسی کرے تو بھی نماز فاسدہ نہ ہوگی۔

(۲) اگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے، یا جنت و دوزخ کے تذکرے سے روئے گا یا گریہ وزاری کرے گا تو ان ساری صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۲۱) نمازی بالقصد وضو توڑے یا دوسرے کی وجہ سے اس کا وضو ٹوٹ جائے۔ (۱)

(۲۲) ’’اَللّٰہ اکبر‘‘ کے ’’ھمزہ‘‘ کو خوب کھینچ دینا یعنی ’’آللّٰہ اکبر‘‘ کہنا۔

(۲۳) قرآن شریف سے (دیکھ کر) پڑھنا۔

(۲۴) (نمازی کا) کسی رُکن کا نیند کی حالت میں ادا کرنا اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد اس رُکن کا اعادہ نہ کرنا، یعنی اس کو نہ لوٹانا۔

(۲۵) صاحب ترتیب کو اپنی چھوٹی ہوئی نماز کا یاد آجانا، جسکی اس نے اب تک قضا نہ کی ہو۔

(۲۶) امام کا ایسے شخص کو امامت کی ذمہ داری سونپ دینا جو حقیقتاً امامت کے لائق نہ ہو۔

(۲۷) جب نمازی کو یہ گمان ہو جائے کہ اسے حدث لاحق ہو گیا ہو اور وہ مسجد سے باہر نکل گیا یا (کم سے کم) صف سے نکل گیا ہو یا سُترہ سے آگے بڑھ گیا۔

(۲۸) نماز کی حالت میں زور سے ہنس پڑنا۔

(۲۹) جب نماز میں اپنے موزے کو نکال لینا خواہ یہ نکالنا عملِ قلیل سے ہو، یا عملِ کثیر کے ذریعہ۔

(۳۰) مقتدی کا اپنے امام سے کسی رکن کی ادائیگی میں سبقت (آگے) کر جانا، اس طور پر کہ وہ امام کے ساتھ اس رکن میں شریک نہ ہو سکے، مثلاً مقتدی نے امام سے پہلے رکوع کر لیا اور امام کے رکوع میں جانے سے پہلے سر اٹھا لیا اور امام کے ساتھ اس رکن کا اعادہ نہ کیا۔

(۳۱) دورانِ نماز جنابت لاحق ہو جانا، خواہ وہ کسی عورت کو دیکھنے کی وجہ سے ہو، یا اس کی خوبصورتی کے خیال میں ڈوبنے کی وجہ سے، یا احتلام کی وجہ سے۔

نوٹ: میں نے ان سارے جملوں میں خوبصورتی باقی رکھنے کی وجہ سے مصدر کا معنی کر دیا ہے۔

---

(۱) لیکن جب نمازی کو حدث لاحق ہو گیا ہو بغیر جان بوجھ کر تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ وہ مسجد سے نکل کر وضو کرے گا اور آ کر اسی جگہ اپنی نماز (جہاں سے ٹوٹ گئی تھی) اس کے آگے سے شروع کرے گا۔

﴿اَلْأُمُوْرُ الَّتِیْ لَا تَفْسُدُ بِهَا الصَّلَاةُ﴾

وہ باتیں جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مندرجہ ذیل (۴) باتوں کے پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

(۱) جب نمازی نماز سے نکلنے کے لئے بھول کر سلام پھیر دے۔

(۲) جب نمازی کے سجدہ کی جگہ سے کوئی گزر جائے۔

(۳) جب اپنی دانت سے لگی ہوئی چیز کھالے اور وہ چنے کے دانے سے کم ہو۔

(۴) جب (نماز میں) کسی تحریر کو دیکھ لے اور اسے پڑھ کر دل ہی دل میں سمجھ بھی لے۔

﴿اَلْأُمُوْرُ الَّتِیْ تُکْرَہُ فِی الصَّلَاةِ﴾

وہ باتیں جو نماز میں مکروہ ہیں۔

مندرجہ ذیل (۵۲) باتیں نماز میں مکروہ ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہئے تاکہ نماز میں کوئی کمی نہ ہو۔

(۱) نماز کی سنتوں میں سے کسی بھی سنت کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا۔

(۲) کپڑے یا بدن سے کھیلنا۔

(۳) معمولی کپڑے میں نماز پڑھنا جس (کپڑے کو پہن کر وہ) اچھے لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔(۱)

(۴) نماز کی حالت میں کسی چیز پر ٹیک لگانا۔

(۵) بغیر ضرورت کے گردن کو دائیں بائیں موڑنا۔

---

(۱) اکثر اس میں کوتاہی کرتے ہیں کہ گھٹیا، یا پرانا کپڑا پہن کر مسجد میں جاتے ہیں، اور عمدہ کپڑے کو شادی بیاہ، سیر و تفریح، کے لئے رکھتے ہیں تاکہ لوگ اچھا کہیں۔ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ یعنی اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنے زینت کے لباس کو پہن لیا کرو، دوستو! یہ کس کیلئے کہا؟ کیا اس کے مطابق ہم عمل کرتے ہیں؟ ہم اگر قرآن و حدیث کی باتوں پر عمل نہ کریں گے تو کس کی بات اس سے اچھی ہو سکتی ہے کہ جس پر عمل کیا جائے۔

(۶) کسی آدمی کے سامنے نماز پڑھنا، یعنی دونوں کا منہ ایک دوسرے کے سامنے ہو

(۷) پیشاب، یا پاخانہ، یا ریاح کے محسوس ہونے کے وقت نماز پڑھنا۔

(۸) کسی دوسرے کی زمین میں بغیر اس کی خوشنودی کے نماز پڑھنا۔

(۹) آگ کے سامنے، یا ایسی بھٹی کے سامنے جس میں آگ ہو نماز پڑھنا۔

(۱۰) کسی نامناسب جگہ میں نماز پڑھنا، جیسے کہ غسل خانہ، یا بیت الخلاء۔

(۱۱) راستے میں نماز پڑھنا۔

(۱۲) قبرستان میں نماز پڑھنا۔

(۱۳) نجاست کے قریب نماز پڑھنا۔

(۱۴) اتنی کم لگی ہوئی (بدن میں) نجاست کے ساتھ نماز پڑھنا جس کے ساتھ بغیر عذر کے نماز جائز ہے۔

(۱۵) ایسے کپڑے (پہن کر) نماز پڑھنا جس میں جاندار کی تصویر ہو۔

(۱۶) ایسی جگہ میں نماز پڑھنا جس میں تصویر (لٹکی ہوئی) ہو، خواہ وہ تصویر سر کے اوپر ہو، یا سامنے، یا پیچھے۔

(۱۷) انگلیوں کو چٹخانا۔

(۱۸) ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

(۱۹) بغیر کسی عذر کے آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔

(۲۰) کتے کی طرح بیٹھنا۔

(۲۱) سجدہ میں دونوں بازوؤں کو زمین پر بچھا دینا۔

(۲۲) اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے پہلو پر رکھنا (یعنی کوکھ پر رکھنا)۔

(۲۳) اپنی آستین کو اپنے بازوؤں سے سمیٹ دینا، آستین چڑھا کر نماز پڑھنا۔

(۲۴) صرف تہہ بند، یا پائجامہ، پہن کر نماز پڑھنا قمیص پہننے پر قدرت کے باوجود۔

(۲۵) بغیر کسی عذر یا کسی مصلحت کے سر کھول کر نماز پڑھنا۔(۱)

(۲۶) اس صف کے پیچھے نماز پڑھنا جس میں گنجائش اور کھڑے ہونے کی جگہ ہو۔

(۲۷) قرآن کریم کی آیتوں اور تسبیح کو انگلیوں پر گننا۔

(۲۸) ایسی مٹی کا چہرے سے صاف کر دینا جو کہ نماز کے درمیان تکلیف کا باعث نہ ہو۔

(۲۹) بغیر عذر کے سجدے میں پیشانی پر ہی اکتفا کرنا (یعنی ناک زمین پر نہ رکھنا)

(۳۰) کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا جب کہ کھانے کی خواہش بھی ہو۔

(۳۱) (نماز میں پڑھنے کے لئے) کسی سورت کو متعین کرنا اور اس کے علاوہ دوسری سورت نہ پڑھنا (بغیر عذر کے)۔

(۳۲) فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کو پڑھنا، جب کہ اس کے علاوہ دوسری سورتیں یاد ہوں۔

اگر کسی عذر کے بنا پر سورت متعین کر لیا، یا نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم، پر چلنے، کے غرض سے متعین کیا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔

(۳۳) جان بوجھ کر فرض نمازوں میں سورت کو (جس طرح لکھی ہوئی ہیں) ترتیب کے خلاف پڑھنا۔(۲)

(۳۴) دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے بہت زیادہ لمبی کر دینا۔(۳)

(۳۵) اپنے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو سجدہ، یا اس کے علاوہ دوسری حالت میں غیر قبلہ کی طرف کرنا۔

(۳۶) اپنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا یا کسی ذی روح (روح والی) کی تصویر پر سجدہ کرنا۔

(۳۷) فرض نماز میں دونوں سورتوں کے درمیان کسی چھوٹی سورت کے ذریعہ سے فصل کر دینا۔ (یعنی بیچ میں ایک چھوٹی سورت کو چھوڑ دینا اور اس کے اوپر اور نیچے والی بڑی سورت کو پڑھنا) جیسے کہ پہلی رکعت میں سورۃ ’’تکاثر‘‘ پڑھے اور دوسری

---

(۱) جہاں تک سر کو کسی عذر، یا اپنے آپ کو حقیر و کمزور سمجھنے کی وجہ سے کھولا تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔

(۲) مگر جب بھول کر ترتیب کے برخلاف ہو جائے تو نماز مکروہ نہیں ہوگی۔

(۳) اگر دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے دو، یا تین آیتیں لمبی کی تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔

رکعت میں سورۃ "ھمزہ" پڑھ لے اور ان دونوں کے درمیان سورۃ العصر چھوڑ دے۔

(۳۸) رکوع کی حالت میں دونوں گھٹنوں پر ہاتھوں کو نہ رکھنا۔

(۳۹) تشہد اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو رانوں پر نہ رکھنا۔

(۴۰) جمائی کرنا، اگر جمائی غالب ہو تو اس کو روکنا چاہئے اس طور پر کہ اپنے داہنے ہاتھ کی پشت کو (قیام کی حالت میں) منہ پر رکھ لے۔

(۴۱) اشارہ سے سلام کا جواب دینا۔

(۴۲) کھٹمل کو پکڑ کر مار ڈالنا۔

(۴۳) اپنے سر پر اس طرح رومال باندھ کر نماز پڑھنا کہ سر کے بیچ کا حصّہ کھلا رہے۔

(۴۴) اپنی چوٹی باندھ کر نماز پڑھنا۔

(۴۵) رکوع وسجود کی حالت میں اپنے آگے یا پیچھے سے مٹی لگنے کے ڈر سے کپڑا اٹھا لینا۔

(۴۶) کپڑے کو لٹکائے رکھنا اس طور پر کہ کپڑے کو سر یا کندھے پر ڈال لے اور اس کے دونوں کناروں کو بغیر لپیٹے چھوڑ دے۔

(۴۷) ٹخنوں سے نیچے تہہ بند (لنگی) پائجامہ (یا پینٹ، اور چوغا کو لٹکائے رکھنا)۔

(۴۸) قرأت کے مکمل ہونے سے پہلے رکوع کر لینا، اور اس (قرأت) کو رکوع میں مکمل کرنا۔

(۴۹) امام کا کامل طور پر بغیر عذر کے محراب میں کھڑا ہونا۔(۱)

(۵۰) امام کا ایک گز کے بقدر اونچی جگہ میں کھڑا ہونا، یا ایک گز کے بقدر نیچی جگہ میں تنہا کھڑا ہونا بغیر عذر کے۔

اگر امام کے ساتھ مقتدیوں میں سے کوئی مقتدی کھڑا ہو جائے تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔

---

(۱) جہاں تک امام کا محراب سے باہر کھڑے ہونے اور محراب کے اندر سجدہ کرنے کی بات ہے یا جگہ کی تنگی کی وجہ (ان صورتوں میں کہ) محراب کے اندر کھڑے ہونے کی بات ہے تو نماز مکروہ (ایسی صورت میں) نہ ہوگی۔

(۵۱) بغیر کسی مصلحت کے نماز کے اندر اپنی آنکھیں بند کر لینا۔(۱)

(۵۲) اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے رکھنا۔

﴿ اَلْأُمُوْرُ الَّتِي لَا تُكْرَهُ فِي الصَّلَاةِ ﴾

وہ باتیں جو نماز کے اندر مکروہ نہیں ہیں

مندرجہ ذیل (۱۰) باتیں نماز میں مکروہ نہیں ہیں۔

(۱) بغیر اِدھر اُدھر چہرہ پھیرے ہوئے آنکھوں کا گھمانا۔

(۲) قرآن کریم کے سامنے نماز پڑھنا۔

(۳) کسی بیٹھ کر بات کرنے والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا۔

(۴) کسی لالٹین، یا چراغ، یا اور کسی روشنی کے سامنے نماز پڑھنا۔

(۵) نفل کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کا پڑھنا۔

(۶) نماز سے فارغ ہونے کے بعد گھاس، یا مٹی اپنی پیشانی سے پوچھنا۔

اور اسی طرح نماز کے درمیان اپنی پیشانی سے اس گھاس اور مٹی کو پوچھنا جو کہ اس کے لئے تکلیف دہ ہو اور وہ اسے نماز سے غافل کر رہی ہو۔

(۷) کسی سانپ، یا بچھو، کا قتل کرنا، جب کہ ایذا پہونچانے کا اندیشہ ہو۔

(۸) کپڑے کو جھاڑنا تا کہ رکوع وسجود کی حالت میں جسم سے لپٹ نہ جائے۔

(۹) ایسے فرش پر سجدہ کرنا جس میں ذی روح (جاندار) کی تصویریں ہو جب کہ ان تصویروں پر سجدہ نہ کیا ہو (یعنی سجدہ کی جگہ پر تصویریں نہ ہوں)۔

(۱۰) کسی لٹکتی ہوئی تلوار کے سامنے نماز پڑھنا۔

---

(۱) اگر نماز کے اندر خضوع وخشوع پیدا کرنے یا دھیان نماز کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آنکھ بند کیا تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

جب آپ نماز پڑھنا چاہیں تو سیدھے کھڑے ہو جائیں، اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں کانوں کی لو تک (بغیر سر کو جھکائے ہوئے) نماز کی نیت کرتے ہوئے اٹھائیں، پھر ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ کہیں (اس طور پر کہ دونوں انگوٹھے کانوں کی لو سے مل جائیں، اور ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں، انگلیاں نہ بہت کشادہ ہوں، اور نہ ملی ہوئی ہوں) پھر بلا تاخیر تکبیر تحریمہ کے بعد اپنے دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لیں، اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو (اور بائیں کلائی کو داہنے انگوٹھے اور چھوٹی اُنگلی سے پکڑلیں اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر بچھالیں)۔ پھر (فوراً) آہستہ سے ﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا إِلٰہَ غَیْرُکَ﴾ پڑھیں (اگر کسی کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو اس دعا کو پڑھ کر چپ ہو جائیں اور اگر امام قرأت شروع کر چکا ہو تو بھی اس دعا کو نہ پڑھیں بلکہ ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ“ کہہ کر ہی چپ چاپ رہیں اور اگر تنہا نماز پڑھتا ہو یا امام ہو تو ثنا کے بعد) دھیرے سے ”اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم“ پڑھیں (مقتدی اس کو نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ اس کو قرأتِ قرآن کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ اور مقتدی پر قرأت نہیں ہے) پھر دھیرے سے ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھیں(۱)

پھر سورۃ فاتحہ پڑھیں، جب سورۃ فاتحہ سے فارغ ہو جائیں تو (منفرد اور امام سِرّی نماز میں) آہستہ سے آمین کہے (اگر کسی ایسے وقت کی نماز ہو جس میں بلند آواز سے قرأت کی جاتی ہے، تو سب مقتدی آہستہ سے آمین کہیں)(۲)

پھر کوئی سورت پڑھیں (اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت در پیش ہو تو جو سورت چاہیں پڑھیں اور اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر(۳) اور ظہر کی نماز میں ”سورۃ

---

(۱) مقتدی اس کو نہیں پڑھیں گے بلکہ امام اور تنہا نماز پڑھنے والا شخص ہی اس کو پڑھیں

(۲) امین کے الف کو بڑھا کر کہنا چاہیے۔

(۳) فجر کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کبھی ”سورۃ والطور“ پڑھتے (صحیح بخاری) کبھی ”اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ“ کبھی ”سورۃ الطارق“ (مسلم) کبھی ”سورہ یٰسین“ کبھی ”سورۃ واقعہ“ ==

حجرات“ سے ”سورۃ بروج“ تک کی سورتوں میں سے جس کو چاہیں پڑھیں فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئے، ایک دو آیت کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں، عصر اور عشاء کی نماز میں ”والسَّمَاءِ والطَّارق“ سے ”لم یکن“ کے درمیان کی سورتیں پڑھنی چاہیے۔ اور مغرب کی نماز میں ”إذا زلزلت الارض“ سے والناس، تک کی سورتیں پڑھنی چاہئے جو چاہیں) یا تین چھوٹی آیت یا ایک اتنی ہی لمبی آیت کم سے کم پڑھیں، پھر (سورت پڑھ چکنے کے بعد) ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں (رکوع اس طرح کرنا چاہیے کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر ہوں، ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ ہوں) سَر اور سرین برابر ہوں (ایسا نہ ہو کہ سر جھکا ہوا ہو اور پیٹھ اٹھی ہوئی ہو، پاؤں کی پنڈلیاں سیدھی ہوں، اور اپنے سرین کو پیچھے کی طرف نہ نکالیں بلکہ رکوع میں اپنی کمر سے اوپر والے ہی حصہ کو جھکائیں کمر سے نیچے والے حصے کو نہیں جھکائیں) اور اپنے گھٹنے کو اپنی کشادہ انگلیوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھیں (اور سرین، پیٹھ اور سر تینوں ایک برابر ہوں) پھر آپ رکوع میں کم سے کم **سبحان ربی العظیم**، تین مرتبہ کہیں پھر رکوع سے اپنا سر سَمِعَ اللّٰہُ لمن حمدہ کہتے ہوئے اٹھائیں (۱) مگر جب مقتدی ہو تو رَبَّنا لَکَ الحمد پر ہی اکتفا کرے۔ اور منفرد دونوں کہے اور اطمینان وسکون کے ساتھ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر تکبیر کہتے ہوئے (اور دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے ہوئے) سجدے میں جائیں (سجدے میں) پہلے اپنے گھٹنے کو، پھر اپنے ہاتھوں کو، پھر اپنی ناک کو، پھر پیشانی کو

== یعنی ان سورتوں کو دونوں رکعتوں میں پڑھتے تھے اور سفر کی حالت میں فجر کی نماز میں ”قل اعوذ برب الفلق“ اور ”قل أعوذُ بربّ الناس“ بھی آپ نے پڑھی (علم الفقہ) ظہر کی نماز میں ”الٓم تنزیل سجدہ“ عصر کی نماز میں ”والسماء ذات البروج“، ”والسماء والطارق“ (ابو داؤد) اور عشا کی نماز میں والشمس (نسائی) مغرب کی نماز میں قل یا أیھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد (ابن ماجہ) اسکے علاوہ اور بھی سورتیں احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اگر اتباع سنت کے خیال سے وہ سورتیں نمازوں میں پڑھی جائیں تو زیادہ ثواب ہے۔ (علم الفقہ)

(۱) امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی رَبَّنا لَکَ الحمدُ کہے اور منفرد دونوں کلمات کہے۔

اپنی ہتھیلیوں کے درمیان رکھیں، اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ ہونی چاہیے، اور اپنی ناک اور اپنی پیشانی پر بالکل سکون کے ساتھ سجدہ کریں، اس طور پر کہ پیٹ رانوں سے الگ ہوں اور بازو بغل سے الگ ہوں (اور پیٹ زمین سے اس قدر اونچا ہو کہ بکری کا بالکل چھوٹا سا بچہ درمیان سے نکل سکے) جب کہ سخت بھیڑ نہ ہو (اور دونوں پیر انگلیوں کے بل کھڑے ہوں، اس طور پر کہ انگلیاں قبلہ رخ ہوں) اور سجدہ میں کم سے کم "سبحان رَبِّیَ الأَعْلیٰ" تین مرتبہ کہیں۔

پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنی پیشانی کو پہلے اٹھائیں، پھر ناک کو، پھر دونوں ہاتھوں کو، پھر دونوں سجدے کے درمیان اطمینان وسکون کے ساتھ بیٹھیں اس طور پر کہ دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھیں، پھر تکبیر کہیں، اور دوسری مرتبہ سجدہ کریں، جیسا کہ پہلی مرتبہ کیا تھا، اور دوسرے سجدہ میں بھی کم از کم تین مرتبہ سبحان رَبِّیَ الأَعْلیٰ کہیں، پھر تکبیر کہتے ہوئے کھڑے ہوں سر کو اٹھائیں (اور اٹھیں) زمین پر بغیر ہاتھ کے ٹیک لگائے اور بیٹھے ہوئے (ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھ کر کھڑے ہوں) اور اب پہلی رکعت پوری ہوگئی، اور دوسری رکعت میں بھی پہلی رکعت کی طرح کریں، مگر تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھ نہ اٹھائیں، اور شروع کی دعا (یعنی) "ثنا" نہ پڑھیں، اور نہ ہی أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھیں بلکہ صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ہی سورہ فاتحہ پڑھیں، اور سورت شروع کرنے کے لئے بسم اللہ نہ پڑھیں کیونکہ بسم اللہ ہر رکعت کے شروع میں سورہ فاتحہ سے پہلے ہی پڑھا جاتا ہے) اور جب آپ دوسری رکعت کے سجدے سے فارغ ہو جائیں تو اپنے بائیں پاؤں کو بچھالیں، اور اس پر بیٹھ جائیں، اور اپنے دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرتے ہوئے گاڑ لیں، اور دونوں ہاتھوں کو کھلی ہوئی انگلیوں کے ساتھ رانوں پر رکھیں، پھر تشہد میں وہ دعا پڑھیں، جو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰةُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾

(انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر اور چھوٹی انگلی اور اس کے پاس کی انگلی کو بند کر کے) یعنی شہادت والی انگلی کو (آسمان کی طرف) لا إلہ کہتے وقت اٹھائیں اور إلّا اللہ کہتے وقت (شہادت کی انگلی کو) گرادیں (پھر جتنی دیر تک بیٹھیں ساری کی ساری انگلیاں اسی حالت میں رہیں گی) اگر نماز دو رکعت والی ہو مثلاً جمعہ، عیدین، فجر کی نماز، تو تشہد کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ محمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ. پڑھ چکنے کے بعد وہ دعا پڑھیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اگر آپ چاہیں تو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. پڑھیں یا رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِي الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا یہ دعا پڑھیں اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِیْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ)

پھر دائیں بائیں "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے سلام پھیر دیں اپنے سلام میں ان نمازیوں کی نیت کرتے ہوئے جو آپ کے ساتھ شریک ہوں، اور نیک جناتوں اور فرشتوں کی، اور اگر نماز تین رکعت یا چار رکعت والی ہو، تو قعدہ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد کچھ نہ پڑھیں، بلکہ تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کے لئے تکبیر کہتے ہوئے اٹھ جائیں اور تیسری رکعت میں (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر) صرف سورۃ فاتحہ پڑھیں۔

جب نماز چار رکعت والی ہو جیسے ظہر اور عصر کی تو اس کو بھی تیسری رکعت کی طرح پڑھیں (تو اس کے بعد) آپ رکوع کریں، اور اس طرح سجدہ کریں، جس طرح آپ

شروع کی پہلی دو رکعت میں کیے تھے، پھر بیٹھ جائیں، اور قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھیں، اور نبی اکرم ﷺ پر اسی طرح درود پڑھیں جس طرح دو رکعت والی نماز میں پڑھا تھا۔

بعد نماز ختم کر چکنے کے دونوں ہاتھ سینہ تک اٹھائیں اس طور پر کہ دونوں ہاتھوں کے دریان تھوڑی سی جگہ خالی بھی ہو، اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے دعا مانگیں، اور امام ہو تو مقتدیوں کیلئے، اور جس کیلئے بھی چاہیں مانگیں (بلکہ دوسرے کیلئے دعا کئے بغیر اپنی دعا قبول جلد نہ ہوتی ہے۔) اور اگر امام ہو تو مقتدیوں اور سارے مسلمانوں کے لئے دعا مانگیں، اور مقتدی سب آمین آمین کہے، دعا مانگنے کے بعد ہاتھ منہ پر پھیر لیں۔

جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگیں بلکہ مختصر دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہو جائیں، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ جیسے فجر، عصر، ان کے بعد لمبی دعا مانگیں۔

نوٹ: اور امام کبھی کبھی دعا کو ترک کر دیں تاکہ مقتدی یہ نہ سمجھیں کے یہ دعا فرض ہے بلکہ بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ لوگ دعا کو فرض سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا امام صاحب ہمیشہ دعا کے پابند نہ بنیں کبھی کبھی ترک کرتے رہیں۔

فجر اور عصر میں اگر امام ہو تو سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے اور تسبیحات وغیرہ پڑھ کر دعا مانگے۔

”عورتوں کی نماز میں خاص فرق“

(۱) تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔

(۲) ہاتھوں کو دوپٹہ سے باہر نہ نکالے۔

(۳) سینہ پر ہاتھ باندھے۔

(۴) درمیان کی تین انگلیاں نہ کلائی پر رکھے اور نہ چھنگلیاں اور انگوٹھے سے گٹے کو پکڑے بلکہ صرف داہنے ہاتھ کہ ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے۔

(۵) رکوع میں کم جھکے۔

(۶) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑتے وقت انگلیوں کا ملائے رکھے۔

(۷) دونوں بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے۔

(۸) دونوں پیروں کے ٹخنے بالکل ملادے۔

(۹) خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے۔

(۱۰) سجدہ میں بغلیں نہ کھولے۔

(۱۱) پیٹ کو دونوں رانوں سے ملادے۔

(۱۲) دونوں بازوؤں پہلوؤں سے ملادے۔

(۱۳) کہنیوں کو زمین پر رکھدے۔

(۱۴) سجدہ میں ہاتھ، پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے مگر پاؤں کھڑی نہ کریں بلکہ داہنی طرف نکال دے۔

(۱۵) قعدہ میں بائیں کولہے پر بیٹھے۔

(۱۶) دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے۔

(۱۷) قعدہ اور جلسہ میں انگلیاں ملی رکھے۔

﴿فَضْلُ صَلوٰةِ الْجَمَاعَةِ﴾ جماعت کی نماز کی فضیلت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿وَارْكَعُو مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾ (البقرۃ-۴۳)

ترجمہ: اور عاجزی کرو عاجزی کرنے والوں کے ساتھ (ترجمہ بیان القرآن)

رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ (معارف القرآن)

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ نماز کے اہم ارکان میں سے رکوع کی تخصیص کیوں کی گئی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں نماز کا ایک جز بول کر کُل نماز مراد لی گئی ہے، جیسے قرآن مجید میں ایک جگہ "قُرْاٰنَ الْفَجْرِ" فرما کر پوری فجر کی نماز مراد لی گئی ہے، اس لئے مراد یہ ہوگی کہ نماز پڑھو نماز پڑھنے والوں کے ساتھ۔ لیکن یہ سوال پھر بھی باقی رہ جاتا ہے کہ نماز کے بہت سے ارکان کی تخصیص میں (رکوع کو ہی خواص کرنے میں) کیا

حکمت ہے؟

جواب یہ ہے کہ یہود کی نماز میں سجدہ وغیرہ تو تھا، مگر رکوع نہیں تھا، رکوع اسلامی نماز کی خصوصیات میں سے ہے، اس لئے ''راکعین'' کے لفظ سے امت محمدیہ کے نمازی مراد ہوں گے جن کی نماز میں رکوع بھی ہے، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ تم بھی امت محمدیہ کے نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرو، یعنی اول ایمان قبول کرو پھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو، (معارف القرآن)

نبی ﷺ نے کبھی جماعت ترک نہیں فرمایا حتی کہ حالتِ مرض میں جب آپ کو خود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز پڑھی۔ تارکِ جماعت پر آپ کو سخت غصہ آتا تھا اور ترک جماعت پر سخت سے سخت سزا دینے کو آپ کا جی چاہتا تھا۔

(۱) نبی ﷺ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ جماعت کی نماز میں تنہا نماز سے ستائیس درجے زیادہ ثواب روایت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم وغیرہ)

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا کہ تنہا نماز پڑھنے سے ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا بہت بہتر ہے اور دو آدمیوں کے ہمراہ اور بھی بہتر ہے اور جس قدر جماعت زیادہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کو پسند(۱) ہے (ابوداؤد وغیرہ)

(۳) انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ بنی سلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ اپنے قدیم مکانات سے (چونکہ وہ مسجد نبوی سے دور تھے) اٹھ کر نبی ﷺ کے قریب آکر قیام کریں تب ان سے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے قدموں میں جو زمین پر پڑتے ہیں ثواب نہیں سمجھتے (صحیح بخاری) معلوم ہوا کہ جو شخص جتنی دور سے چل کر مسجد میں آئے گا اسی قدر اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنا وقت نماز کے انتظار میں گذرتا ہے وہ سب نماز میں

---

(۱) توریت میں لکھا ہے کہ امتِ محمدیہ کی جماعت میں جتنے آدمی زیادہ ہوں گے اسی قدر ہر شخص کو ثواب ملے گا۔ یعنی ہزار آدمی ہوں گے تو ہر شخص کو ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا (بحر الرائق)

شمار ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۵) نبی ﷺ نے ایک روز عشا کے وقت میں ان اصحاب سے جو جماعت میں شریک تھے فرمایا کہ لوگ نماز پڑھ کے سو رہے اور تمہارا وہ وقت جو انتظار میں گذرا سب نماز میں محسوب ہوا (یعنی شمار ہوا) (صحیح بخاری)

(۶) نبی ﷺ سے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بشارت دو ان لوگوں کو جو اندھیری راتوں میں جماعت کے لیے مسجد جاتے ہیں اس بات کی کہ قیامت میں ان کے لیے پوری روشنی ہوگی (ترمذی)

(۷) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا! کہ جو شخص عشا کی نماز جماعت سے پڑھ لے اس کو نصف شب کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے گا اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ہوگا۔ (ترمذی)

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک میرے دل میں یہ ارادہ ہوا کہ کسی کو حکم دوں کہ لکڑیاں جمع کرے پھر اذان کا حکم دوں اور کسی شخص سے کہوں کہ وہ امامت کرے اور میں ان لوگوں کے گھروں پر جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشا کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے مال و اسباب کو مع اس کے جلا دیں۔ (مسلم)

(۱۰) ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ جو شخص اذان سن کر جماعت میں نہ آئے اور اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو، اس کی وہ نماز جو تنہا پڑھی ہے قبول نہ ہوگی، صحابہ نے پوچھا کہ وہ عذر کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خوف یا مرض۔ (ابوداؤد)

(۱۱) یزید بن اسود رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک حج میں نبی ﷺ کے ہم رکاب تھے ایک دن نبی ﷺ نے صبح کی نماز سے سلام پھیر کر

دیکھا کہ دو شخص پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی پس آپ نے حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے حاضر کردو تو وہ لائے گئے اس حالت میں کہ ان کے بدن میں لرزہ پڑا ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ وہ دونوں عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ہم اپنے گھروں میں پڑھ چکے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب ایسا نہ کرنا جب مسجد میں جماعت ہو تو تم بھی پڑھ لیا کرو اگرچہ گھر میں پڑھ چکے ہو تو دوسری نماز تمہاری نفل ہو جائے گی۔ (جامع ترمذی)

ذرا اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت کو دیکھئے کہ نبی ﷺ کے سفر حج میں جب ایک بیشار مجمع ہوگا دو صحابیوں سے یہ فعل صادر کرادیا کہ جماعت کی سخت تاکید سے لوگ مطلع ہو جائیں اور کسی کو ترکِ جماعت کی جرأت نہ ہو۔ چند حدیثیں نمونہ کے طور پر ذکر ہو چکیں اب نبی ﷺ کے برگزیدہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے اقوال سنیئے کہ انہیں جماعت کا کس قدر اہتمام مدِ نظر تھا اور ترکِ جماعت کو وہ کیسا سمجھتے تھے اور کیوں نہ سمجھتے نبی ﷺ کی اطاعت اور ان کی مرضی کا ان سے زیادہ کس کو خیال ہو سکتا ہے۔

(۱) اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے کہ نماز کی پابندی اور اس کی فضیلت و تاکید کا ذکر نکلا اس پر حضرت عائشہؓ نے تائیداً نبی ﷺ کے مرضِ وفات کا قصہ بیان کیا کہ ایک دن نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو نماز پڑھا دیں عرض کیا کہ ابوبکر ایک نہایت رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بے طاقت ہو جائیں گے اور نماز نہ پڑھا سکیں گے، آپ ﷺ نے پھر وہی فرمایا: پھر وہی جواب دیا گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو ویسی باتیں کرتے ہو جیسے یوسف علیہ السلام سے مصر کی عورتیں کرتی تھیں ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھا دیں۔ خیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کو نکلے اتنے میں نبی ﷺ کو مرض میں کچھ تخفیف معلوم ہوئی تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے سے نکلے میری آنکھوں میں اب تک وہ حالت موجود ہے کہ نبی ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے یعنی اتنی قوت بھی نہ تھی کہ زمین

سے پیر اٹھا سکیں وہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز شروع کر چکے تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی علیہ السلام نے منع فرمایا اور انہیں سے نماز پڑھوائی۔ (صحیح بخاری)

(۲) ایک دن حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو صبح کی نماز میں نہ پایا تو ان کے گھر گئے اور ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں نہیں دیکھا تو انہوں نے کہا کہ وہ رات بھر نماز پڑھتے ہیں اس وجہ سے اس وقت ان کو نیند آ گئی۔ تب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تمام شب عبادت کروں (مؤطا امام مالکؒ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح کی نماز با جماعت پڑھنے میں تہجد سے زیادہ ثواب ہے اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر شب بیداری نماز فجر میں مخل (یعنی خلل ڈال رہی ہو) ہو تو شب بیداری کا ترک کرنا اولیٰ ہے (اشعۃ اللمعات)

(۳) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے آزمالیا اپنے کو اور صحابہ کرام کو کہ ترکِ جماعت نہیں کرتا مگر وہ منافق جس کا نفاق کھلا ہوا ہو یا بیمار، مگر بیمار بھی تو دو آدمیوں کا سہارا دے کر جماعت کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بیشک نبی علیہ السلام نے ہمیں ہدایت کی راہیں بتلائیں، اور منجملہ ان کے نماز ہے ان مسجدوں میں جہاں اذان ہوتی ہو، یعنی جماعت ہوتی ہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا جسے خواہش ہو کہ کل (قیامت کے دن) اللہ کے سامنے مسلمان جائے اسے چاہیے کہ پنج وقتی نمازوں کی پابندی کرے ان مقامات میں جہاں اذان ہوتی ہو (یعنی جماعت سے نماز پڑھی جاتی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کے لیے ہدایت کے طریقے نکالے ہیں، اور یہ نماز بھی انہیں طریقوں میں سے ہے، اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیا کرو گے جیسے یہ منافق پڑھ لیتے ہیں تو بیشک تم سے چھوٹ جائے گی تمہارے نبی کی سنت۔ اگر تم چھوڑ دو گے اپنے پیغمبر کی سنت کو تو بے شبہ گمراہ ہو جاؤ گے، اور کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے

نماز کے لیے مسجد نہیں جاتا مگر یہ کہ اس کے ہر قدم پر ایک ثواب ملتا ہے اور ایک مرتبہ عنایت ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ اور ہم نے دیکھ لیا کہ جماعت سے الگ نہیں رہتا مگر منافق۔ ہم لوگوں کی حالت تو یہ تھی کہ بیماری کی حالت میں دو آدمیوں پر تکیہ لگا کر جماعت کے لیے جاتے تھے اور صف میں کھڑے کر دیئے جاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

(۴) ایک مرتبہ ایک شخص مسجد سے بعد اذان کے بے نماز پڑھے ہوئے چلا گیا تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی اور ان کے مقدس حکم کو نہ مانا (مسلم)

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے تارکِ جماعت کو کیا کہا۔ کیا کسی مسلمان کو اب بھی بے عذر ترک جماعت کی جرأت ہو سکتی ہے۔ کیا کسی ایماندار کو حضرت ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی گوارا ہو سکتی ہے۔

(۵) حضرت اُمّ درداء رضی اللہ عنہا حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بی بی بیان فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ابوالدرداء میرے پاس اس حال میں آئے کہ نہایت غضبناک تھے میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ کو کیوں غصہ آیا کہنے لگے اللہ کی قسم میں محمد ﷺ کی امت میں اب کوئی بات نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں یعنی اب اس کو بھی چھوڑنے لگے۔ (صحیح بخاری) یہ وہی ابوالدرداء ہیں جن کو نبی ﷺ نے خاص طور پر جماعت کی تاکید کی تھی پھر ان کو اس قدر غصہ کیوں نہ آتا ان سے ایک حدیث نماز کی تاکید میں بھی بہت پیارے الفاظ سے منقول ہے جسے ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

(۸) سلف صالحین کا یہ دستور تھا کہ جس کی جماعت ترک ہو جاتی سات دن تک اس کی ماتم پرسی کرتے۔ (احیاء العلوم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

(۴) اکثر محققین حنفیہ کے نزدیک جماعت واجب ہے محقق ابن ہمام اور حلبی اور صاحب بحرالرائق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اسی طرف ہیں۔

ہمارے فقہا لکھتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں لوگ جماعت چھوڑ دیں اور کہنے سے بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا حلال ہے۔ (بحرالرائق وغیرہ)

اگر مسجد جانے کیلئے اقامت سننے کا انتظار کرے تو گنہگار ہوگا۔ (بحر الرائق وغیرہ) یہ اس لیے کہ اگر اقامت سن کر چلا کریں گے تو ایک دو رکعت یا پوری جماعت چلے جانے کا خوف ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جمعہ اور جماعت کے لیے تیز قدم جانا درست ہے۔ بشرطیکہ زیادہ تکلیف نہ ہو۔

تارکِ جماعت ضرور گنہگار ہے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے بشرطیکہ اس نے بے عذر صرف کہل انکاری سے جماعت چھوڑی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

اگر کوئی شخص دینی مسائل کے پڑھنے پڑھانے میں دن رات مشغول رہتا ہو اور جماعت میں حاضر نہ ہوتا ہو تو معذور نہ سمجھا جائے گا اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (بحر الرائق وغیرہ)

جماعت کی حکمتیں اور فائدے

علماء کرام نے بہت کچھ بیان کیے ہیں مگر جہاں تک میری قاصر نظر پہنچی ہے شیخ ولی اللہ محدث دہلوی سے بہتر جامع اور لطیف تقریر کسی کی نہیں۔ اگرچہ زیادہ لطف یہی تھا کہ انہیں کی پاکیزہ عبارت سے وہ مضامین سنے جائیں مگر میں خلاصہ اس کا یہاں درج کرتا ہوں وہ فرماتے ہیں۔

(۱) کوئی چیز اس سے زیادہ سودمند نہیں کہ کوئی عبادت رسم عام کردی جائے یہاں تک کہ وہ عبادت۔ ایک ضرورت عادت ہو جائے کہ اس کا چھوڑنا ترک عادت کی طرح ناممکن ہو جائے اور کوئی عبادت نماز سے زیادہ شاندار نہیں کہ اس کے ساتھ یہ خاص اہتمام کیا جائے۔

(۲) مذہب میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، جاہل بھی، عالم بھی، لہٰذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے اس عبادت کو ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جائے تو دوسرا اسے تعلیم کردے گویا اللہ کی عبادت ایک زیور ہوئی کہ تمام پرکھنے والے اسے دیکھتے ہیں جو خرابی اس میں ہوتی ہے بتلا دیتے ہیں

اور جو عمدگی ہوتی ہے اسے پسند کرتے ہیں بس یہ ایک ذریعہ نماز کی تکمیل کا ہوگا۔

(۳) جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا بھی اس سے حال کھل جائے گا اور ان کے وعظ و نصیحت کا موقع ملے گا۔

(۴) چند مسلمانوں کا مل کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس سے دعا مانگنا ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے نزولِ رحمت اور قبولیت کے لیے۔

(۵) اس امّت سے اللہ کا یہ مقصود ہے کہ اس کا کلمہ بلند اور کلمۂ کفر پست ہو اور زمین پر کوئی مذہب اسلام سے غالب نہ رہے اور یہ بات جب ہی ہو سکتی ہے کہ یہ طریقہ مقرر کیا جائے کہ تمام مسلمان عام، اور خاص، مسافر، اور مقیم، چھوٹے، بڑے، اپنی کسی بڑی اور مشہور عبادت کے لیے جمع ہوا کریں اور شان و شوکت اسلام کی ظاہر کریں انہیں سب مصالح کی وجہ سے شریعت کی پوری توجہ جماعت کی طرف مصروف ہوگئی اور اسکی ترغیب دے گئی اور اسکے چھوڑنے کی سخت ممانعت کی گئی۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

(۶) جماعت میں یہ فائدہ بھی ہے کہ تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا جس سے دینی اُخوّت، اور ایمانی محبت کا پورا اظہار و استحکام ہوگا جو اس شریعت کا ایک بڑا مقصود ہے اور جس کی تاکید و فضیلت جا بجا قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم ﷺ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ افسوس ہمارے زمانہ میں ترکِ جماعت کی ایک عام عادت ہوگئی ہے جاہلوں کا کیا ذکر ہم علماء کو اس بلا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ افسوس یہ کہ لوگ حدیثیں پڑھتے ہیں اور ان کے معانی سمجھتے ہیں مگر جماعت کی سخت تاکیدیں ان کے پتھر سے زیادہ سخت دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتیں۔ قیامت میں جب قاضی روز جزا کے سامنے سب سے پہلے نماز کے مقدمات پیش ہوں گے اور اسکے نہ ادا کرنے والے یا ادا میں کمی کرنے والوں سے باز پرس شروع ہوگی یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔ (علم الفقہ)

اور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلٰوۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَۃً﴾ (رواہ مسلم) جماعت کی نماز اکیلے پڑھی جانے والی نماز سے ستائیس گنا بڑھ جاتی ہے۔

اور حقیقت میں رسول اللہ ﷺ نے پوری عمر جماعت کی نماز کی پابندی کی اور جماعت سے کبھی پیچھے نہیں ہوئے مرض کی حالت میں بھی سوائے شاذ و نادر (کبھی کبھی) کے۔

اور اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جماعت کی پابندی کرتے تھے اور ان میں سے کوئی بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتے سوائے معذور، یا ایسے منافق کے جس کا نفاق مشہور ہو۔

پس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں: کہ ﴿رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيْضٌ وَإِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ وَ قَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَ إِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى اَلصَّلٰوةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ﴾ (رواہ مسلم) ہم نے اپنے لوگوں کو دیکھا ہے کہ نماز سے کوئی پیچھے نہ رہتے سوائے ایسے منافق کے جس کا نفاق جان لیا گیا ہو، یا مریض کے جو چلنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو، اور اگر مریض دو آدمیوں کے سہارے چلنے کی طاقت رکھتا تو وہ بھی نماز کے لئے حاضر ہو جاتا، اور آپ نے فرمایا کہ! رسول اکرم ﷺ نے ہمیں ہدایت کے راستے بتلائے اور سکھائے، اور انہیں بہترین طریقوں میں سے نماز کا اس مسجد میں پڑھنا ہے جس میں اذان دی جاتی ہو۔

جماعت کی تعریف

جماعت دراصل امام اور مقتدی کے درمیان ایک قسم کا مضبوط ربط و تعلق ہے۔

اور جماعت منعقد (قائم) ہو جاتی ہے امام کے ساتھ ایک آدمی کے شریک ہونے سے تمام نمازوں میں سوائے جمعہ کی نماز کے۔

اور جمعہ کی نماز امام کو چھوڑ کر تین آدمیوں کے ذریعہ منعقد (قائم) ہو جاتی ہے۔

﴿حُكْمُ الْجَمَاعَةِ﴾ جماعت کا حکم

جماعت مردوں پر عین سنت مؤکدہ ہے پانچوں نمازوں کیلئے اور تقریباً واجب ہے۔

جماعت کا چھوڑنا بغیر کسی عذر شرعی کے جائز نہیں۔

جو شخص بغیر کسی شرعی عذر کے جماعت کو چھوڑنے کا عادی ہو جائے تو واقعی وہ گنہگار ہوا۔

جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے جماعت شرط ہے۔

پس جمعہ اور عیدین کی نماز بغیر جماعت کے درست نہیں ہوتی۔

تراویح، اور نماز کسوف (وہ نماز جو سورج گرہن لگنے پر پڑھی جاتی ہے) کے لئے جماعت سنتِ مؤکدہ کفایہ ہے۔

تراویح کی نماز رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ (پڑھنا) مستحب ہے۔

وتر کی نماز جماعت کے ساتھ رمضان المبارک کے علاوہ (ادا کرنا) مکروہِ تنزیہی ہے، جب کہ اس پر پابندی کی جائے۔

اگر لوگ (پورے سال میں) ایک مرتبہ، یا دو مرتبہ بغیر پابندی کے (جماعت سے) پڑھ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چاند گرہن میں نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

نفل نمازوں کے لئے جماعت کرنا مکروہ ہے، جب کہ دعوت اور اعلان کے ساتھ ادا کی جائے، رہی یہ بات کہ جب لوگ اکٹھا ہو جائیں بغیر بلائے اور اعلان کے تو (جماعت سے ادا کرنا) مکروہ نہیں ہے۔

بغیر اذان، اور اقامت کے نفل نماز جماعت کے ساتھ کبھی بھی ادا کی جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

محلے کی مسجد جس میں ایک امام و مؤذن ہو اور محلہ والوں نے اذان و اقامت کے ساتھ اس مسجد میں جماعت سے نماز پڑھ لی ہو تو دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے۔

اگر پہلی حالت بدل گئی اس طور پر کہ دوسری جماعت اس جگہ کے علاوہ میں کھڑی کی (گئی) جس (جگہ) میں امام پہلے نماز پڑھائی ہے تو مکروہ نہیں ہے۔

یعنی امام کی جگہ سے پیچھے ہٹ کر دوسری جماعت کا امام کھڑا ہو اور نماز ادا کرے تو مکروہ نہیں ہے۔

﴿ لِمَنْ تُسَنُّ الْجَمَاعَةُ؟ ﴾

جماعت کس کے لیے مسنون ہے؟

جماعت ایسی سنتِ مؤکدہ ہے جو واجب کے درجے میں یعنی واجب سے مشابہ ہے اس شخص کے لئے جس میں مندرجہ ذیل (۵) شرائط پائی جائیں۔

(۱) مرد ہونا : عورتوں کے لئے جماعت مسنون نہیں ہے۔

(۲) بالغ ہونا : نابالغ بچوں کے لئے جماعت مسنون نہیں ہے۔

(۳) عقلمند ہونا : جماعت پاگلوں (بیہوش) کے لئے مسنون نہیں ہے۔

(۴) عذروں سے صحیح سالم ہونا : معذوروں کیلئے جماعت مسنون نہیں ہے۔

(۵) آزاد ہونا : غلاموں پر جماعت مسنون نہیں ہے۔

جب عورتیں، بچے، پاگل، معذور، غلام جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلیں تو ان کی نماز درست ہوجائے گی، اور ان کو ثواب ملے گا۔

﴿ مَتىٰ يَسْقُطُ حُضُوْرُ الْجَمَاعَةِ؟ ﴾

جماعت میں حاضر ہونا کب ساقط ہوجاتا ہے؟

جماعت میں شریک ہونا اس وقت ساقط ہوجاتا ہے جب کہ مندرجہ ذیل (۱۷) اعذار پائے جائیں۔

(۱) جب موسلادھار بارش ہورہی ہو۔

(۲) جب کہ سردی (ٹھنڈی) سخت ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر وہ مسجد جائے گا تو بیمار پڑ جائے گا، یا (بیمار ہو تو) اس کی بیماری بڑھ جائے گی۔

(۳) (مسجد جانے والے) راستے میں بہت زیادہ کیچڑ ہو۔

(۴) سخت تاریکی ہو۔

(۵) رات میں تیز آندھی چل رہی ہو۔

(۶) وہ (نمازی) بیمار ہو۔

(۷) وہ (نمازی) نابینا (اندھا) ہو۔

(۸) وہ (نمازی) ایسا بہت بوڑھا ہو جو پیدل مسجد تک چل کر جانے پر قادر نہ ہو۔

(۹) جب (نمازی) کسی مریض کا تیمار دار (دیکھ بھال کرنے والا) ہو، اور اس (مریض) کے دیکھ ریکھ کی ذمہ داری اسی پر ہو۔

(۱۰) جب پیشاب و پاخانہ کی سخت حاجت ہو۔

(۱۱) جب کہ کوئی شخص قیدی ہو، خواہ کسی جرم میں قید کیا گیا ہو یا بغیر جرم کے قید کر لیا گیا ہو۔

(۱۲) جب دونوں پاؤں، یا ایک پاؤں کٹا ہو۔

(۱۳) جب ایسی کوئی بیماری لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے وہ چل نہ سکتا ہو، جیسے کہ فالج زدہ ہو۔

(۱۴) جب کھانا حاضر ہو، اور وہ بھوکا ہو، اور اس کا دل کھانے پر اٹکا ہو۔

(۱۵) جب سفر کی تیاری کر رہا ہو۔

(۱۶) جب وہ اس بات سے ڈر رہا ہو کہ اگر وہ جماعت میں مشغول ہوگا تو مال ضائع ہو جائے گا۔

(۱۷) اس بات کا ڈر ہو کہ اگر وہ جماعت میں مشغول ہوگا تو جہاز اڑ جائے گا، یا ٹرین چھوٹ جائے گی۔

﴿شُرُوطُ صِحَّةِ الإِمَامَةِ﴾ امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں

صحتِ امامت کے لئے مندرجہ ذیل (۸) باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) (امام کا) مرد ہونا : (مردوں کیلئے) عورتوں کی امامت درست نہیں ہے۔

(۲) مسلمان ہونا : کافر کی امامت کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔

(۳) بالغ ہونا : بچے کی امامت درست نہیں ہے۔

(۴) عقلمند ہونا : پاگل کی امامت درست نہیں ہے۔

(۵) نماز کے درست ہونے کے لئے ضروری بھر قرآن کریم پڑھنے پر قادر ہونا: اس ان پڑھ کی امامت درست نہیں ہے جو کہ ضرورت بھر قرآن مجید نہ پڑھ سکے۔

(۶) نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا بھی (اس کے اندر) مفقود نہ ہونا، جیسے کہ پاکی، اور ستر عورت۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۷) عیوب سے صحیح و سالم ہونا: جیسے کہ مستقل نکسیر کا پھوٹنا(۱)، برابر پیشاب کا ٹپکتے(۲) رہنا۔ اور مستقل ریح(۳) کا خارج ہوتے رہنا۔

(۸) اسکی زبان کا درست ہونا: اس طور پر کہ حروف کو اسکے مخارج کے ساتھ ادا کر سکے۔ پس اس شخص کی امامت درست نہیں جو کہ مثال کے طور پر لفظ راء، کو 'غ' یا 'ل' سے بدل دے، اور 'س' کو 'ث' سے بدل دے، اس شخص کے لئے جو کہ حروف کو اس کے مخارج کے ساتھ نکالنے پر قادر ہو۔

خلاصہ کلام: جو صحیح حروف ادا نہ کر سکتا ہو وہ صحیح حروف نکالنے والے شخص کی امامت نہیں کر سکتا۔

﴿ مَنْ لَهُ حَقُّ التَّقَدُّمِ فِي الإِمَامَةِ؟ ﴾

امامت کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟

(۱) بادشاہ اور اس کا نائب امامت کا سب سے زیادہ مستحق (حقدار) ہے۔

(۲) کسی مسجد کا تنخواہ دار امام اسی مسجد میں (وہ) امامت کا سب سے زیادہ مستحق (حقدار) ہے۔

(۳) صاحبِ منزل (مکان مالک) جب کہ وہ امامت کا اہل (امامت کے لائق) ہو تو وہ

---

(۱) نکسیر ایک بیماری ہے جس میں ہمیشہ بیمار شخص کی ناک سے خون بہتا ہی رہتا ہے۔ اور اس سے کمزوری ہونے کی وجہ سے دوسری بیماری کے ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے معاذ اللہ منہ:

(۲) یہ بھی ایک بیماری ہے جس میں مسلسل پیشاب کا قطرہ ٹپکتا ہی رہتا ہے۔

(۳) یہ تو اور بڑی بیماری ہے اکثر یہ بیماری اس کو ہوتی ہے جس کو پیٹ کا مرض ہو مثلاً گیسٹک ہو یا تیل، مرچ، مسالہ جو زیادہ کھاتا ہو۔

امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

(۴) اگر حاضرین میں بادشاہ، یا اس کا نائب، یا تنخواہ دار امام، یا مالکِ مکان نہ ہوں تو لوگوں میں امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو صحت وفساد کے اعتبار سے نماز سے متعلقہ احکام کا سب سے زیادہ واقف وعالم ہو۔ (۱)

(۵) پھر قرآن کے احکام کے علم کے ساتھ جو قرآن کا سب سے زیادہ (اچھا) حافظ ہو۔ (۲)

(۶) پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ تقویٰ والا (یعنی متقی) ہو۔ (۳)

(۷) پھر (اگر ان ساری صفتوں میں بھی سب لوگ برابر ہوں تو) وہ شخص جو عمر دراز ہو۔

(۸) پھر اگر ان تمام چیزوں میں برابر ہوں تو ان میں وہ نماز پڑھائے گا جس کو قوم نے منتخب کیا ہو۔ (علماء کرام نے کہا کہ اگر اب بھی سب برابر ہوں تو اعلیٰ نسب والا امام بنے، اس میں بھی اگر برابر ہوں تو جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو وہ امامت کرے کیونکہ وہ خوش ہوگا اور اس کا دل تنگ نہ ہوگا (النقایہ)

(اگر ان میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ شخص جو سب سے زیادہ خلیق ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ خوبصورت شریف ہو، پھر وہ جس کی آواز عمدہ ہو، پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے، پھر وہ شخص جو مقیم ہو بہ نسبت مسافروں کے) (دین کی باتیں از حکیم الامت)

(اور آخری فیصلہ یہ ہے کہ اگر ان میں بھی سب برابر ہوں تو قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکلے وہی امامت کرے) اگر قوم نے غیر مستحق کو امام بنایا تو سب کے سب گناہ میں شریک ہوں گے۔

امامت کی ترتیب

عن أبی مسعود الأنصاری رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ،

---

(۱) خواہ وہ دوسرے مسائل میں زیادہ علم نہ رکھتا ہو، بشرطیکہ ظاہراً اس کے اندر فسق کی بات نہ ہو۔

(۲) یا تجوید وترتیل کے لحاظ سے جو زیادہ قاری ہو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے۔

(۳) یعنی ایسا متقی جو شبہات سے بھی پرہیز کرتا ہو وہی امام بنے۔

فَإِنْ كَانُوْا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً، فَإِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنّاً وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَ لَا يَقْعُدُ فِي بَيْتِهِ عَلىٰ تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ پڑھنے والا (قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف رکھنے والا) ہو اور اگر اس میں سب یکساں ہوں پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو، اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانہ ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے جو سن (عمر) کے لحاظ سے مقدم ہو، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقۂ سیادت میں اس کا امام نہ بنے اور اس کے گھر میں اسکے بیٹھنے کی خاص جگہ پر نہ بیٹھے اسکی اجازت کے بغیر (صحیح مسلم)

اپنے میں سے بہتر کو امام بنایا جائے

عن عبد الله ابن عمرؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إِجْعَلُوْا أَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُم فَإِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ. (الدار قطني و البيهقي و كنز العمال)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ، کیونکہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (دار قطنی بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جو شخص جماعت کی امامت کرے اس کو چاہیے کہ خدا سے ڈرے، اور یقین رکھے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا بھی) ضامن ہے یعنی ذمہ دار ہے، اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس نے اچھی طرح نماز پڑھائی تو سب

مقتدیوں کے مجموعی ثواب کے برابر اس کو (ثواب) ملے گا، بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے ثواب میں کوئی کمی آجائے، اور نماز میں جو نقص اور قصور رہے گا اسکا تنہا بوجھ امام پر ہوگا۔
(معجم اوسط للطبرانی ومسائل امامت مکمل ومدلل) (صفحہ ۲۵)

امام کے اوصاف

امام میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے:

(۱) اس شخص میں خود امامت کی خواہش نہ ہو، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو، اگر دوسرا کوئی شخص یہ اہلیت نہ رکھتا ہو تو پھر یہ خواہش کرنا درست ہے)۔

(۲) جب اس سے افضل شخص امامت کے لئے موجود ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے۔

(۳) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو ایسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری گردن ماردی جائے یہ میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی امامت کروں جس میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

(۴) امام قاری ہو، دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کردو اور قاریوں کو اپنا امام بناؤ۔

"ایک دوسری حدیث اس سلسلے میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہاری امامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں"

حضورؐ نے یہ تخصیص اسلئے فرمائی ہے کہ دیندار امام اور علم وفضل رکھنے والے لوگ، اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں، وہ اپنی نماز اور مقتدیون کی نماز کو سمجھتے ہیں اور نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا، لوگوں کو، جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔

امامت کے لائق وہی ہے جو سب سے بڑا عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے، اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو۔

(۵) امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے، اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے، اور خود بھی اس پر عمل کرے، دوسروں کو برائی سے منع کرے، اور خود بھی باز رہے، نیک لوگوں سے محبت رکھے، بدی اور بدوں سے نفرت کرے، اوقاتِ نماز سے واقف ہو، حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعلِ حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرنے والا ہو، دنیا کی حرص وطمع اس میں نہ ہو، نیز حلیم وصابر اور شر وفساد سے کوسوں دور رہنے والا ہو، لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، بُرے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے، ہر کام حلم اور بردباری سے انجام دے، شرم گاہ دیکھنے سے اپنی آنکھوں کو بند رکھے، اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ بُرائی سے پیش آئے تو برداشت کرے اور کہہ دے کہ "اَللّٰھُمَّ سَلَامًا" لوگ اس کی طرف سے امن وسلامتی پائیں، (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن خود اپنے نفس کی طرف سے بے چین ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو، اور ان سے اپنے نفس کو رہا کرنے کی کوشش کرتا ہو، وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم المرتبت کام کو اس کے سپرد کرکے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بلند وبالا ہے امام کے پیشِ نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنی چاہیے۔

امام کو ہدایت

امام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جداگانہ ہے، جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہیے کہ میں انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب

العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔

نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو امام بنایا ہے ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے، نماز مختصر پڑھائے، اس طرح کہ تمام ارکان پورے ادا ہوں، جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں، اس لئے اپنے کو کمزور و ناتواں لوگوں میں شمار کرے۔

اللہ تعالیٰ امام سے خود اس کے بارے میں اور مقتدیوں کے متعلق باز پرس فرمائے گا، اپنی امامت کی ذمہ داری پر افسوس کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور ضائع کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے، اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اسے برا نہ سمجھے، اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیش نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے، اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے، امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو، اسکے لباس سے اتراہٹ اور بڑائی ظاہر نہ ہوتی ہو، اور اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو، یعنی سزا یافتہ نہ ہو، لوگوں کی نظر میں (تہمت والا) نہ ہو، حکام سے کسی کی لگائی بجھائی نہ کرتا ہو، لوگوں کے رازوں کی حفاظت کرے (پردہ دری نہ کرے) کسی سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت، اور مستعار چیزوں میں خیانت کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔

خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے، دوسروں کے عیب کی تلاش کرنے والے، لوگوں کو فریب دینے والے، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ و فساد پیدا کرنے والے شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہیئے۔ (غنیۃ صفحہ ۸۵۸)

﴿ مَوَاضِعُ الْكَرَاهَةِ فِي الْإِمَامَةِ وَالْجَمَاعَةِ ﴾

امامت اور جماعت کی مکروہ چیزیں

(۱) فاسق کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے۔(۱)

(۲) بدعتی کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے۔(۲)

(۳) نابینا (اندھا) کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔(۳)

مگر جب وہ (نابینا) موجود لوگوں میں سب سے افضل ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

(۴) جاہل کی امامت مکروہ ہے۔ (خواہ وہ دیہاتی ہو، یا شہری) عالم کی موجودگی میں

(۵) اس شخص کی امامت جسکو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں مکروہ ہے۔

(۶) سنت سے زیادہ نماز کو لمبی (طویل) کرنا مکروہ ہے۔

(۷) صرف عورتوں کی جماعت مکروہ ہے، پس اگر چند عورتیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے تو عورتوں کی امام (سب کے) بیچ میں کھڑی ہوگی۔

---

(۱) فاسق یہ فسق مصدر سے بنا ہے۔ فسق کے لفظی معنی خروج اور باہر نکل جانے کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے کو فسق کہتے ہیں۔ اطاعت الٰہیہ سے نکل جانا کفر وانکار کے ذریعہ بھی ہوتا ہے۔ اور عملی نافرمانی کے ذریعہ بھی، اسلئے لفظ فاسق کافر کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔
مؤمن گنہگار کو بھی فاسق کہا جاتا ہے، جو شخص کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اور پھر اس سے توبہ بھی نہ کرے۔ یا صغیرہ گناہ پر اصرار بھی کرے، اور اس کی عادت بنالے، وہ فقہاء کرام کی اصطلاح میں فاسق کہلاتا ہے اور جو شخص یہ فسق کے کام اور گناہ علانیہ جرأت کے ساتھ کرتا پھرے اس کو فاجر کہا جاتا ہے (معارف القرآن)
خلاصہ کلام: فاسق وہ جو ممنوعات شرعیہ کا مرتکب ہو، مثلاً شراب، پینے والا، چغلخور، غیبت کرنے والا ہو، وغیرہ۔

(۲) بدعتی وہ لوگ ہیں جو اعتقادی طور پر فاسق ہوتے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ غیر مشروع چیزوں کو مشروع قرار دیتے ہیں، کیونکہ بدعت کہتے ہیں ان افعال کو جس کا کوئی اصل نہ ہو حالانکہ ثواب کا کام سمجھ کر لوگ اس پر عمل کرتے ہیں، مثلاً بے ضرورت قبروں پر پھول چڑھانا، اگربتی اور موم بتی جلانا، مرغا چڑھانا، قبر والے کے نام پر منتیں ماننا، اسی طرح کے کام کرنے والے اور اسی کے ماننے والے سب کے سب بدعتی ہیں اور ان کی امامت مکروہ تحریمی ہے، فاسق گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا ہے، اور بدعتی گناہ کو عبادت سمجھ کر کرتا ہے۔ لہٰذا بدعتی کا مرتبہ (گناہ اور سزا کے اعتبار سے فاسق سے بھی برا اور بدتر ہے۔

(۳) کیونکہ ان کو پاکی اور ناپاکی کا کچھ خیال نہیں ہوتا کہ کہاں پر کیا پڑ گیا، کپڑے پر کوئی ٹھکانہ ہی نہیں ہوتا۔

(۸) اس زمانہ میں (جوان) عورتوں کا جماعت میں شریک ہونا (شرکت کرنا) مکروہ ہے فتنہ وفساد برپا ہونے کی وجہ سے۔

﴿ مَوْقِفُ الْمُقْتَدِیْ وَتَرْتِیْبُ الصُّفُوْفِ ﴾

مقتدی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور صفوں کی ترتیب

(۱) جب امام کے ساتھ ایک مرد یا ایک عقلمند بچہ ہو (یا غیر عقلمند یعنی نابالغ) تو وہ امام کے داہنے جانب تھوڑا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوگا، (اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہوگا تو مکروہ ہے)۔

(۲) جب امام کے ساتھ دو آدمی یا اس سے زیادہ ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے، (اگر امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے)

(۳) اسی طرح اگر امام کے ساتھ ایک مرد اور ایک بچہ ہو تو وہ دونوں (امام کے) پیچھے ہی کھڑے ہوں گے۔

(۴) (مگر) جب کچھ مرد، بچے، ہیجڑے، سب ہی نماز کے لئے جمع ہوں تو پہلے مردوں کی صف، پھر بچوں کی، پھر ہیجڑوں کی، پھر عورتوں کی لگے گی۔

(۵) قوم کے (اہل علم) باشعور اور ذی فہم افراد کو پہلی صف میں کھڑا ہونا چاہئے تاکہ حدث وغیرہ کے پیش آجانے کے وقت وہ امامت کے لائق ہو سکیں (۱)

(۶) جب مجمع میں ایک ہی بچہ ہو تو وہ (بچہ) مردوں کی صف ہی میں کھڑا ہوگا، اور اگر چند بچے ہوں تو ان کی الگ ایک صف بنائی جائے گی، اور ان کے ذریعہ مردوں کی صفوں کی تکمیل نہیں کیجائے گی۔

جب کوئی نماز کے لئے (ایسے وقت میں) آئے کہ وہ امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اگر صفوں میں گنجائش ہو تو تکبیر تحریمہ صف کے باہر نہ کہے بلکہ پہلے صف

---

(۱) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز میں مجھ سے قریب اہل علم، اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں۔

میں کھڑا ہو پھر تکبیر تحریمہ کہے اگر چہ اس کی (وہ رکعت) جماعت سے چھوٹ جائے۔(۱)

کچھ اہم مسائل

(۱) اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوا اسکے بعد اور مقتدی آگئے تو پہلے مقتدی کو چاہئے کہ پیچھے ہٹ آئے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہئے کہ (اس کو) پیچھے کھینچ لیں، اور اگر نا جاننے کی وجہ سے وہ مقتدی بھی امام کے داہنے یا بائیں جانب کھڑے ہو جائیں تو امام کو چاہئے کہ خود آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں۔

(۲) امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے ٹخنوں سے نیچے لٹکے ہوئے تہہ بند، پائجامہ، پینٹ وغیرہ پر دھیان دے اور اس پر روک ٹوک کرے سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے لیکن مخنثوں (جس کے اندر دونوں مرد و عورت کی صفت ہوتی ہے) ان کے درمیان میں ایک آدمی کا فاصلہ قائم رکھے تاکہ نماز فاسد نہ ہو ورنہ فاصلہ نہ رکھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۳) تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے، لہٰذا اس حالت میں اگلی صف کے کسی کنارے کے ایک آدمی کو اپنے ساتھ کھینچ کر کر لے اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

(۴) پہلی صف میں جگہ رہتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

(۵) اگر کوئی شخص تنہا فجر، یا مغرب، یا عشا کا فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثنا

---

(۱) اکثر اس میں غلطی ہوتی ہے اور لوگوں کی نماز نہیں ہوتی کہ جب امام کو رکوع میں دیکھتے ہیں تو بس آئے اور ایک ہی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے گئے اچھا جب وہ رکوع میں ایک ہی تکبیر کہتے چلے گئے تو وہ تو رکوع کی تکبیر ہوئی جس کو تکبیر انتقالی کہتے ہیں تو اس کی تکبیر تحریمہ کہاں گئی؟ اور جب تکبیر تحریمہ ہی صحیح نہیں تو نماز کتنی ہی اچھی پڑھی جائے نہیں ہوگی کیونکہ تکبیر تحریمہ کا کہنا فرض ہے۔ اور فرض کے چھوٹنے سے نماز نہیں ہوتی۔

(درمیان) میں کوئی شخص اسکی اقتداء کرے تو اس (پہلے والے شخص) پر بلند آواز سے (اب) قرأت کرنا واجب ہے، پس اب سورۃ فاتحہ یا دوسری سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لئے کہ جہری نماز میں امام کو بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے، ہاں سورۃ فاتحہ کے دوبارہ ہو جانے کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

(۶) اگر کسی کی کسی نماز کی تین رکعتیں چھوٹ گئی تو اس کو اس طرح ادا کرنا چاہیے (مثلا ظہر کی) کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو جائے اور چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرے جس طرح شروع سے نماز پڑھی جاتی ہے مثلاً پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ کوئی سورت ملا کر رکوع کرے اور بیٹھ جائے، اس لئے کہ یہ رکعت ان کی ملی ہوئی ایک رکعت کے حساب سے دوسری ہوئی، پھر دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے، سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے کیونکہ یہ رکعت اس کی ملی ہوئی رکعت کے لحاظ سے تیسری ہے، پھر تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے سورت نہ ملائے کیونکہ یہ چوتھی رکعت ہے۔

﴿شُرُوطُ صِحَّةِ الْإِقْتِدَاءِ﴾ اقتدا کے صحیح ہونے کی شرطیں

مندرجہ ذیل (۸) باتوں سے اقتداء درست ہوتی ہے۔

(۱) مقتدی کا تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے امام کی پیروی کی نیت کرنا۔

(۲) امام کا کم از کم مقتدی سے دونوں ایڑی کے بقدر آگے کھڑا ہونا۔ یعنی جہاں امام کی ایڑی ہو وہاں مقتدی کی انگلی کا سرا۔

(۳) امام کی حالت کا مقتدی سے کمتر نہ ہونا۔

یعنی جب امام نفل نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی امام کی پیروی فرض کی نیت سے کرے، ہاں امام فرض نماز پڑھے اور مقتدی نفل کی نیت سے امام کی اقتدا کرے تو درست ہے۔

(۴) امام اور مقتدی کا ایک ہی وقت کی ایک نماز فرض (یا واجب) کا پڑھنا۔

لہٰذا اگر امام ظہر کی نماز پڑھے اور مقتدی (اس کا الٹا) عصر کی نماز تو اقتدا درست نہیں۔

(۵) امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف کا نہ ہونا۔

(۶) امام اور مقتدی کے درمیان کوئی ایسا دریا حائل نہ ہو جس میں کشتی چلتی ہو۔

(۷) امام اور مقتدی کے درمیان کسی ایسے راستہ کا نہ ہونا جس سے سائیکلیں یا موٹر وغیرہ گذرتی ہو۔

(۸) مقتدی اور امام کے درمیان کسی ایسی چیز کا حائل نہ ہونا کہ جس کی وجہ سے امام کا انتقال (یعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا) مقتدی پر مخفی پوشیدہ ہو جائے۔

- تو اگر امام کا ایک حالت سے دوسری حالت میں جانا امام صاحب کی آواز سننے یا امام صاحب کو دیکھنے کی وجہ سے مشتبہ نہ ہو تو اقتداء درست ہے۔
- وضو کرنے والے شخص کا اس امام کی اقتداء کرنا درست ہے جو کہ تیمم کر کے نماز پڑھا رہا ہو۔
- دونوں پاؤں دھونے والے شخص کا خُفین پر مسح کرنے والے امام کی اقتداء درست ہے، صحیح سالم شخص کے لئے کبڑے امام کی اقتدا درست ہے۔
- بیٹھ کر نماز پڑھانے والے امام کی اقتداء کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کے لئے درست ہے۔ (نبی اکرم ﷺ نے مرضِ موت میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور مقتدی سب کھڑے تھے۔
- اشارہ سے نماز پڑھانے والے امام کی اقتداء اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے لئے درست ہے۔
- جب امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔
- اور (اگر کبھی امام کی نماز فاسد ہو جائے تو) امام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز دوبارہ

پڑھے اور اپنی نماز کے فساد (فاسد ہونے) کا اعلان کردے(١) تاکہ مقتدی اپنی نماز کو دُہرا لیں۔

﴿ مَتىٰ يُتَابِعُ الْمُقْتَدِىْ إِمَامَهٗ وَمَتىٰ لَا يُتَابِعُهٗ؟ ﴾

مقتدی کب اپنے امام کی پیروی کرے گا اور کب نہیں؟

- جب امام تیسری رکعت کے لئے مقتدی کے "التحیات" سے فارغ ہونے سے پہلے کھڑا ہوجائے تو مقتدی (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہونے میں (امام کی) اقتداء نہ کرے، بلکہ التحیات مکمل کرلے پھر (تیسری رکعت کے لئے) کھڑا ہو، اگر امام کو قیام میں پالینے کی امید ہو۔
- جب امام مقتدی کے التحیات سے فارغ ہونے سے پہلے سلام پھیردے تو مقتدی امام کی اقتداء نہ کرے بلکہ "التحیات" مکمل کرکے سلام پھیرلے۔
- جب امام قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوجائے تو مقتدی کھڑے ہونے میں امام کی اقتداء نہ کرے۔
- اگر امام زائد رکعت میں ایک سجدہ کردے تو مقتدی تنہا ہی سلام پھیردے۔
- جب امام قعدہ اخیرہ سے پہلے ہی بھول کر کھڑا ہوجائے تو مقتدی امام کی پیروی نہ کرے، بلکہ اپنے امام کو آگاہ کرنے کے لئے سبحان اللہ پڑھے، اور امام کے قعدہ اخیرہ کی طرف لوٹنے کا انتظار کرے۔
- جب امام زائد رکعت میں ایک سجدہ کرلے تو امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہوجائے گی۔
- اگر مقتدی نے امام کے زائد رکعت کو ایک سجدہ سے مقید کرنے سے پہلے ہی سلام پھیردیا تو مقتدی کی نماز باطل ہوجائے گی۔

---

(١) اس معاملہ میں امام صاحب بات کو لوگوں سے چھپاتے ہیں اور اپنی ظاہری عزت کو برقرار رکھنے کے لئے نماز فاسد کردیتے ہیں اور چند کوڑیوں کے عوض اس کا اعلان نہیں کرتے اور اپنے سر پر سارے مقتدیوں کا گناہ لے لیتے ہیں، لہٰذا اگر کبھی نماز فاسد ہوجائے تو اعلان کردیں لوگ برا بھلا کہیں تو ان سے کیا لینا دینا جب کہ نماز خدا کی رضاء کیلئے پڑھا رہے ہیں تو خدا کی رضا مطلوب ہے یا آدمی کی؟

- جب امام رکوع، یا سجدہ سے مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح پڑھنے سے پہلے ہی اپنا سر اٹھالے تو مقتدی امام کی پیروی کرے اور تسبیح چھوڑ دے۔
- مقتدی کا اپنے امام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے۔
- اگر مقتدی امام کے تشہد "التحیات" سے فارغ ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

﴿أَحْكَامُ السُّتْرَةِ﴾ سترہ کے احکام

قال رسول اللہ ﷺ ﴿إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ إِلىٰ سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا﴾ (رواہ ابوداؤد) تم میں سے جب کوئی (جنگل، یا چٹیل میدان، یا راستہ میں نماز پڑھے تو وہ سترہ کے سامنے نماز پڑھے اور اسکے قریب کھڑا ہو۔

سترہ کی تعریف :

سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو نمازی اپنے سامنے لکڑی یا اس کے علاوہ دوسری چیز (میں سے) رکھے کہ کسی (اس کے آگے سے) گزرنے والے کے گزرنے سے اس کی نماز میں خلل واقع نہ ہو۔

امام کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ اپنے سامنے رکھے جب کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو جہاں سے لوگ زیادہ گزرتے ہوں۔

مقتدی کو کسی سترہ کی ضرورت نہیں ہوتی، اسلئے کہ امام کا سترہ ہی مقتدی کا سترہ ہے۔

نمازی کے لئے سترہ کے قریب کھڑا ہونا مستحب ہے۔

نمازی کے لئے مستحب ہے کہ وہ سترہ کے دائیں، بائیں جانب کھڑا ہو، اور بالکل سترہ کے سامنے نہ کھڑا ہو۔

اور سترہ کا ایک گز یا اس سے زیادہ لمبا ہونا ضروری ہے، اور ایک انگلی یا اس سے زائد موٹا ہونا بھی ضروری ہے۔

﴿أَحْكَامُ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي﴾

نمازی کے سامنے سے گزرنے کے احکام

نمازی کے آگے سے اس کے دونوں پاؤں (کی جگہ) سے لیکر سجدہ کی جگہ تک گزرنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ بڑی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو۔

اور اسی طرح نمازی کے سامنے سے اس کے پاؤں سے لے کر سجدہ کی جگہ تک سے گزرنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ میدان میں نماز پڑھ رہا ہو۔

اور نمازی کے قدم سے لے کر قبلہ کی دیوار تک (کے درمیان سے) گزرنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ کسی چھوٹی مسجد، یا کسی چھوٹے گھر میں نماز پڑھ رہا ہو۔

اور اسی طرح نمازی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی نماز (ادا کرنے کیلئے) ایسی جگہ میں کھڑا ہو کہ جہاں سے لوگ زیادہ گزرتے ہوں اور وہ بغیر سترہ کے نماز پڑھے۔

نمازی کے لئے جائز ہے کہ وہ (اپنے سے آگے) گزرنے والے کو اپنی تلاوت کی آواز بلند کر کے، یا اشارہ، یا تسبیح کے ذریعے سے روک دے۔

اور نمازی کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ گزرنے والوں کو اپنے ہاتھوں سے ہٹائے۔

اور عورت (اپنے آگے سے) گزرنے والوں کو اشارہ سے روکے گی، یا تالیاں بجا کر۔

اور عورت اپنی قرأت کی آواز بلند کر کے گزرنے والے کو نہیں روکے گی۔

﴿مَتٰى يَجِبُ قَطْعُ الصَّلٰوةِ وَمَتٰى يَجُوْزُ؟﴾

کب نماز کا توڑ دینا واجب ہے اور کب جائز ہے؟

- نمازی کے لئے اپنی نماز شروع کر دینے کے بعد بغیر عذر شرعی کے (نماز کا) توڑ دینا جائز نہیں۔
- نمازی کا اپنی نماز کو توڑ دینا جائز نہیں ہے والدین میں سے کسی کے بلانے پر۔
- نمازی کا اپنی نماز کو توڑ دینا واجب ہے جب کہ وہ کسی اندھے کو کنویں، یا گڑھے میں گرتے ہوئے دیکھے کہ اگر اس کی رہنمائی نہیں کرے گا۔ (یعنی اس کو نہیں

پکڑے گا یا راستہ نہیں بتائے گا) تو وہ کنویں میں گر جائے گا۔

- نمازی کا اپنی نماز توڑ دینا جائز ہے جب اس کو کوئی مظلوم پکارے اور وہ (نمازی) اس سے ظلم کو دور کرنے پر قادر ہو۔
- نمازی کا اپنی نماز کو اس وقت توڑ دینا جائز ہے، جب کہ وہ کسی چور کو دیکھے مال چوری کرتے ہوئے اگرچہ وہ مال ایک درہم کے برابر ہی کیوں نہ ہو خواہ وہ مال اس کا ہو یا کسی دوسرے کا۔

اور مسافر کے لئے اپنی نماز مؤخر کر دینا جائز ہے جب کہ وہ چور سے ڈرتا ہو۔

﴿صَلٰوۃُ الْوِتْرِ﴾ وتر کی نماز(۱)

قال رسول اللہ ﷺ ﴿اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ یُوْتِرْ فَلَیْسَ مِنَّا﴾ (ابوداود)

ترجمہ: وتر (کی نماز ادا کرنا) ضروری ہے پس جس نے وتر (کی نماز) ادا نہیں کی وہ مجھ میں سے نہیں۔

وتر: واجب ہے۔

جس نے جان بوجھ کر وتر کو ترک کر دیا، یا بھول کر تو اس پر وتر کی قضا واجب ہے، وتر کی نماز ایک سلام سے تین رکعت ہے(۲)

---

(۱) فقہاء کرام کے عرف میں وتر اس خاص نماز کو کہتے ہیں جس کا وقت عشا کی نماز کے بعد ہے جو عام طور پر عشاء کے بعد فوراً ہی پڑھی جاتی ہے۔

(۲) یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام ابو یوسف و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وتر سنت ہے۔
امام (ابوحنیفہ) صاحب کی دلیل یہ ہے کہ سنت کے ترک پر ایسی سختی نہیں کی جاتی۔
امام صاحب کے نزدیک وتر ایک رکعت جائز نہیں۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رکعت بھی وتر جائز ہے۔
مگر تین رکعت وتر اکثر فقہائے صحابہ کا معمول تھا۔ حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ کو اس میں ایک خاص اہتمام تھا ایک مرتبہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو ایک رکعت وتر پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کیسی ناقص نماز پڑھتے ہو دو رکعت اور ملا دو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا (نہایہ، علم الفقہ)
ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین رکعت وتر کی نقل کی ہے اور اسی کو عمر ابن حصین اور عائشہ اور ابن عباس اور ابوایوب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے اور اخیر میں لکھ دیا ہے کہ ایک جماعت صحابہ و تابعین کی رائے اسی طرف ہے۔

وتر کی نماز عشا کی سنت سے فارغ ہونے کے بعد پڑھی جائے گی۔

وتر کی نماز کھڑے ہونے پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح وتر کی نماز بغیر کسی عذر کے چوپایوں پر سوار ہو کر ادا کرنا جائز نہیں ہے۔

نمازی کے لئے وتر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کسی سورت کا ملانا اسی طرح ضروری ہے جیسا کہ نوافل میں (ضروری ہے)۔

وتر کی دوسری رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھے اور قعدہ اولیٰ میں التحیات سے زیادہ نہ

ابن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب وتر کی تین رکعت ہونے میں امام محمدؒ کی مؤطا میں موجود ہے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلف کا اس پر معمول تھا۔

تین رکعت کی وتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور تھی ایک رکعت کی وتر تو عام طور پر سب لوگ جانتے بھی نہ تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولی (غلام) نے ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو ان کو نہایت تعجب ہوا، یہ خبر جا کر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کی، انہوں نے ان کی وحشت اور حیرت یہ کہہ کر دفع کر دی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہیں رسول ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں ان پر اعتراض نہ کرو (بخاری)۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے وتر کی تین رکعت سے کم نہ ہونے پر ایک نہایت پاکیزہ عقلی دلیل بھی قائم کی ہے ان سب وجوہات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک رکعت وتر جن احادیث میں ہے وہ قابل تاویل ہیں یا ان میں آنحضرت ﷺ کی پہلی حالتوں کا ذکر ہے، آخر فعل آپ ﷺ کا بھی تین رکعت پر تھا جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مشہور رہا (علم الفقہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وتر کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم دن کے وتر جانتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح رات کے وتر ہیں۔ اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ تین رکعات کے ساتھ وتر پڑھا کرتے تھے اور آخر میں ایک ہی مرتبہ سلام پھیرتے تھے۔

یہ نماز واجب ہے، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی نماز کا حکم کیا جو تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بھی زیادہ بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ وتر کے سلام کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اقوال ہیں۔ ایک تو ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے کہ تین رکعتیں پڑھ کر آخر میں سلام پھیرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تین رکعتیں دو سلاموں کے ساتھ پڑھے۔ پہلے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرے۔ پھر اٹھے اور بلا تحریمہ ایک رکعت اور پڑھ کر ایک بار آخر میں سلام پھیرے (السقایہ) (صفحہ ۱۲۲)

پڑھے۔

جب تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو ثنا نہ پڑھے اور نہ ہی تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم)۔

جب تیسری رکعت میں سورت کی قرأت سے فارغ ہو جائے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائے اور اسی طرح تکبیر کہے جس طرح نماز شروع کرنے کے لئے کہی جاتی ہے۔

رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے ہونے کی حالت میں دعا (دعاء قنوت) پڑھے۔

اور وتر (کی نماز) میں دعا قنوت کا پورے سال پڑھتے رہنا واجب ہے۔

ہر شخص دعاء قنوت پڑھے آہستہ سے۔ (امام مقتدی، منفرد، مسبوق، ہر شخص پڑھے۔)

(وتر میں اس دعاء قنوت کا پڑھنا سنت ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اور وہ یہ ہے۔

﴿اَللّٰھُمَّ إِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ إِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَإِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ إِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ﴾

ترجمہ: اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اور تجھ ہی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں، اور تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم تیری اچھی تعریف کرتے ہیں، اور ہم تیرے (احسان کا) شکریہ بجالاتے ہیں، اور ہم تیری نافرمانی نہیں کرتے، اور ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور ترک کر دیتے ہیں جو تیری مخالفت کرتا ہے۔

اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تیرے ہی (رضا کے) واسطے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، اور تیرے ہی سامنے سربسجود ہوتے ہیں، اور تیری طرف

دوڑتے اور جلدی کرتے ہیں اور تیری رحمت کے ہم امیدوار ہیں، اور تیرے عذاب سے ہم ڈرتے ہیں، بے شک تیرا عذاب کافروں کو لاحق ہونے والا ہے۔

جس شخص کو یہ مسنون دعا (دعاء قنوت) یاد نہ ہو وہ اس دعا کو پڑھے۔

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی، اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا لے۔

اور جس کو یہ بھی یاد نہ ہو وہ یہ دعا پڑھتا رہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ﴾ اے اللہ! ہماری مغفرت فرما دیجئے۔ تین مرتبہ کہے، یا تین مرتبہ ﴿يَا رَبِّ﴾ کہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار۔

جب نمازی دعاء قنوت پڑھنا بھول جائے اور اس کو رکوع کی حالت میں یاد آئے تو رکوع کی حالت میں دعاء قنوت نہ پڑھے، اور نہ ہی دعاء قنوت پڑھنے کیلئے پھر وہ دوبارہ کھڑا ہو، بلکہ (التحیات پڑھ کر) سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے۔

اگر دعاء قنوت رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھ لے تو رکوع کا اعادہ نہیں کرے گا، لیکن (واجب کے تاخیر ہونے کی وجہ سے) سجدہ سہو کرے گا۔

کیونکہ نمازی دعاء قنوت کو اپنی جگہ سے مؤخر (لیٹ) کر دیا۔

جب امام مقتدی کے دعاء قنوت سے فارغ ہونے سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو مقتدی ان کی اقتداء نہ کرے (یعنی ان کے ساتھ رکوع میں فوراً نہ جائے) بلکہ دعاء قنوت (چونکہ واجب ہے اس لئے اس) کو مکمل کرے۔ اور مکمل کرنے کے بعد رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہو۔

لیکن (اگر) امام کے ساتھ رکوع کے چھوٹنے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں امام کی پیروی کرے، (یعنی رکوع میں چلا جائے) اور دعاء قنوت کو (مکمل) پڑھنا چھوڑ دے۔

وتر کے علاوہ (دوسری نمازوں میں) دعاء قنوت نہیں پڑھیں گے مگر خاص مصیبتوں کے وقت میں امام کے لئے (فجر کی نماز میں) رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قنوت نازلہ کا

پڑھنا سنت ہے۔ منفرد کے لئے نہیں (۱)

امام کو مصیبت کے وقت میں (یعنی جس مصیبت سے مسلمان پریشان ہوں) اس دعاء قنوت "قنوت نازلہ" کو پڑھنا چاہیے اور اس کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ سنت سے ثابت شدہ دعاؤں کا اور اس میں اضافہ کردے۔

قنوتِ نازلہ یہ ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَ تَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ. وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ﴾

ترجمہ: اے پروردگار! ہمیں اس چیز میں اپنے فضل سے ہدایت نصیب فرما جس میں تو نے ہدایت رکھی ہے، اور ہمیں اس چیز میں عافیت بخش جس میں تو نے عافیت بخشی ہے، اور ہماری اس چیز میں نگرانی کر جسمیں تو نے نگرانی کرنے کا وعدہ کیا ہے، اور جو کچھ دے اس میں برکت فرما، اور تو ہمیں اس برائی سے بچالے جس کے ہونے کا تو نے فیصلہ کررکھا ہے، بے شک تو ہی فیصلہ کرتا ہے، اور تجھ پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، یقیناً وہ شخص ذلیل وخوار نہیں ہوسکتا جس کی تو نے ذمہ داری لے لی ہے، اور وہ شخص معزز ومکرم نہیں ہوسکتا جس سے تو نے ناراضگی ظاہر کی، تیری ذات بابرکت ہے اے ہمارے پروردگار اور بلند وبالاتر ہے، اور اللہ تعالیٰ کا درود وسلام ہو ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل واولاد پر، اور ان کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر۔

جب مسبوق اپنے امام کو تیسری رکعت میں رکوع کی حالت میں پائے تو وہ حکمی اعتبار سے دعاء قنوت کے پالینے والوں میں شمار کیا جائے گا، تو وہ دعاء قنوت نہیں پڑھے گا جب اپنی نماز کو مکمل کرنے کے لئے کھڑا ہوگا۔

---

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے قبائل کے خلاف ایک ماہ تک دعاء قنوت پڑھی پھر چھوڑ دی۔ لہٰذا اس کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا اور منسوخ میں اتباع نہیں۔ (النقایۃ)

رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ وتر کی نماز ادا کرنا مستحب اور بہتر ہے اس کو تنہا رات کے آخری حصہ میں ادا کرنے سے۔

وتر کی نماز غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔

﴿اَلصَّلٰوۃُ الْمَسْنُوْنَۃُ﴾ مسنون نمازیں

(سنت) ہر وہ نماز ہے جس کو نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ نمازوں کے علاوہ پڑھتے تھے، تاکہ اس کے ذریعے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی قربت حاصل کریں۔

ان سُنَنْ میں بعض پر پابندی کرتے اور بعض (سُنَن) کو کبھی ترک کر دیتے تھے۔

پس وہ نمازیں جس پر نبی اکرم ﷺ نے پابندی کی ہے وہ "سنت مؤکدہ" ہے۔

اور وہ نمازیں جس کو کبھی آپ نے پڑھا، اور کبھی آپ نے ترک کیا ہے وہ "سنتِ غیر مؤکدہ" یا "مستحب" ہے۔

﴿اَلسُّنَنُ الْمُؤَکَّدَۃُ﴾ سنت موکدہ (نمازیں)

۲/ دو رکعت فجر کی فرض نماز سے پہلے۔

۴/ چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ظہر کی فرض نماز سے پہلے۔

۲/ دو رکعت ظہر کی فرض نماز کے بعد۔

۲/ دو رکعت مغرب کی فرض نماز کے بعد۔

۲/ دو رکعت عشا کی فرض نماز کے بعد۔

۴/ چار رکعت ایک سلام کے ساتھ جمعہ کی نماز سے پہلے۔

۴/ چار رکعت ایک سلام کے ساتھ جمعہ کی نماز کے بعد۔

اور صاحبین(۱) (امام محمد و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعت سنت مؤکدہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (یعنی جمعہ کی فرض نماز کے بعد چار رکعت سنت پڑھنے کے بجائے چھ رکعت سنت پڑھیں)

---

(۱) صاحبین سے مراد، امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ۔ شیخین سے مراد امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ۔ اور طرفین سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ احناف سے مراد یہ تینوں حضرات ہیں۔

﴿اَلسُّنَنُ الْغَیْرِ الْمُؤَکَّدَۃِ﴾ سنت غیر موکدہ (نمازیں)

۴/ چار رکعت عصر کی فرض نماز سے پہلے۔

۶/ رکعت مغرب کی نماز کے بعد۔

۴/ چار رکعت عشا کی فرض سے پہلے۔

۴/ چار رکعت عشاء کی فرض کے بعد۔

سنت نمازیں فرائض کی طرح پڑھی جائیں گی مگر یہ کہ نفل کی رکعتوں میں سے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائی جائے گی۔

جب کوئی شخص دو رکعت سے زائد نفل نماز پڑھے اور صرف آخری رکعت میں بیٹھے تو اس کی نفل نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جائے گی۔

دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زائد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زائد نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

﴿اَلصَّلٰوۃُ الْمَنْدُوْبَۃُ و إِحْیَاءُ اللَّیَالِیْ﴾

مستحب نمازیں اور راتوں کا جاگنا

تحیۃ المسجد :

مسجد میں داخل ہونے والے شخص کے لئے بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے، اور اس نماز کا نام "تحیۃ المسجد" ہے۔(۱)

اگر دو رکعت بیٹھنے کے بعد پڑھ لے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

اور اگر وہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد فرض نماز یا کوئی دوسری نماز پڑھ لے اور

---

(۱) اس نماز سے مقصود مسجد کی تعظیم و تکریم ہے، جو درحقیقت خدا کی ہی تعظیم ہے۔
نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں جایا کرے تو جب تک دو رکعت نماز نہ پڑھ لے نہ بیٹھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)
اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ "تحیۃ المسجد" پڑھ لینا کافی ہے۔ خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا آخر میں (علم الفقہ)

تحیۃ المسجد کی نیت نہ بھی کرے، ہو تو بھی یہ نماز تحیۃ المسجد کے جانب سے کافی ہوگی۔

تحیۃ الوضوء :

اور وضو کرنے کے بعد اعضائے وضوء سے پانی سوکھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا نام "تحیۃ الوضوء" ہے۔(۱)

﴿صلوٰۃُ الضُّحیٰ﴾ چاشت کی نماز

چاشت کے وقت چار رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور اگر کوئی چاہے تو بارہ رکعت تک اضافہ کر سکتا ہے، اور اس نماز کا نام صلوٰۃ الضحی "چاشت کی نماز" ہے۔

﴿نمازِ استخارہ﴾

استخارہ کی نماز دو رکعت ہے، اور یہ مستحب ہے۔(۲)

---

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز خالص دل سے پڑھ لیا کرے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم)

نبی اکرم ﷺ نے شب معراج میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چلنے کی آواز اپنے آگے جنت میں سنی صبح میں ان سے دریافت کیا! کہ تم کون سا ایسا نیک کام کرتے ہو کہ کل میں نے تمہارے چلنے کی آواز جنت میں اپنے آگے سنی، بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ جب میں وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیا کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

(۲) جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں تردد ہو کہ کب کیا جائے جیسے سفر آج کیا جائے یا کل کیا جائے تو ایسی ہی حالت میں مستحب ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھی جائے، اس کے بعد جس طرف طبیعت کو رغبت ہو وہ کام کیا جائے (علم الفقہ) بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ تک نماز استخارہ کی تکرار کے بعد کام شروع کیا جائے۔ (علم الفقہ)

نبی اکرم ﷺ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو نماز استخارہ کی تعلیم اس اہتمام سے فرماتے تھے جیسے قرآن مجید کی تعلیم میں آپ کا اہتمام ہوتا تھا۔ (بخاری ترمذی ابوداؤد)

نماز کے بعد یہ دعا پڑھی جائے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ ==

﴿ صَلٰوۃُ الْحٰجَةِ(١) ﴾

یہ دو رکعت ہے، اور یہ مستحب ہے۔

- رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں راتوں کو جاگنا مستحب ہے۔
- اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کی راتوں میں جاگنا مستحب ہے۔
- ذی الحجہ کی دس راتیں (یعنی پہلی سے دس تک) جاگنا مستحب ہے۔
- شعبان المعظم کی پندرہویں تاریخ کی رات کو جاگنا مستحب ہے۔ (شب برات کی رات کو) ان (تمام) جاگنے والی راتوں میں لوگوں کو جاگنے کی دعوت دے کر اکٹھا) کرنا مکروہ ہے۔

== (اس جگہ اپنے مطلب کا اظہار کریں) (اور اس سے پہلے والے ھذا الأمر پر اپنے مطلب کا خیال کریں) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِیْ بِهٖ. لفظ امر کی جگہ جس چیز کے لئے استخارہ کرنا ہو وہی کہے، مثلاً سفر کے لئے ھذا السفر، کہے نکاح کے لئے ھذا النکاح کہے، وغیرہ، اس دعا کے بعد جو دل میں خیال غالب ہو جائے اس میں خیر سمجھیں۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اس دعا کو پڑھنے کے بعد باوضو قبلہ رو ہو کر سو جائے اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام اچھا ہے، اگر سیاہی یا سرخی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ کام برا ہے نہ کرنا چاہئے۔

(١) جب کسی کو کوئی ضرورت اور حاجت پیش آئے خواہ وہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو یا کسی بندے سے اس حاجت کا پورا ہونا مقصود ہو، مثلاً کسی کو نوکری کی خواہش ہو یا کسی کو کسی سے نکاح کرنے کی طبیعت ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر درود شریف پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور اس کے بعد اس دعا کو پڑھے۔ ﴿لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْكَرِیْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِیْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِیْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَیْتَهَا یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ﴾ اس کے بعد جو ضرورت ہو اس کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔

فائدہ: ہر دعاء کے اول و آخر درود شریف کا پڑھ لینا دعاء کی قبولیت کا نہایت قوی ذریعہ ہے۔ علامہ ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دعا سے قبل اور بعد درود شریف پڑھنے والے کی دعا قبول ہو جاتی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ شانہ صرف آگے اور پیچھے کی دعاء "درود" کو قبول فرمالیں اور درمیانی دعا کو رد کر دیں یہ رب کریم کے کرم سے بعید بات ہے۔ (پیارے نبی کی پیاری سنتیں)

- خواہ یہ اجتماع مسجد میں ہو یا کسی دوسری جگہ پر۔
- جہاں تک لوگوں کو بغیر بلائے (اکٹھا ہونے) کی بات ہے تو ایسے اجتماع میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نوٹ : ان راتوں میں جاگنا اور ساری رات تک جاگنے کی پابندی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تمام راتیں نماز و دعاء، تسبیح و ذکر اور خدا کی عبادت میں گزرے۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام راتیں صرف گھومنے میں گذر جائے کہ عموماً یہ ساری بیماریاں لکھنؤ اور دوسرے بڑے بڑے شہروں میں دیکھنے کو ملتی ہیں، ماں بچے، بوڑھے، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بالکل بے پردہ ہو کر نکلتی ہیں اور ساری کی ساری راتیں سامان خریدنے اور مزاروں پر جانے ہی میں گزار دیتی ہیں جب کہ ان کا بے پردہ نکالنا اور نکلنا اور مزاروں پر جانا منع ہے۔

بعض عورتیں جو برقع پہنے رہتی ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ ہم تو پردہ میں ہیں ہرگز نہیں کیونکہ ہر وہ لباس عورتوں کے لئے منع ہے جس کے پہننے سے لوگوں کا میلان اسکی طرف ہو، مزید یہ کہ عورتوں کو گھر سے باہر بغیر کسی مرد (یعنی شوہر، باپ، بھائی، وغیرہ) کے نکلنا حرام ہے۔

اور اسی طرح اس کو خوشبو لگا کر نکلنا منع ہے ایسے زیورات پہن کر نکلنا منع ہے جس کی آواز دوسروں تک پہنچتی ہو۔

اہم بات : جس طرح آج کل عورتیں برقع پہنتی ہیں قطعاً یہ طریقہ برقع پہننے کا نہیں ہے۔ کہ دونوں آنکھیں کھلی رہیں اور اتنا چست ہو کہ باہر سے (پہننے کے بعد) اور زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہوں کہ دیکھنے والے اس کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھیں بلکہ اسے تو اس طرح پہن کر نکلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿یا أَیُّھا النَّبِیُّ قُلْ لِأَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ﴾ (سورۃ الاحزاب آیت ۸۵)

إِدْنَاءٌ کے معنی قریب کرنے کے ہیں۔ علیھن کے معنی اپنے اوپر اور جِلْبَابٌ جس کی جمع جلابیب ہے ایک خاص لمبی چادر کو کہا جاتا ہے۔

اس چادر کی ہیئت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ہے جو دوپٹہ کے اوپر اوڑھی جاتی ہے۔ اور اس کی ہیئت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمائی:

﴿أَمَرَ اللّٰهُ لِنِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذَا اَخْرَجْنَ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ فِي حَاجَةٍ أَنْ يَغْطِيْنَ مِنْ فَوْقِ رُؤُوْسِهِنَّ بِالْجَلَابِيْبِ وَيُبْدِيْنَ عَيْناً واحدةً﴾ (ابن کثیر معارف القرآن)

"اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت سے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے سروں کے اوپر سے یہ چادر لٹکا کر چہروں کو چھپالیں اور صرف ایک آنکھ (راستہ دیکھنے کے لئے) کھلی رکھیں"

اور امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کا مطلب اور جلباب کی کیفیت دریافت کی تو انہوں نے سر کے اوپر سے چادر .... چہرہ پر لٹکا کر چہرہ چھپالیا اور صرف بائیں آنکھ کھلی رکھ کر "إِدْنَاء" اور جِلْبَاب کی عملی تفسیر بیان فرمائی (معارف القرآن)

مسئلہ : عورتوں کو جب کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے نکلنا پڑے تو لمبی چادر سے تمام بدن چھپا کر نکلیں، اور اس چادر کو سر کے اوپر لٹکا کر چہرہ بھی چھپا کر چلیں، مروجہ برقع بھی اس کے قائم مقام ہے، مگر اس طور پر ہو کہ زینت اور حسن کا اظہار نہ ہو۔

عورتوں کا زیور کی آواز غیر محرموں کو سنانا جائز نہیں۔

عورتوں کا خوشبو لگا کر باہر نکلنا جائز نہیں۔

مزین برقع پہن کر بھی نکلنا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! کہ عورت کا چہرہ اگرچہ ستر میں داخل نہیں مگر وہ زینت کا سب سے بڑا مرکز ہے اس لئے اس کا بھی غیر محرموں سے چھپانا واجب ہے، مگر ضرورت کے وقت (جصاص معارف القرآن)

عام طور پر عورتیں مزین برقع پہن کر آج کل نکلتی ہیں اور اپنے جسموں کو گویا بہترین شکل میں پیش کرتی ہیں تاکہ لوگ اس کو دیکھیں وہ عورتیں یاد رکھیں ان کا یہ فعل بالکل ناجائز ہے۔

﴿ جَدْوَلُ الصَّلوٰۃ ﴾

نقشہ برائے نماز

الصلوٰۃ	سنت مؤکدہ فرض سے پہلے	سنت غیر مؤکدہ فرض سے پہلے	فرض نمازیں	سنت مؤکدہ فرض کے بعد	واجب	ملاحظات
فجر	۲		۲			
ظہر	۴		۴	۲		سفر میں فرض دو رکعت
عصر		۴	۴			سفر میں فرض دو رکعت
مغرب			۳	۲		
عشاء		۴	۴	۲	۳ وتر	سفر میں فرض دو رکعت
جمعہ	۴		۲	۲-۴		خطبہ جمعہ سے پہلے دیا جائیگا
عیدین					۲	خطبہ عیدین کی نماز کے بعد دیا جائیگا
تراویح					۲۰	رمضان المبارک میں وتر سے پہلے تراویح کی بیس رکعت نماز ادا کی جائیگی۔

۱- امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کی نماز کے بعد (۶) رکعت سنت مؤکدہ ہے۔ اور فتویٰ بھی انہیں کے قول پر ہے۔ (یعنی ۶ رکعت پر)

﴿اَلصَّلوٰۃُ قَاعِداً﴾ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا بیان

(فرض نماز) کھڑے ہونے پر طاقت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔

اور واجب نمازیں بھی قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

اور قیام پر طاقت کے باوجود نفل نمازیں بیٹھ کر پڑھنا درست ہے۔

جو شخص نفل نماز بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر ادا کرے گا تو اس کو کھڑے ہونے کے مقابلہ میں آدھا ثواب ملے گا۔

اور جو شخص عذر کے ساتھ کوئی (بھی) نماز بیٹھ کر پڑھے گا تو اس کو کھڑے ہونے والے شخص کی طرح ثواب ملے گا۔

جو لوگ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں وہ تشہد (التحیات) میں بیٹھنے کی طرح بیٹھیں گے۔

اگر کسی نے نفل نماز کھڑے ہو کر پڑھنا شروع کیا تو اس کے لئے بغیر کسی کراہت کے اس (نماز) کو بیٹھ کر مکمل کرنا درست ہے۔

﴿اَلصَّلوٰۃُ عَلَی الدَّابَّۃِ﴾ سواری پر نماز پڑھنے کا بیان

فرض نمازیں جانوروں کی پیٹھ پر ادا کرنا درست نہیں ہے۔

اور اسی طرح واجب نمازیں بھی چوپایوں کی پیٹھ پر (ادا کرنا) درست نہیں ہے۔

پس وتر کی نماز، نذر کی نماز، اور اس نفل نمازوں کی قضا جس کو شروع کرنے کے بعد (نمازی نے) توڑ دیا ہو چوپایوں کی پیٹھ پر جائز نہیں ہوگی۔

مگر جب نمازی کو کوئی عذر ہو، جیسے وہ دشمن سے ڈر رہا ہو کہ جب وہ زمین پر اترے گا تو دشمن اسے مار ڈالے گا، یا کسی درندہ کا ڈر ہو، یا جانوروں کی سرکشی سے خوف کھا رہا ہو، یا اس جگہ میں کیچڑ ہو (ان تمام صورتوں میں) اس کی نماز چوپایہ کی پیٹھ پر درست ہوگی، خواہ وہ فرض نماز ہو، یا واجب۔

اور اسی طرح وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اس کو نماز پڑھنے کے بعد سواری پر سوار کردے اور وہ خود سے اس پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتا ہو، تو سواری کی پیٹھ پر نماز

درست ہے۔

چوپایہ پر سنت مؤکدہ نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

مگر فجر کی سنت کے لئے وہ (زمین پر) اتر آئیگا، اس لئے کہ (فجر کی سنت دوسری نمازوں کی سنتوں سے) زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔

جب کوئی شہر سے باہر چوپایہ پر نماز پڑھے گا تو وہ اس جانب اشارہ سے نماز پڑھے گا چاہے جس طرف جانور کا رخ ہو، (پچھم کی طرف رخ کر کے نماز شروع کرے) چاہے وہ سواری (نماز کی حالت میں) کسی طرف کیوں نہ ہو جائے۔

جانوروں کے دوسرے رخ گھومنے کے باوجود نمازی کی نماز درست ہوگی۔

﴿اَلصَّلوٰةُ فِي السَّفِيْنَةِ﴾ کشتی میں نماز پڑھنے کا طریقہ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چلتی کشتی میں بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک فرض نماز چلتی کشتی میں بیٹھ کر بغیر کسی عذر کے پڑھنا درست نہیں ہے۔

اس شخص کے لئے کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے جو کہ رکوع وسجود کرنے پر قادر ہو۔

جب کشتی ساحلِ سمندر (سمندر کے کنارے) پر لگی ہو تو اس وقت قیام پر طاقت کے باوجود کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

مگر جب کشتی سے باہر نکلنے پر قادر نہ ہو تو اس کی نماز کشتی میں جائز ہے، خواہ کشتی رکی ہو، یا چل رہی ہو۔

﴿اَلصَّلوٰةُ فِي الْقِطَارِ وَالطَّائِرَةِ﴾

ٹرین اور جہاز میں نماز پڑھنے کا طریقہ

فرض اور واجب نمازیں چلتی ٹرین میں اور اڑتے ہوئے جہاز میں بغیر عذر کے بیٹھ

کرامام اعظمؒ کے نزدیک درست ہے۔

اور اکثر ائمہ کے نزدیک فرض اور واجب نمازوں کا چلتی ٹرین یا اڑتے ہوئے جہاز میں بغیر عذر کے بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔

مگر جب کوئی عذر ہو، مثلاً سر کا چکرانا (جو کہ عموماً طور پر جہاز کے اڑتے وقت مسافروں کو ہوتا ہے) تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔

اسی طرح بہت تیز چلتی ٹرین ہو جس میں کھڑا ہونا دشوار ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔

اگر نمازی دو سیٹوں کے درمیان کھڑا ہو جائے اور ایک سیٹ پر سجدہ کرے تو اس کی نماز درست ہو گی اگر ٹرین کے فرش پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو، مثلاً گندا ہوا جگہ نہ ہو، لوگوں کو آمدورفت میں تکلیف ہوتی ہو)

جہاں تک رکی ہوئی ٹرین کی بات ہے تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بغیر عذر کے تمام ائمہ کرام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اور اسی طرح جہاز پر جب کہ وہ زمین پر کھڑا ہو تو اس صورت میں بھی بغیر عذر کے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

جب (نمازی ٹرین و جہاز میں) اپنے رخ کو قبلہ رو کر کے نماز شروع کرے پھر ٹرین مڑ جائے یا جہاز دوسری سمت گھوم جائے تو نمازی اگر اپنا رخ قبلہ کی طرف کرنے پر قادر ہو (یعنی اسے ٹرین یا جہاز کا سمت بدلنا معلوم ہو جائے) تو وہ قبلہ کی جانب ہو جائے۔

اور اگر قبلہ کے جانب رخ کرنے پر قادر نہ ہو یا ٹرین اور جہاز کے گھومنے کا علم اس کو نہ ہو تو اس کی نماز اسی حالت میں جائز ہو گی۔

اہتمامِ تراویح اور تعدادِ رکعات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عام اعلان تھا کہ میری اطاعت اس وقت تک ہے جب تک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور سیرت صدیق پر عمل کرتا رہوں۔ جہاں خالق کی معصیت ہو وہاں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

یہ اعلان رسمی نہیں تھا بلکہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو آزمانے کے لئے برسر ممبر اعلان فرمایا لوگو! اگر میں سنتِ نبویؐ اور سیرتِ صدیقؓ کے خلاف کوئی حکم دوں تو تم لوگ کیا کرو گے؟ لوگ خاموش رہے۔ پھر دوبارہ یہ اعلان فرمایا تو ایک نوجوان تلوار لے کر کھڑا ہو گیا اور تلوار کی طرف اشارہ کر کے برجستہ کہا: "یہ فیصلہ کرے گی"۔ حضرت عمرؓ نے خوش ہو کر فرمایا:۔ "جب تک عوام میں یہ جرأت باقی ہے اس وقت تک امت گمراہ نہیں ہو سکتی۔"

ایک مرتبہ آپ تقریر فرما رہے تھے مجمع بہت کثیر تھا، آپ نے فرمایا: "اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا" یعنی سنو اور عمل کرو ایک عام شخص نے کھڑے ہو کر برجستہ کہا: آپ کی بات نہیں سنیں گے اور نہ عمل کریں گے، اس لئے کہ آپ نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں مساوات نہیں کی ہے، کیونکہ یہ کپڑا جو آپ کے جبہ میں ہے ہم کو بھی ملا ہے مگر اس میں سے چادر اور تہبند نہیں ہو سکے اور آپ کے جبہ کیسے بن گیا؟

حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دینے کے بجائے اپنے بیٹے کو طلب کیا، انہوں نے بتایا "یہ کپڑا ہم کو بھی ملا تھا لیکن والد محترم کے پاس صرف ایک ہی کرتا تھا جمعہ کے لئے اس کے دھونے اور سکھانے میں دیر ہو جاتی تھی اس لئے میں نے اپنا حصہ بھی ان کو دے دیا تھا اس لئے دونوں کو ملا کر ایک جبہ تیار ہو گیا ہے۔"

اور بہت سے واقعات اسی قسم کے ملیں گے کہ یہ حضرات خلافِ سنت ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کرتے تھے، سب آنحضرت ﷺ کی سنتوں کے دل دادہ اور عاشق تھے، بدعت اور خلافِ سنت فعل سے ایسے بیزار تھے کہ امت کا کوئی شخص ان کی نظیر پیش

نہیں کرسکتا، ایسے سخت گیر پابندِ سنت اور متبع شریعت حضرات مثلاً حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ اور حضرت زبیرؓ، حضرت معاذؓ اور ان کے علاوہ تمام مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی موجودگی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو بیس رکعات تراویح پڑھانے کیلئے مقرر فرمایا اور کسی نے بھی ان پر اعتراض یا نکتہ چینی اور تردید نہیں کی بلکہ سب نے آپؓ کا تعاون کیا اور آپ کی موافقت اور تائید ہی کی اور اس کو جاری ورائج کیا۔ (تمام صحابہ کرامؓ پابندی سے تراویح میں شریک ہوتے تھے)، یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف اور ان کیلئے دعائے خیر کی، آپ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے: کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر کو نور سے بھردے جس طرح انہوں نے ہماری مسجدیں منور کی ہیں۔

جو حضرات بیس رکعت تراویح کو بدعتِ عمرؓ کہتے ہیں اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں کثرت سے صحابہ کا بیس رکعتوں پر اتفاق کیسے ہوا؟

اگر حضرت عمرؓ نے ہی بیس رکعت اپنی طرف سے ایجاد فرمائی تھیں تو وہ جم غفیر اور کثیر التعداد صحابہ رضی اللہ عنہم کہاں تھے جن میں سے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کو یہ جرأت تھی کہ حضرت عمرؓ کو ذرا سی بات پر خطبہ پڑھنے کی حالت میں بھی ٹوک دے۔

حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی۔ اس نے کہا "الحمدللہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ" یہاں "والصّلوٰۃ علیٰ رسول اللہ" زائد تھا۔ اگرچہ مفہوم کے اعتبار سے بہت ہی اچھا تھا کہ آپ پر سلام ہو، مگر خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ نے اس کو فوراً تنبیہ فرمائی کہ یہ خلاف سنت ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ جو کہ فقیہ ہونے کے ساتھ کاتب وحی بھی ہیں انہوں نے خانہ کعبہ کے تمام کونوں کو بوسہ دیا، حضرت ابن عباسؓ نے فوراً پکڑ کی کہ حجرِ اسود کے سوا کوئی بوسہ سنت نبوی نہیں ہے آپ نے یہ خلافِ سنت عمل کیسے کیا ہے؟ حضرت معاویہؓ نے اپنے اس فعل سے رجوع کیا۔

یہ حضرات صحابہ کرامؓ ذرا بھی خلافِ سنت عمل کو برداشت نہیں کرتے تھے عوام سے

ہو یا بادشاہ وقت سے فوراً پکڑ کر لیتے تھے تو کیا ان حضرات سے یہ ممکن ہے کہ وہ مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں تراویح کی بیس رکعت کو برداشت کرتے جو انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی طور پر ہو رہی تھی؟

ان حضرات کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ مجبوراً شرکت کرتے رہے اور ان کی زبان سے خوف کی وجہ سے کوئی کلمہ نہ نکل سکا۔ (معاذ اللہ)

اس قسم کا خیال کرنا نہ صرف حضرت عمرؓ پر بدگمانی ہے بلکہ ان کے علاوہ تمام صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف بدظنی اور بدگمانی کا دروازہ کھول دینا ہے جو اس مسئلہ پر خلیفۃ المسلمین کے ساتھ متفق اور ان کے ساتھ اس عمل (تراویح) میں شریک تھے۔

ہم کو حضرت عمرؓ اور دیگر تمام حضراتِ صحابہ سے ہرگز ہرگز ایسی امید نہیں کہ وہ سب حضور ﷺ کے خلاف کسی فعل پر ایسا اتفاق کریں، بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے پہلے بھی بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھی۔ متفرق طور پر مختلف اماموں کے ساتھ یا الگ الگ پڑھا کرتے تھے۔ صرف حضرت عمرؓ نے جماعت کا خاص اہتمام فرمایا تو اس سے یہ کیسے لازم ہوا کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی بدعت جاری فرمائی۔

خلاصۂ کلام

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تراویح کو جماعت کے ساتھ پڑھا ہے تاکہ اس کا مسنون ہونا معلوم ہو جائے، اس کے بعد اس کو ترک فرما دیا کہ مبادا فرض نہ ہو جائے، اگر فرضیت کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ ہمیشہ پڑھتے رہتے، آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گھروں میں تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تراویح کے فرض ہونے کا اندیشہ دور ہو گیا لہٰذا لازم ہوا کہ تراویح کو مسجدوں میں باجماعت پڑھا جائے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تراویح کو جماعت سے پڑھنے کا حکم نہیں دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؓ اس سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول و مصروف

رہے، یعنی آپ نبوت کے دعویداروں اور مرتدین کا مقابلہ کرنے میں مصروف رہے، مدتِ خلافت بھی نہایت مختصر یعنی دو سال چند ماہ رہی، جس کی وجہ سے آپ کو جماعت تراویح کا اہتمام کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ حضرت عمرؓ کو بھی اپنے خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مشغولیت زیادہ رہی اس کے بعد جب انتظامات درست و مستحکم ہو گئے اور سطح زمین پر امن کا فرش بچھ گیا تو اس سنت کے قائم کرنے کی طرف حضرت عمرؓ کی توجہ ہوئی چنانچہ بخاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقادر سے روایت کی ہے کہ میں ایک شب حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد میں گیا دیکھا کہ لوگ ادھر ادھر متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں کوئی تنہا اور کوئی کسی کے ساتھ چند نفر۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر ان سب کو ایک حافظ کے پیچھے جمع کردوں تو زیادہ اچھا ہوگا پھر اسی خیال کو پختہ کر کے حضرت ابی بن کعبؓ کا سب کو مقتدی بنا دیا۔ اس کے بعد دوسری شب میں حضرت عمرؓ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ آدمی جماعت کی صورت میں اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ’’بہت اچھی ہے یہ بدعت۔‘‘

علامہ قاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جو تراویح کو بدعت کہا صرف صورت کے اعتبار سے فرمایا، کیونکہ یہ اجتماع آپ کی وفات کے بعد ہوا، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے یہ بدعت نہیں ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھروں میں پڑھنے کا حکم فرمایا تھا تاکہ فرض نہ ہو جائے۔

احادیث سے آپ کا تراویح کی بیس رکعت پڑھنا ثابت ہے لیکن اتنے اہتمام اور جماعت کثیرہ کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے سب کو ایک امام کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام فرمایا۔

باتفاقِ ائمہ صحیح یہ ہے کہ تراویح میں جماعت ہی افضل ہے بلکہ بعض علماء نے اس کے متعلق اجماع کا دعویٰ کیا ہے کہ جملہ صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا ہے، کیونکہ مہاجرین و انصار میں سے کسی نے بھی انکار یا اعتراض نہیں کیا سب نے اس میں شرکت فرمائی۔

آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ.

سے دونوں سنتوں کو معمول بنانا واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، آپ ﷺ نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ میری سنت کو لے کر خلفاء راشدین کی سنت کو ترک کردو بلکہ دونوں کا التزام کرو۔

(مسائل تراویح (مکمل ومدلل) (صفحہ ۲۴)

﴿صَلٰوۃُ التَّرَاوِیحِ﴾ تراویح کی نماز

قال النبی ﷺ ﴿مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَاناً وَ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ : نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان المبارک میں ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ نفل نماز کا اہتمام کرے گا اس کے اگلے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

- تراویح مرد اور عورت سب پر سنت مؤکدہ ہے۔
- جماعت سے تراویح پڑھنا محلہ والوں کے لئے سنت کفایہ ہے۔
- تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔
- تراویح کو وتر پر مقدم کرنا مستحب ہے۔
- اور وتر کو تراویح پر مقدم (پہلے) کرنا بھی درست ہے۔ لیکن تراویح کو وتر پر مقدم کرنا ہی افضل اور بہتر ہے۔
- تراویح میں رات کے تہائی حصہ تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔
- اور اسی طرح آدھی رات تک، اور تراویح کو آدھی رات کے بعد پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔
- ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت کے بقدر ترویحہ (آرام کرنے) کے لئے بیٹھنا مستحب ہے۔
- اور اس طرح پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی بیٹھنا مستحب ہے۔
- پورے قرآن کریم کا ایک مرتبہ تراویح میں پورے مہینہ میں ختم کرنا سنت ہے۔

- لوگوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے پورے قرآن کریم کا پڑھانا و پڑھنا (تراویح میں) نہ چھوڑا جائے گا۔
- اور ہر تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر درود کا پڑھنا نہ چھوڑا جائے گا اگرچہ لوگ اکتا جائیں۔
- اور اسی طرح (امام) ثناء، اور رکوع وسجود کی تسبیحات کو لوگوں کے اکتا جانے کی وجہ نہ چھوڑیں۔
- تشہد میں نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کے بعد دعاء ماثورہ کو چھوڑا جا سکتا ہے اگر لوگوں میں اکتاہٹ پیدا ہو جائے۔
- لیکن افضل یہ ہے کہ مختصری دعا سنت پر عمل پیرا ہونے کے لئے پڑھ لے۔
- تراویح کی قضا نہیں کی جائے گی، نہ جماعت کے اعتبار سے اور نہ تنہائی میں۔

آنحضرت ﷺ سے بیس رکعت کا ثبوت

نبی اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں یہ حدیث موجود ہے: ﴿عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً سِوَی الْوِتْرِ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان میں بیس رکعتیں وتر کے علاوہ پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۷۲، مسائل تراویح)

کس عمر کا لڑکا تراویح پڑھا سکتا ہے؟

جس لڑکے کو سولہواں سال شروع ہو گیا ہے اس کے پیچھے تراویح اور فرض نماز سب درست ہے اگرچہ داڑھی نہ ہو، اور ایسی عمر کا لڑکا اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے، اور تیرہ چودہ برس کا لڑکا امام نہیں ہو سکتا (یعنی جب تک بلوغت کے کچھ آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں، تو اگر ظاہر ہو گئے ہوں، مثلاً احتلام وغیرہ تو امام بننے میں کچھ کراہت نہیں ہے) لیکن تراویح میں بتلانے کی وجہ سے اس کو اگلی صف میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۲۴۷، مسائل تراویح)

اگر حافظ کی داڑھی ایک مشت سے کم ہو؟

امداد المفتیین میں داڑھی منڈوانے یا ایک مشت سے کم پر کٹوانے والے کے متعلق ہے کہ وہ شخص فاسق ہے اس کو امام بنانا ناجائز ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (مسائل تراویح مکمل ومدلل)

حافظ کا قرآن تیز پڑھنا

حافظ کا قرآن تیز پڑھنا اس طور پر کہ یعلمون تعلمون کرے اور تجوید کی کوئی رعایت نہ کرے اور مقتدی بھی اس کو پسند کرتے ہوں تو ایسا پڑھنا امر منکر ہے۔ جو بجائے ثواب کے معصیت و گناہ ہے، اس سے اچھا الم ترکیف سے تراویح پڑھنا بہتر ہے۔

غلط لقمہ دیکر پریشان کرنا

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ وہ امور جو کسی مسلمان کو غلطی میں ڈالیں ان سے بچنا ضروری ہے، بعض حفاظ کرام کو دیکھا گیا ہے جو کہ صرف حفاظ کو پریشان کرتے ہیں وہ اس حدیث کو ذہن نشین کرلیں کہ اگر سنت کے خلاف کام کیا تو یاد رکھیں کہ وہ "من أعرض عن سنتی فلیس منی" میں داخل ہو جائیں گے یعنی وہ حضور ﷺ کا سچا پیروکار نہیں ہوں گے۔

بسم اللہ کا پڑھنا

پورے قرآن میں صرف ایک مرتبہ زور سے کہیں بھی بسم اللہ کا پڑھنا تراویح میں مسنون ہے۔

دعا کا طریقہ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کر مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو، ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگا کرو اور جب دعا کر چکو تو اٹھے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔

نبی اکرم ﷺ کا یہ دستور تھا کہ جب آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تو آخر میں اپنے ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے۔ (معارف الحدیث ج ۵ ص ۱۳۱)

دعا نماز کا جز نہیں سلام پر نماز ختم ہو جاتی ہے لہٰذا ائمہ حضرات کو چاہئے کہ وہ کبھی کبھی دعا چھوڑ دیا کریں ورنہ مقتدی حضرات دعا کو فرض سمجھ لیں گے۔

ختم قرآن کریم کی رات میں حافظ صاحب کو ہار پہنانا

یہ رسم قابل ترک اور برا ہے۔

اگر آپ کو حافظ صاحب کی عزت افزائی ہی کرنی ہے تو ان کو بہترین سے بہترین عربی رومال یا قیمتی سے قیمتی شال کیوں نہیں پہناتے؟

اور اسی طرح لوگوں نے مٹھائی تقسیم کرنا ضروری سمجھ لیا ہے لہٰذا اسے بھی ترک کرنا چاہئے کیوں کہ بچوں کا شور وغل اس سے ہوتا ہے جو کہ مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔

امامِ تراویح یا کوئی اور دوسرا شخص خوشی میں کھلانا چاہیں تو کھلا سکتے ہیں لیکن مسجد کی حرمت کا خیال رکھیں، شیرینی دروازے پر تقسیم کریں تا کہ مسجد کا فرش خراب نہ ہو۔

تراویح کی اجرت بطور نذرانہ

فقہاء کرام نے لکھا ہے "المعروف کالمشروط"

اگر حافظ صاحب کو معلوم ہے کہ ان کے قرآن شریف سنانے پر مسجد سے روپیہ ملے گا اور لینا دینا مشہور ہے تو حافظ صاحب کو قرآن کریم کے ختم پر کچھ لینا درست نہیں ہے۔

ورنہ پڑھنے اور سننے والے دونوں ثواب سے محروم رہیں گے۔

بعض جگہ تو متولی طے کرتے ہیں، جیسے کہ بنگلور وغیرہ میں، یا کم سے کم یہ تو کہتے ہی ہیں کہ جو چاہیں گے دے دیں گے تو یاد رکھیں!

کہ تراویح میں لینا دینا ناجائز ہے، لینے دینے والے دونوں گنہگار ہوتے ہیں اس سے اچھا یہ ہے کہ الم ترکیف سے تراویح پڑھی جائے۔

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر رمضان المبارک

کے مہینے میں حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں سے اس کی امامت متعین کردی جائے تو یہ صورت جواز کی ہے، کیونکہ امامت کی اجرت کے فقہاء کرام نے اجازت دی ہے۔

لیکن اصل قول وہ ہے جو کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا!

کہ یہاں مقصود امامت نہیں تراویح ہے بلکہ تراویح میں قرآن سنانا ہے، اسلئے یہ بھی جائز نہیں، کیونکہ دیانات میں حیلہ جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج-۱ص:۴۸۵)

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رمضان شریف میں قرآن سنانے پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اور پہلے سے اجرت مقرر کرنا درست نہیں۔

اگر یہ بات پہلے سے جانی بوجھی ہو کہ ہم قرآن سنائیں گے اور اس میں روپیہ ملے گا اور سننے والے یہ سمجھتے ہوں کہ ہم قرآن سنیں گے اور ہم کچھ دیں گے تو اس حالت میں بھی اس موقع پر کچھ لینا کچھ دینا جائز نہیں۔

اور قرآن کریم کے ادب و احترام کے لئے یہی صورت مناسب ہے، بلکہ خود حفاظ کرام کے لئے یہی اعزاز و اکرام کا سبب ہے۔ (مسائل تراویح)

حافظِ تراویح کو آمدورفت کا کرایہ پیش کرنا اور کھانا کھلانا

آمدورفت کا کرایہ دے کر حافظ کو باہر سے بلانا اور اس کا قرآن شریف بلا معاوضہ سننا موجبِ ثواب ہے، اور جب کہ وہ باہر سے آیا ہوا ہے اور بلایا ہوا مہمان ہے تو اس کو عمدہ کھلانا جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم ج-۴ص ۲۹۵)

اگر حافظ صاحب کے دل میں لینے کا خیال نہ تھا اور پھر کسی نے دیا تو درست ہے۔

اور جو حسب رواج و عرف دیتے ہیں، اور حافظ بھی لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگرچہ زبان سے کچھ نہیں کہتا تو درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۳۲۴، مسائل تراویح)

قرآن مجید کے فضائل اور اس کی تلاوت وغیرہ کا ثواب

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے تمام آسمانوں اور زمینوں اور ان چیزوں سے جو اس میں ہیں۔ (سنن دارمی)

(۲) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حسد کی اجازت نہیں مگر دو شخصوں پر ایک وہ جو قرآن مجید پڑھتا ہو اور وہ اس کی تلاوت میں راتوں کو مشغول رہتا ہو، دوسرے وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو دن رات اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہو (صحیح بخاری) اس حدیث میں حسد سے مراد غِبطہ ہے۔ یعنی کسی کے پاس کوئی نعمت ہو اور اس نعمت کا اپنے لئے بھی خواہش کرنا بغیر اس کی نعمت کے ختم ہونے کے۔

(۳) جو شخص اچھی طرح قرآن مجید پڑھے اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا، اور اس کے دس عزیزوں کے حق میں جو دوزخ میں جانے کے حقدار ہو چکے ہوں گے اس کی سفارش قبول فرمائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ) یعنی جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جو شخص اپنے لڑکے کو قرآن مجید کی تعلیم کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو قیامت میں ایک تاج پہنائے گا (طبرانی)

(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو قیامت میں خوف نہ ہوگا نہ ان سے حساب لیا جائے گا، اور ان تین میں سے قرآن مجید پڑھنے والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (دارمی)

(۶) معاذ ابن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص اچھی طرح قرآن مجید پڑھے، اور اس پر عمل کرے قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بدرجہا بہتر ہوگی پھر کیا کہنا اس شخص کا جس نے پڑھا اور عمل کیا۔ (ابوداؤد)

(۷) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید یاد کر کے بھول جائے وہ قیامت کے دن جذامی (یعنی کوڑھی) ہوگا۔ (صحیح بخاری) معاذ اللہ منہ۔

(۸) خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھے اس کو اکہرا ثواب ملے گا اور جو اس کو سنے اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ (دارمی)

(۹) نبی اکرم ﷺ کو یہ بات بہت پسند تھی کہ کوئی دوسرا شخص قرآن مجید پڑھے اور آپ ﷺ سنیں، ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ارشاد ہوا کہ تم پڑھ کر مجھ کو سناؤ، انہوں نے کہا میں آپ کو سناؤں، آپ ہی پر نازل ہوا ہے، ارشاد ہوا کہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے سے سنوں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء پڑھنا شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہونچے ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ "یعنی کیا حال ہوگا اس وقت جب ہم ہر امت کے لئے ان میں سے ایک گواہ نکالیں گے، اور ان لوگوں پر تم کو گواہ بنائیں گے۔

یہ ذکر قیامت کا ہے کہ اس دن خدائے غفور رحیم ہر امت پر ان کے پیغمبروں کو گواہ بنائے گا اور ہم لوگوں پر نبی اکرم ﷺ کو، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! بس بس، ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھ مبارک سے آنسو بہہ رہے تھے (صحیح بخاری، سنن دارمی) نبی اکرم ﷺ شاید اس سبب سے روئے کہ اس آیت میں آپ کے گواہ بنانے کا ذکر ہے اور آپ کو اپنی امت کے تمام اچھے اور برے حالات بیان کرنے پڑیں گے اور امت کی برائی آپ کو ناگوار ہے، علاوہ اس کے آپ کی عادتِ شریفہ بھی تھی کہ قرآن مجید کے پڑھنے میں اکثر رویا کرتے تھے (علم الفقہ ج ۲ صفحہ ۱۶۸)

قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے آداب

بہتر یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر طہارت کے ساتھ نہایت ادب سے کسی پاکیزہ مقام میں

بیٹھ کر قرآن مجید پڑھا جائے، سب سے بہتر اس کام کے لئے مسجد ہے۔

قرآن مجید نہایت خوش آوازی سے پڑھنا چاہئے، جس سے جس قدر ہو سکے۔ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید خوش آوازی سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (دارمی) مگر جس کی آواز ہی نہ اچھی ہو وہ مجبور ہے۔

قرآن مجید ٹہر ٹہر کر پڑھے، بہت عجلت (جلدی) سے پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے، افسوس کہ ہمارے زمانہ میں قرآن مجید کی سخت بے تعظیمی ہوتی ہے پڑھنے میں ایسی عجلت (جلدی) کی جاتی ہے کہ بعض بعض الفاظ کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا، تراویح میں اکثر ظالم حافظوں کو ایسا ہی دیکھا گیا خدا جانے ان پر کس نے جبر کیا جو یہ تراویح پڑھانے آئے، اس سے بہتر ہوتا کہ ایسے حضرات نہ پڑھتے، قرآن مجید کی بے ادبی اور بے تعظیمی تو نہ ہوتی۔ (علم الفقہ)

﴿صَلٰوۃُ الْمُسَافِرِ﴾ مسافر کی نماز

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ (سورۃ النساء ١٠١)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو (جس کی مقدار تین منزل ہو) سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا (بلکہ ضروری ہے) کہ تم (ظہر اور عصر اور عشاء کے فرض) نماز (کی رکعات) کو کم کردو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھا کرو)۔

مسئلہ: جو سفر تین منزل سے کم ہو اس سفر میں نماز پوری پڑھی جاتی ہے۔

منزل کا اندازہ بیس میل کا ہے۔

مسئلہ: اور جب سفر ختم کر کے منزل پر جا پہنچے تو اگر وہاں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہو تب تو وہ سفر کے حکم میں ہے، فرض نماز چارگانہ آدھی پڑھی جائے گی اور اس کو قصر کہتے ہیں۔

اگر پندرہ روز سے زیادہ ایک ہی بستی (یا شہر) میں رہنے کا ارادہ ہو تو وہ وطنِ اقامت ہو جائے گا، وہاں بھی وطنِ اصلی کی طرح قصر نہیں ہوگا بلکہ نماز پوری پڑھی جائے گی۔ (معارف القرآن)

سفر جیسا بھی ہو دینی ہو، جیسے، جہاد کیلئے، یا دنیوی ہو، جیسے تجارت، یا سیاحت کیلئے۔

حنفیہ کے یہاں سفر میں نمازِ قصر مستحب ہی نہیں واجب ہے۔ (تفسیر ماجدی)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنّہٗ قال ﴿خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَكَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ﴾ (بخاری) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو آپ ﷺ دو دو رکعت نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ لوٹ آئے۔

سفر کی سب سے کم مدت جس میں نماز قصر واجب ہے، اور جس میں رمضان المبارک

کے روزے میں چھوٹ ہے وہ مدت ہے جس کی مسافت سال کے سب سے چھوٹے تین دن کے برابر درمیانی رفتار سے پیدل یا اونٹوں کی رفتار سے ہو، اگر کسی نے تین دن کی مسافت ایک گھنٹہ میں طے (پوری) کرلی کسی تیز رفتار سواری سے، جیسے کہ جہاز، ٹرین، جب بھی اس شخص پر قصر واجب ہے۔

قصر مسافر پر واجب ہے۔

جس شخص نے سفر میں پوری نماز پڑھ لی تو اس نے گناہ کیا۔

مسافر ظہر، عصر، عشاء کی فرض نماز میں قصر کرے گا تو وہ ان اوقات میں دو رکعت چار رکعت کے بدلے پڑھے گا۔

اور فجر اور مغرب میں قصر نہیں ہے، اور نہ ہی واجب و نفل و سنت نمازوں میں۔

﴿ شُرُوْطُ صِحَّةِ نِيَّةِ السَّفَرِ ﴾

سفر کی نیت کے صحیح ہونے کی شرطیں

سفر کی نیت کے صحیح ہونے کے لئے (۳) چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) سفر کی نیت کرنے والا بالغ ہو۔

اگر بچہ ہوگا تو اس پر قصر واجب نہیں ہے۔

(۲) جس نے سفر کی نیت کی ہو وہ اپنے سفر میں خود مختار ہو۔

پس قصر نماز اس شخص پر نہیں ہے جو اپنے سفر میں آزاد نہ ہو۔ بلکہ کسی کی پیروی میں سفر کر رہا ہو اور اس نے سفر کی نیت نہ کی ہو۔

سفر میں بیوی کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا جب تک کہ شوہر سفر کی نیت نہ کرے، اس لئے کہ بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے۔

اسی طرح خادم کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا جب تک کہ آقا نیت نہ کرے۔

اور اسی طرح فوجی کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا جب تک کہ اس کا کمانڈر سفر کی نیت نہ کرے، اس لئے کہ فوجی اپنے کمانڈر کے تابع ہوتا ہے۔

(۳) سفر کی مسافت (دوری) لگاتار تین دن پیدل چلنے کی مقدار سے کم نہ ہو۔

﴿مَتیٰ یَبْدَأُ بِاِ الْقَصْرِ؟﴾ قصر کب سے شروع ہوتا ہے؟

- قصر اس وقت جائز ہے جبکہ مسافر گاؤں اور اس کی آبادی سے نکل جائے اور قصر جائز نہیں جب تک کہ مسافر شہر اور حدودِ شہر سے باہر نہ ہو جائے۔(۱)
- قصر صرف سفر کی نیت سے جائز نہیں ہوتا جب تک کہ وہ گاؤں اور شہر سے باہر نہ چلا جائے، اور اسی طرح اپنے گھر سے نکلنے سے قصر جائز نہیں ہوتا بلکہ شہر اور گاؤں کی آبادی سے باہر نکلنے ہی پر قصر شروع ہوتا ہے۔
- قصر ہر سفر میں جائز ہے خواہ وہ سفر خدا کی فرمانبرداری کے لئے ہو، جیسے جہاد، حج وغیرہ، یا کسی جائز کام کے لئے ہو، جیسے کہ تجارت، یا کسی ایسے کام کے لئے ہو جس میں گناہ ہوتا ہو جیسے کہ چوری۔
- اگر مسافر چار رکعت والی نماز پوری کرلے اور پہلی دو رکعت بعد بیٹھ جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ اور بعد والی دو رکعت نفل ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے سلام میں تاخیر کی وجہ سے۔
- جب مسافر چار رکعت والی نماز پوری کرلی اور شروع کی دوسری رکعت میں تشہد (التحیات پڑھنے) کی مقدار نہیں بیٹھا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ قصر ہمارے نزدیک ضروری ہے، اس میں کوئی رخصت نہیں۔

﴿مُدَّةُ الْقَصْرِ﴾ قصر نماز کی مدت

- مسافر اپنے شہر پہونچنے تک قصر کرتا رہے گا۔
- مسافر کسی گاؤں یا کسی شہر میں پندرہ دن یا اس سے زائد رہنے کی نیت کرلے، تو (اس سے) قصر ساقط (ختم) ہو جائے گا۔
- اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کریگا تو وہ برابر فرض نمازوں میں قصر کرتا رہیگا۔ اور اسی طرح مسافر (کو جہاں جانا تھا وہاں پہونچ کر) اقامت (ٹھہرنے) کی

---

(۲) فقہاء کرام نے ''المدینہ'' کا مطلب اس جگہ کو بتایا ہے جو شہر کے خاص جگہوں میں سے ہو، جیسے کہ قبرستان، سوارگاہ، کھیل کا میدان، گھوڑ سواری کی جگہ وغیرہ۔

نیت نہ کی ہو اور بغیر نیت کے کئی سال ٹھہر گیا ہو تو وہ نماز میں (اس مدت میں) قصر ہی کرتا رہے گا۔

﴿ إِقْتِدَاءُ الْمُسَافِرِ بِالْمُقِيْمِ وَعَكْسِهٖ ﴾

مقیم کے لئے مسافر کی اقتداء اور اس کے برعکس صورت

مسافر شخص کا مقیم امام کی اقتدا کرنا جائز ہے، اور وہ مسافر اپنے مقیم امام کی پیروی کرتے ہوئے اپنی چار رکعت نماز پوری کرے گا۔

اور مقیم شخص کا مسافر امام کی اقتدا کرنا درست ہے۔

لہٰذا جب مسافر مقیم لوگوں کی امامت کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ (مسافر امام) سلام پھیرنے کے بعد ﴿أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَإِنِّيْ مُسَافِرٌ﴾ کہدے، یعنی میں مسافر ہوں لہٰذا آپ لوگ اپنی (بقیہ دو رکعت) نمازیں پوری کرلیں۔

اور بہتر یہ ہے کہ وہ مسافر نماز شروع کرنے سے پہلے اور نماز کے بعد بھی یہ الفاظ کہدے۔

جب مقیم مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز پوری کرنے کیلئے کھڑا ہو تو کچھ نہ پڑھے، یعنی صرف وقفہ وقفہ سے بغیر کچھ پڑھے ہوئے ارکان پورا کرے،

بلکہ وہ اپنی نماز لاحق کی طرح بغیر قرأت کے مکمل کرلے۔

جب سفر میں چار رکعت والی نماز چھوٹ جائے تو (اسکے بدلے میں) دو رکعت نماز ادا کی جائیں گی خواہ وہ اس نماز کو سفر میں پوری کرے یا حضر (وطن) میں۔

اور جب اقامت (یعنی گھر پر رہنے کی صورت) میں چار رکعت والی نماز چھوٹ جائے تو وہ چار رکعت ہی ادا کی جائیں گی،

خواہ وہ اس کو سفر میں پوری کرے یا حضر (وطن) میں۔

﴿أَقْسَامُ الْوَطَنِ وَأَحْكَامُهَا﴾ وطن کی قسمیں اور اس کے احکام

وطنِ اصلی وطنِ اصلی سے باطل ہوجاتا ہے۔

جب کوئی اپنے اصلی وطن کو چھوڑ کر وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے اور اسی کو اپنا وطن بنالے تو اب اگر وہ اپنے اصلی وطن کی طرف کسی کام کی وجہ سے جائے گا تو وہاں (اگر پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کرنے کی صورت میں) نماز میں قصر کرے گا، اس لئے کہ اب اسکا اصلی وطن (جو پہلے تھا) باقی نہ رہا دوسرے وطن کو اختیار کرنے کی وجہ سے۔

وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت کی وجہ سے باطل ہو جاتا ہے۔

وطن اقامت وطنِ اصلی کی طرف لوٹنے سے باطل ہو جاتا ہے، اور وہاں سے سفر کر لینے سے بھی باطل ہو جاتا ہے۔

بقیہ: وطنِ اصلی وطنِ اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔

یعنی کوئی شخص کسی مقام میں چند روز کی سکونت اختیار کرے، اس کے بعد اپنے اصلی وطن میں جائے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

اگر کوئی مسافر کسی شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ نماز کا بالکل آخری وقت ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو، اور وہ پندرہ دن اقامت کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا۔

اگر کوئی مسافر نماز کی حالت میں اقامت کی نیت کر لے خواہ اوّل نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدہ سہو اور سلام سے پہلے ہو تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہئے اس میں قصر جائز نہیں۔ (علم الفقہ)

مسافر فجر و مغرب کی سنت کو ترک نہ کرے اگر وقت ہو اور اطمینان ہو اگر چل رہا ہو تو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔

﴿صَلٰوۃُ الْمَرِیْضِ﴾ مریض کی نماز

قال اللہ تعالیٰ: لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ ۲۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زائد کام کا حکم نہیں دیتے۔

وقال النبی ﷺ لعمران بن حصین ﴿صَلِّ قَائِماً، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِداً، فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَی الْجَنْبِ تُوْمِیْٔ اِیْمَاءً﴾ (رواہ ابوداود)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو، اگر کھڑے ہو کر نماز

پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو بیٹھ کر، اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو پہلو کے بل اشارے سے۔ نماز پڑھا کرو نماز کا ترک کرنا (چھوڑنا) بیماری کی حالت میں بھی جائز نہیں ہے۔

جو شخص بیمار ہو اور اسے نماز کے تمام ارکان مکمل طور پر ادا کرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ ان تمام (نماز کے) ارکان کو طاقت کے مطابق ہی ادا کرے گا۔

وہ بیمار جو کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو وہ بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا کرے گا اسی طرح وہ مریض جسے کسی تکلیف کے بنا پر کھڑے ہونے میں دشواری ہو رہی ہو تو وہ بھی بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا کر لے گا۔

اسی طرح وہ مریض جسے کھڑے ہونے کی صورت میں کسی بیماری کے پیدا ہونے، یا (بیماری سے) شفا میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہو، تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا۔

اسی طرح وہ شخص بھی بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے گا جو کہ رکوع وسجود یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو ادا کرنے سے معذور ہو اور وہ (اس حالت میں) رکوع وسجود اشارہ سے ہی کرے گا۔

جو شخص رکوع وسجود اشارہ سے کرے تو وہ اپنے سجدے کے اشارے میں زیادہ جھکے رکوع کے اشارے کے مقابلے میں۔(۱)

اگر سجدے کے اشارے میں رکوع کے اشارے سے زیادہ نہیں جھکے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

اور نمازی کے لئے پیشانی کی جگہ کوئی چیز رکھ کر اس پر سجدہ کرنا جائز نہیں۔ یعنی کوئی چیز پیشانی تک لے جائے پھر اس پر سجدہ کرے تو ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

جب مریض بیٹھنے سے معذور ہو تو وہ چت لیٹ کر نماز ادا کرے گا اس طرح میں کہ دونوں پاؤں قبلہ کی طرف ہو، اور اپنے دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے، اور اپنے سر کو کسی تکیہ پر رکھے، تا کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور رکوع وسجود اشارے سے کرے۔

---

(۱) یعنی رکوع میں سر کو کم جھکائے اور سجدہ میں سر کو اشارہ سے زیادہ جھکائے۔ اس طور پر کہ رکوع کے مقابلہ میں سر زیادہ جھک جائے، سجدہ کے اشارے میں۔

اسی طرح جب (مریض ومعذور) بیٹھنے پر قادر نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھے گا، اس طرح کہ سر جانب شمال اور پیر جانب جنوب اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور رکوع وسجود اشارہ سے کرے گا۔

(مریض ومعذور کے لئے) اشارہ رکوع وسجود کے قائم مقام اس وقت ہوگا جب کہ سر سے اشارہ کیا ہو۔

جہاں تک کہ آنکھ، یا پوٹہ، یا دل سے اشارہ کرنے کا تعلق ہے تو (ان سب سے اشارہ کرنے سے) نماز درست نہیں ہوگی۔

جب مریض سر سے اشارہ کرنے پر بھی قادر نہ ہو تو وہ ایک دن اور ایک رات کی نماز میں تاخیر کرلے گا۔

اور اسکو اس وقت ادا کرے گا جب وہ (مریض) قضاء کی ادائیگی پر قادر ہوگا۔

جسے جنون لاحق ہو جائے، یا بیہوشی طاری ہو جائے، اور بیہوشی وجنون مسلسل باقی رہے، اور پانچ نمازوں سے زیادہ وقت تک طاری رہے تو اس سے اس مدت کی ساری نمازیں ساقط (ختم) ہو جائیں گی۔

اور اگر یہ حالت پانچ نمازوں کا وقت گذرنے سے پہلے ختم ہو جائے تو درمیانی نمازوں کی قضا کرنی پڑے گی۔

﴿قَضَاءُ الْفَوَائِتِ﴾ چھوٹی نمازوں کی قضا کا بیان

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا.﴾ (سورۃ النساء ۱۰۳) ترجمہ: یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔

- نمازوں کو (اس کے) وقتوں کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اور بغیر عذر کے نمازوں کو (اس کے) اپنے وقت سے تاخیر کرنا جائز نہیں ہے۔
- جو (مسلمان) شخص نماز کو اپنے وقت سے کسی عذر کے بنا پر مؤخر کرے گا تو اس پر عذر کے ختم ہونے کے بعد قضا ضروری ہے۔
- فرض (نمازوں) کی قضا بھی فرض ہے۔

- اور واجب (نمازوں) کی قضا بھی واجب ہے۔
- اور سنن ونفل کی قضا نہیں ہوتی۔
- مگر جب (سنن ونوافل نمازوں کو) شروع کرنے کے بعد توڑ دے تو (ان سنن و نوافل نمازوں کی بھی) قضا ضروری ہے۔
- جب فجر کی سنت فرض نماز کے ساتھ چھوٹ جائے تو زوالِ شمس سے پہلے پہلے فجر کی سنت کی بھی قضا فرض نماز کے ساتھ کرے۔
- اور جب فجر کی صرف سنت چھوٹ جائے تو اس کی قضاء نہ کرے۔

ترتیب

- وقتی نمازوں اور چھوٹی ہوئی نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے۔
- اسی طرح فائتہ (چھوٹی ہوئی) نمازوں میں بھی ترتیب واجب ہے، مثلاً ظہر کی چھوٹی ہوئی نماز کی قضا فجر کی چھوٹی ہوئی نماز کی قضا سے پہلے پڑھنا جائز نہیں ہے۔
- اگر قضا نماز چھ نمازوں سے کم ہوں اور اس کی قضا کرنا چاہے تو وہ ترتیب کے ساتھ (چھوٹی ہوئی) نمازوں کی قضا کرے گا۔ مثلاً فجر کی قضا ظہر سے پہلے، اور ظہر کی عصر سے پہلے۔
- اسی طرح فرائض اور وتر کے درمیان بھی ترتیب واجب ہے لہٰذا اگر کسی کی وتر قضا ہو جائے تو دوسرے دن کی فجر سے پہلے اس کی قضا ضروری ہے۔

تین باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے ترتیب کے احکام ساقط ہو جاتے ہیں۔

(١) جب چھوٹی ہوئی نمازوں کی تعداد وتر کو چھوڑ کر (٦) ہو جائے۔

(٢) وقت کی تنگی کی وجہ سے جب کہ وقتی نماز کے چھوٹنے کا ڈر ہو۔

(٣) جب وہ اس بات کو بھول جائے کہ اس پر کوئی چھوٹی ہوئی نماز ہے اور وقتی نماز کو بھول کر پڑھ لے۔

- جب چھٹی قضاء نماز وتر ہو تو اس پر فجر کی نماز سے پہلے وتر کو ادا کرنا ضروری ہے۔
- جب کسی نے وقتی فرض نماز کو فوت شدہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے ادا کرلیا تو اس کی فرض نماز فاسد ہوجائے گی، لیکن یہ فساد والی نماز موقوف رہے گی تو اگر اس نے چھوٹی ہوئی نماز کی قضاء سے پہلے پانچ نمازیں وقت وقت سے پڑھ لی اور اس کو چھوٹی ہوئی نماز کا یاد بھی ہے تو فساد پانچویں وقتیہ نماز کا وقت کے نکل جانے سے ختم ہوجائے گا، اور پانچوں فرض نمازیں درست ہوں گی۔
- جب ترتیب ساقط ہوجائے ۶/ یا اس سے زائد نمازیں قضا ہونے کی وجہ سے تو اب دوبارہ ترتیب قائم نہیں ہوگی قضا نمازیں کے باقی رہنے کی وجہ سے، جیسے کسی کے ذمہ دس نمازیں قضا تھیں اور اس نے اس میں سے (۸) نمازوں کی قضا کرلی ہے جب وہ صاحب ترتیب نہیں ہوگا، اگرچہ وہی نمازیں اب اس کے ذمہ باقی ہیں، لہٰذا اگر وہ چھوٹی نمازوں کے یاد رہتے ہوئے وقتی نماز پڑھ لے تب بھی اس کی نماز صحیح ہوجائے گی، کیونکہ ترتیب اس سے ساقط ہے۔
- لیکن جب چھوٹی ہوئی نماز کی قضا پانچویں نماز کے وقت کے نکل جانے سے پہلے کرلے، تو ساری فرض نمازیں باطل ہوجائیں گی، اور اس کی ساری نمازیں نفل ہوجائیں گی۔
- اور اس پر ان پانچ نمازوں کی قضاء جس کو اس نے چھوٹی نماز کی قضاء کے پہلے پڑھ لیا تھا ضروری ہے۔
- جب چھوٹی نمازوں کی تعداد زیادہ ہوجائے تو ہر نماز کی قضاء کے وقت اس (نماز) کی تعیین ضروری ہے۔
- لیکن جب ہر چھوٹی ہوئی نمازوں کی تعیین دشوار ہو (یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کون دن تھا پہلے کون سی نماز قضاء ہے) وہ نیت اس طرح سے کرے گا، مثلاً سب سے پہلے کی ظہر کی چھوٹی نماز کی قضا کر رہا ہے، یا دوسرے ظہر کی (چھوٹی ہوئی) نماز کی قضاء کر رہا ہے، اور اسی طرح نیت کرتا جائے گا۔

﴿ إِدْرَاكُ الْفَرِيْضَةِ بِالْجَمَاعَةِ ﴾

فرض نمازوں کا جماعت سے ادا کرنے کا بیان

- جب جماعت کھڑی ہو جائے منفرد کے فرض نماز شروع کرنے کے بعد اور اس نے اب تک سجدہ نہ کیا ہو تو وہ اپنی نماز قیام کی ہی حالت میں ایک طرف سلام پھیر کر ختم کر دے اور امام کی اقتداء کرے۔
- جب فجر اور مغرب کی جماعت، کسی کے نماز شروع کرنے کے بعد کھڑی ہو جائے وہ سجدہ بھی کر چکا ہو تب بھی وہ اپنی نماز ترک کر دے، اور امام کی اقتداء کرے۔
- جب کسی کے چار رکعت والی فرض نماز شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہو جائے، اور وہ ایک رکعت مکمل کر چکا ہو تو وہ دوسری رکعت بھی ملا لے، پھر سلام پھیر لے اور فرض کی نیت کر کے امام کی اقتداء کر لے۔
- اور وہ دونوں رکعتیں جو اس نے تنہا پڑھی تھی نفل ہو جائیں گی۔
- جب کسی شخص کے چار رکعت والی نماز میں سے تین رکعت مکمل کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ چار رکعت پوری کر لے، پھر امام کے پیچھے نفل نماز کی نیت کر کے ظہر اور عشاء میں اقتداء کرے۔
- مگر عصر کی نماز میں امام کی اقتداء نفل نماز کی نیت سے نہ کرے۔
- جب کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں سے دو رکعت پڑھ چکا ہو، اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہو اور تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، اور اس وقت جماعت کھڑی ہو گئی تو وہ اپنی نماز قیام ہی کی حالت میں ایک طرف سلام پھیر کر ختم کر دے، اور امام کی اقتداء کرے فرض کی نیت کے ساتھ۔
- جب کسی شخص کے جمعہ کی سنت شروع کرنے کے بعد امام جمعہ کے خطبہ کے لئے نکل آئے تو وہ دو رکعت نماز پوری کر کے سلام پھیر دے، اور جمعہ کی چار رکعت سنت جمعہ کے فرض سے فارغ ہونے کے بعد پڑھ لے۔

- اسی طرح جب کسی کے ظہر کی سنت شروع کرنے کے بعد جماعت کھڑی ہو جائے، تو وہ دو ہی رکعت نماز مکمل کرے اور سلام پھیر دے اور (اس کے بعد) امام کی پیروی کرے اور ظہر کی فرض نماز کے بعد سنت کی قضا کر لے۔
- جب کوئی شخص مسجد میں جماعت کھڑی ہونے کے بعد پہنچے تو وہ امام کی (جلدی سے) اقتداء کر لے اور سنتیں نہ پڑھے مگر فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تب بھی مسجد کے کسی گوشہ میں سنت پڑھ لے۔
- جب کوئی شخص مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد پہنچے تو وہ سنت مسجد سے باہر پڑھے، یا مسجد کے کنارے میں اس وقت پڑھے جب کہ اسکو یہ گمان ہو کہ وہ امام کو دوسری رکعت میں پالے گا، مگر جب وقت کے ختم ہونے یا جماعت کے چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو (فجر کی) فرض نماز پڑھے اور سنت کو چھوڑ دے۔
- جس نے اپنے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا (یعنی وہ بھی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو گیا) تو گویا اس نے اس رکعت کو پالیا۔
- اور اگر امام نے اپنا سر مقتدی کے رکوع کرنے سے پہلے ہی اٹھالیا تو اس (مقتدی) کی وہ رکعت چھوٹ گئی۔(۱)
- اذان کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔
- اذان کے بعد مسجد سے نکلنا اس شخص کے لئے مکروہ نہیں ہے، جو کہ کسی دوسری مسجد کا امام یا مؤذن ہو ظہر، یا عشاء کی جماعت کھڑی ہو جائے کسی شخص کے تنہا نماز سے فارغ ہونے کے بعد تو اس شخص کے لئے بھی مسجد سے نکلنا مکروہ ہے، بلکہ اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ امام کے ساتھ نفل نماز کی نیت کر کے جماعت میں شریک ہو جائے۔
- جب فجر، یا عصر، یا مغرب کی جماعت کھڑی ہو جائے تنہا نماز پڑھنے کے بعد تو

---

(۱) یعنی جس رکعت کے رکوع میں وہ شامل ہوا ہے امام کیساتھ۔ کیونکہ رکوع کا پانا ہی رکعت کا پایا جانا سمجھا جاتا ہے اور رکوع کا نہ پانا گویا اس رکعت کا نہ پانا ہے۔

ایسے شخص کیلئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ فجر اور عصر کے بعد نفل نہیں اور مغرب میں اس لئے کہ نفل تین رکعت نہیں۔

﴿فِدْيَةُ الصَّلوٰةِ وَالصَّوْمِ﴾ نماز اور روزہ کا فدیہ

جب مریض اپنی چھوٹی ہوئی نماز کی قضاء کرنے پر قادر ہو جائے (اگر چہ اشارہ سے ہی ہو) اور ان چھوٹی ہوئی نمازوں کو ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں) اپنے ولی کو چھوٹی ہوئی نمازوں کے فدیہ دینے کی وصیت کر دے۔

اسی طرح جب مریض اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرنے پر قادر ہو جائے، اور اس کو ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو اس پر بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے ورثاء کو چھوٹے ہوئے روزے کے فدیہ دینے کی وصیت کر دے۔

اسی طرح جب مریض اپنی چھوٹی ہوئی (نماز) وتر کو ادا کرنے سے پہلے مر جائے جب کہ وہ اس کو ادا کرنے پر قادر تھا تو وہ اپنی چھوٹی ہوئی وتر کے عوض فدیہ دینے کی اپنے ورثاء کو وصیت کر دے۔

اور ولی میراث (یعنی وہ مال و دولت جو وہ چھوڑ کر مرا ہے) کے تیسرے حصہ میں سے فدیہ نکالے گا۔ (یعنی میت کے مال کو تین حصوں میں تقسیم کر کے تیسرے حصہ میں سے) ہر وقت کی نماز کا فدیہ آدھا صاع(۱) گیہوں، یا اس کی قیمت، یا ایک صاع جو، یا اس کی قیمت دے گا۔

ہر دن کے روزہ کا فدیہ گیہوں کا آدھا صاع، یا اس کی قیمت، یا ایک صاع جو، یا اس کی قیمت دے گا۔

ولی کے لئے جائز ہے کہ وہ تمام نمازوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدے۔

اسی طرح تمام چھوٹے ہوئے روزے کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدے۔

لیکن قسم کے کفارے کا فدیہ ایک فقیر کو آدھا صاع گیہوں سے زیادہ ایک دن میں

---

(۱) صاع تقریباً ۳۲۶۴ گرام کا ہوتا ہے۔

دینا جائز نہیں ہے۔

جب مرنے والا شخص اپنے ولی کو فدیہ کی ادائیگی کی وصیت نہ کرے مگر اس کے جانب سے اسکا ولی اپنی خوشی سے فدیہ ادا کردے تاکہ اسکی قبولیت کی امید ہو۔

ولی کے لئے میت کی طرف سے اس کے چھوٹے ہوئے ایام کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔

اسی طرح ولی کے لئے مرے ہوئے شخص کی طرف سے اس کی فوت شدہ نمازوں کی قضا کرنا درست نہیں ہے۔

جب مریض نمازوں کو اشارہ سے ادا کرنے پر قادر ہونے سے پہلے ہی انتقال کرجائے تو فدیہ کی ادائیگی کے لئے وصیت ضروری نہ ہوگی، خواہ چھوٹی ہوئی نمازیں زیادہ ہوں یا کم۔

اسی طرح جب مریض چھوٹے روزے کی قضا کی ادا پر قادر ہونے سے پہلے ہی انتقال کرجائے تو وصیت ضروری نہ ہوگی، خواہ چھوٹے ہوئے روزے زائد ہوں یا کم۔

اسی طرح مسافر جب اقامت سے پہلے ہی انتقال کرجائے تو روزے کے فدیہ کی ادائے گی کی وصیت ضروری نہ ہوگی۔

﴿أَحْكَامُ سُجُوْدِ السَّهْوِ﴾ سجدہ سہو کے احکام

جو شخص نماز کے ارکان میں سے کسی بھی رکن کو چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی، اور سجدہ سہو یا کسی اور چیز سے نماز کی کمی پوری نہیں ہوسکتی ہے، اور نماز کا لوٹانا ضروری ہوگا، خواہ وہ رکن (کو) جان بوجھ کر چھوڑا ہو یا بھول کر۔

جو شخص نماز کے واجبات میں سے کسی بھی واجب کو قصداً (جان بوجھ کر) چھوڑ دے تو وہ شخص گنہگار ہوگا، اور اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اور نماز کا لوٹانا اس پر واجب ہوگا، اور نماز کی کمی سجدہ سہو کے ذریعہ نہیں پوری کی جائے گی۔

جو شخص واجباتِ نماز میں سے کسی ایک واجب (یا اس سے زیادہ واجب) کو بھول کر چھوڑ دے تو اس پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے، اور سجدہ سہو کے ذریعہ نماز کی کمی پوری

ہو جائے گی۔

مندرجہ ذیل (۱۴) صورتوں میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

(۱) جب فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں یا کسی ایک میں بھول کر سورہ فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا ہو۔

اور اسی طرح نفل اور وتر کی رکعتوں میں سے کسی رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بھول جائے۔

(۲) جب (سورۃ فاتحہ) فرض کی پہلی دونوں رکعتوں میں پڑھنا بھول جائے اور اس کو فرض کی آخری دونوں رکعتوں میں پڑھ لے۔

(۳) جب سورۃ فاتحہ کے ساتھ فرض کی پہلی دونوں رکعتوں یا ایک ہی رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے۔

اور اسی طرح نوافل اور وتر کی رکعتوں میں سے کسی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا بھول جائے۔

(۴) جب (ایک ہی رکعت میں) سورہ فاتحہ کو دو مرتبہ پڑھ دے، اسلئے کہ اس (دوسرے سورہ فاتحہ) سے اس (سورت) کو اپنی جگہ سے پیچھے کر دیا۔

(۵) جب کوئی ایک ہی سجدہ کرے اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، تو وہ اس (دوسری) رکعت میں دو سجدہ کرے گا پھر اس سجدہ کو ادا کرے گا جس کو اس نے پہلی رکعت میں چھوڑ دیا تھا (یعنی دوسری رکعت میں تین سجدے کرے گا) اور نماز درست ہو جائے گی مگر اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔

(۶) جب تین یا چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ بھول کر چھوڑ دے، خواہ قعدہ اولیٰ فرض نماز کا چھوڑ دے یا نفل (وسنن وتر) کا۔

وہ شخص جو قعدہ اولیٰ فرض نماز میں بھول کر چھوڑ دے، اور تیسری رکعت کیلئے مکمل طور پر کھڑا ہو جائے، تو وہ اپنی نماز جاری رکھے، اور بعد میں سجدہ سہو کر لیگا اس لئے کہ اس نے واجب (قعدہ اولیٰ) کو چھوڑا ہے۔

(۷) جب اَلتَّحیات کا پڑھنا بھول جائے۔

(۸) جب وتر میں دعاءِ قنوت کا پڑھنا بھول جائے۔

(۹) جب وتر (کی نماز) میں دعاءِ قنوت کا رکوع کرنے سے پہلے پڑھنا بھول جائے۔

(۱۰) جب امام سِرّی نماز (یعنی جس نماز میں قرأت زور سے نہیں کی جاتی ہے) میں زور سے تلاوت کردے۔

(۱۱) جب امام جہری نماز (یعنی جس نماز میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے) میں آہستہ قراءت کردے۔

(۱۲) جب قعدہ اولیٰ میں التحیات سے زیادہ پڑھ دے[1]، گویا اس طور پر کہ التحیات کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھ دے، یا رکنوں میں سے کسی ایک رکن کے ادا کرنے کی مقدار تک چپ چاپ بیٹھا رہ جائے۔

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ ﴾

سجدہ سہو کے متعلق کچھ باتیں

امام کے (نماز میں) بھولنے سے امام اور مقتدی دونوں پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

اور سجدہ سہو مقتدی کے بھولنے سے واجب نہیں ہوتا جب کہ وہ امام کی اقتداء کی حالت میں ہو، امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کا اپنی نماز مکمل کرنے کی صورت

---

(۱) نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کر رہے ہیں کہ تشہد کے بعد درود پڑھنے پر آپ سجدہ سہو کا حکم کیوں نہیں دیتے۔ تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مجھے اس بات میں خوف آتا ہے کہ کوئی آپ پر درود بھیجے اور میں اس جرم میں اس کو سجدہ سہو کا حکم دوں۔
پھر آپ ﷺ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے دریافت فرمایا کہ کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے تو آپ اس پر سجدہ سہو کیوں واجب کرتے ہیں؟! امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں نے اسلئے واجب کیا کہ اس نے غلطی سے درود شریف پڑھی ہے، اگر قصداً پڑھتا تو سجدہ لازم نہ آتا، یہ جواب سن کر آپ ﷺ مسکرائے اور خوش ہوئے۔ ۱۲ (ادریس کاندھلویؒ و احتشام الحق تھانویؒ، السقایہ)

میں کوئی سہو ہو جائے (مقتدی سے) تو سجدہ سہو واجب ہے۔ (مقتدی پر) یعنی جس مقتدی کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں)۔

جب امام پر سجدہ سہو واجب ہونے کے بعد امام نے سجدہ سہو کر لیا تو مقتدی پر ان کی متابعت میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے، (اگرچہ مقتدی سے کوئی ایسا فعل نہ ہوا ہو جس سے کہ سجدہ سہو واجب ہوتا ہے)۔

جس شخص پر سجدہ سہو واجب ہو جائے اور وہ جان بوجھ کر (سجدہ سہو کرنا) چھوڑ دے تو وہ گنہگار ہوگا، اور (اس کے لئے) نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہوگا۔

جس نے ایک واجب سے زائد واجب کو بھول کر چھوڑ دیا ہو تو اس کے لئے (صرف) دو سجدے ہی کافی ہوں گے۔

جو شخص فرض (نماز) کا قعدہ اولیٰ بھول کر چھوڑ دیا ہو تو وہ اس وقت تک قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹ سکتا ہے جب تک کہ وہ (تیسری رکعت کے لئے) سیدھا کھڑا نہ ہوا ہو۔(۱) پھر اگر کھڑے ہونے سے زیادہ قریب ہے تو (کھڑا ہو جائے گا) اور سجدہ سہو کرے گا۔

اور اگر بیٹھنے سے زیادہ قریب ہے تو (بیٹھ جائے گا) اور سجدہ سہو نہ کرے گا۔

جو نفل نماز میں قعدہ اولیٰ بھول جائے تو وہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد بھی قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹ آئے گا، اور بعد میں سجدہ سہو بھی کرے گا۔

جو شخص قعدہ اخیرہ (چھوڑ کر چوتھی رکعت کے لئے) بھول کر کھڑا ہو جائے تو وہ اس وقت تک جب تک کہ وہ پانچویں رکعت کے لئے سجدہ نہیں کیا ہو قعدہ اخیرہ کی طرف لوٹ آئے، اور (غلطی کرنے کے عوض میں) سجدہ سہو کرے۔

جو شخص قعدہ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر دے، تو اس کی فرض نماز نفل ہو جائے گی۔

اب اس کو چاہیے کہ (چار رکعت والی نماز) جیسے کہ ظہر، عصر، عشاء، (ہو تو اس) میں

---

(۱) سیدھا کھڑا ہونا اس طرح سمجھا جائے گا کہ اگر گھٹنے کی ہڈی اپنے جوڑ سے مکمل طور پر مل جائے تو کھڑا ہونا شمار ہوگا۔

چھٹی رکعت ملادے اور فجر (کی نماز ہو تو اس) میں چوتھی رکعت ملادے اور سجدہ سہو کرے۔ (تو یہ نفل نماز ہو جائے گی لہٰذا) اب اپنی فرض نماز کا اعادہ کرلے۔

جو شخص قعدہ اخیرہ میں بیٹھ جائے، اور التحیات بھی پڑھ لے، پھر وہ اسے قعدہ اولی سمجھ کر کھڑا ہو جائے، (تیسری رکعت کے لئے) تو وہ قعدہ اخیرہ کی طرف لوٹ آئے گا اور سلام پھیر دے گا اور تشہد (التحیات) کو نہیں لوٹائے گا (نہیں پڑھے گا)۔

جو جان بوجھ کر نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیر دے، اور اس پر سجدہ سہو واجب تھا، تو وہ اس وقت تک سجدہ سہو کر سکتا ہے جب تک کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو کہ منافی صلاۃ (نماز کے خلاف) ہو، مثلاً قبلہ سے پھر جانا، یا کسی سے باتیں کر لینا۔

جو شخص چار رکعت والی نماز پڑھ رہا ہو اور اسے یہ گمان ہو کہ اس نے اپنی نماز پوری کر لی ہے، اور سلام بھی پھیر دیا، پھر معلوم ہوا کہ اس نے دو رکعت ہی نماز پڑھی ہے تو وہ اپنی نماز پر بنا کر لے گا (یعنی باقی دو رکعتیں پڑھے گا) اور سجدہ سہو کر لے گا۔

﴿كَيْفِيَّةُ سُجُوْدِ السَّهْوِ﴾ سجدہ سہو کرنے کا طریقہ

جس (نمازی) پر سجدہ سہو واجب ہو وہ قعدہ اخیرہ میں التحیات سے فارغ ہونے کے بعد اپنے داہنے جانب ایک سلام پھیرے گا، پھر (سجدہ میں جانے کی) تکبیر (اللہ اکبر) کہے گا اور نماز کے سجدہ کی طرح دو سجدے کرے گا، پھر بیٹھ جائے گا اور التحیات پڑھے گا، (جو کہ واجب ہے) اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے گا، اور اپنے لئے دعاء کرے گا (یعنی اس دعا کو پڑھے گا ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً کَثِیْراً وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾

یا اس کے علاوہ جو بھی دعائیں نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں پڑھے گا
پھر نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیر دے گا۔

اگر سلام سے پہلے سجدہ کر لیا تب بھی نماز درست ہو جائے گی لیکن (ایسا کرنا) مکروہ تنزیہی ہے۔

﴿ مَتیٰ یَسْقُطُ سُجُوْدُ السَّہْوِ؟ ﴾

سجدہ سہو کب ساقط ہو جاتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۵) صورتوں میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے۔

(۱) جمعہ کی نماز میں (اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو بھی) سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے، جب کہ مجمع زیادہ ہو تاکہ (ایسی حالت میں) نمازیوں پر معاملہ مشتبہ نہ ہو جائے۔

(۲) اور عیدین کی نماز میں بھی سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے جب کہ خوب مجمع ہو۔

(۳) اور سجدہ سہو اس وقت بھی ساقط ہو جاتا ہے جب کہ فجر کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہو جائے۔

(۴) اور اسی طرح عصر کی نماز کے سلام کے بعد سورج سُرخ ہو جائے۔

(۵) اور اسی طرح سجدہ سہو اس وقت ساقط ہو جاتا ہے جب کہ سلام کے بعد کوئی ایسا کام کر ڈالے جو کہ منافی صلاۃ ہو، مثلاً بھول کر بات کر لے۔

مذکورہ ان تمام صورتوں میں نماز کو نہیں لوٹایا جائے گا، اور نماز ہو جائے گی۔

﴿ مَتیٰ تَبْطُلُ الصَّلَاۃُ بِاالشَّكِّ وَمَتیٰ لَا تَبْطُلُ؟ ﴾

کب شک سے نماز باطل ہو جاتی ہے اور کب باطل نہیں ہوتی؟

جس کو اپنی نماز کے درمیان رکعتوں کے بارے میں شک پیدا ہو گیا ہو، (اگر) یہ شک پہلی مرتبہ لاحق ہوا ہو تو یہ نماز باطل ہو جائے گی اور نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

جس کو نماز کی رکعتوں کی تعداد میں سلام کے بعد شک لاحق ہو گیا ہو تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

جس کو سلام پھیرنے کے بعد یہ یقین ہو گیا ہو کہ اس نے نماز کی بعض رکعتوں کو چھوڑ دیا ہے تو وہ (ان رکعتوں) کو پڑھ لے جسے چھوڑا ہے، جب تک کہ کوئی ایسا کام نہ کیا ہو جو کہ منافی صلاۃ ہے، (یعنی نماز کو روک دینے والی ہو) اگر وہ نماز کے منافی کوئی کام کر لیا، مثلاً کسی سے باتیں کر لی، تو وہ نماز کا اعادہ کرلے گا۔

وہ شخص جس کو غالب (اکثر) وقتوں میں شک لاحق ہوتا ہو اور شک کرنا اس کی عادت ہوگئی ہو تو وہ ظنِ غالب (جدھر زیادہ گمان ہو اس) پر عمل کرے گا۔

اگر کسی طرف ظنِ غالب نہ ہو تو کم کو لے گا اور ہر رکعت کے بعد بیٹھے گا اور اس کو اپنی آخری رکعت تصور (گمان) کرے گا اور بعد میں سجدہ سہو بھی کرے گا۔

﴿أَحْكَامُ سُجُودِ التِّلَاوَةِ﴾ سجدہ تلاوت کے احکام

(۳) چیزوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

(۱) جب کسی نے سجدہ کی آیت تلاوت کی خواہ اس نے سجدہ کی آیت سنا ہو یا نہ سنا ہو۔

(۲) سجدہ کی آیت سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے، خواہ وہ سننے کا ارادہ کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

(۳) امام کے سجدۂ تلاوت سے مقتدی پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ مقتدی سجدہ کی آیت کو سنے یا نہ سنے۔

سجدہ تلاوت حیض ونفاس والی عورتوں پر واجب نہیں ہے۔

مقتدی کے آیت سجدہ کی تلاوت سے نہ مقتدی پر سجدہ واجب ہوتا ہے، نہ امام پر۔

اور سجدۂ تلاوت نہ سونے والے پر واجب ہوتا ہے، نہ پاگل و دیوانہ پر، نہ بچہ اور کافر پر۔

سجدہ تلاوت انسان کے علاوہ کسی دوسری (چیز) سے سننے پر واجب نہیں ہوتا، جیسے کہ طوطا وغیرہ ہے۔ اور نہ سجدۂ تلاوت کسی نقل والا آلہ سے سننے پر واجب ہوتا ہے، جیسے کہ ٹیپ رکارڈ اور فون گراف، رکارڈنگ وغیرہ ہے۔

اور سجدہ تلاوت کی ادائیگی کے وجوب کا وقت کبھی طویل ہوتا ہے اور کبھی فی الفور یعنی فوراً۔

اس وقت سجدہ تلاوت کو مؤخر کرنے کی گنجائش باقی رہتی ہے، جب اس آیت کا

پڑھنا نماز کے باہر ہو۔

تو وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا جو نماز سے باہر کی سجدۂ تلاوت (کی ادائیگی) میں تاخیر کردے لیکن ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

اور سجدہ تلاوت کا فوراً ادا کرنا ضروری ہے جب کہ اس کا وجوب نماز کے اندر ہو، اس طور پر کہ نماز پڑھنے کی حالت میں سجدہ کی آیت تلاوت کرلیا ہو تو اس کا اس صورت میں فوراً ادا کرنا ضروری ہے۔

فوراً کی حد یہ ہے کہ سجدہ تلاوت اور سجدہ کے درمیان اتنا وقت نہ ہو کہ جس میں تین آیتوں سے زیادہ کی تلاوت کی جاسکے۔

تو اگر ان دونوں کے درمیان اتنا وقت گذر جائے کہ جس میں تین سے زائد آیتوں کی تلاوت ہوسکتی ہے تو فوراً یعنی اس کو فوراً نہیں کیا جائے گا۔

تو اگر کسی نے آیت سجدہ کی تلاوت کا سجدہ نہ کیا بلکہ فوراً رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں سجدہ کی نیت کرلیا تو یہ رکوع سجدہ کے لئے کافی ہوگا۔

اسی طرح آیت سجدہ کی تلاوت کا سجدہ نہ کیا بلکہ وہ فوراً نماز کا سجدہ کرلیا تو یہ سجدہ کافی ہوگا، خواہ وہ سجدہ تلاوت کی نیت کرے یا نہ کرے۔

جب فوراً کی حد ختم ہوجائے تو سجدہ تلاوت اس آدمی سے نماز کے رکوع وسجود سے ساقط نہ ہوگا بلکہ اس سجدۂ تلاوت کے لئے ایک خاص سجدہ نماز مکمل کرنے سے پہلے پہلے کرنا ضروری ہوگا، اور نماز کے باہر اس کی قضاء نہ کرے گا، اس لئے کہ اس کا وقت ختم ہوچکا ہے۔

اگر نمازی نماز سے سلام کے ذریعے سے نکلا ہے تو وہ (اس سجدہ کو) اس وقت تک کرسکتا ہے، جب تک کہ وہ سلام کے بعد کسی ایسے عمل میں مشغول نہ ہوا ہو جو کہ نماز کے منافی ہے۔

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِسُجُوْدِ التِّلَاوَةِ ﴾

سجدہ تلاوت کے متعلق چند باتیں

جب امام اور مقتدی سجدہ کی آیت ایسے شخص سے سنیں جو کہ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تو امام اور مقتدی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کریں گے۔

اگر ان لوگوں نے اس سجدہ کو نماز کی حالت میں ادا کرلیا تو درست نہیں ہے لیکن اس سجدہ سے ان کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔

جس شخص نے امام سے سجدہ کی آیت سنی، پھر امام کے سجدۂ تلاوت کرنے سے پہلے اس کی اقتداء کرلی، تو وہ اپنے امام کے ساتھ سجدہ تلاوت میں شریک ہوجائے گا۔

جس نے امام سے سجدہ کی آیت سنی، پھر امام کے سجدۂ تلاوت کے بعد اسی رکعت میں (امام کی) اقتداء کرلی تو وہ سجدۂ تلاوت کو پانے والا شمار کیا جائے گا اور الگ سے سجدہ نہیں کرے گا نہ نماز میں نہ نماز کے باہر۔

جس نے نماز کے باہر سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ نہ کیا، پھر اسی سجدہ کی آیت کو نماز میں دوبارہ لوٹایا اور سجدہ کیا، تو یہ سجدہ دونوں سجدوں کی جانب سے کافی ہوگا جب تک کہ مجلس نہ بدلے۔

جس نے ایک مجلس میں سجدہ کی آیت تلاوت کی، پھر مجلس بدل گئی، اور پھر اسی سجدہ کی آیت کو دُہرایا تو اس پر دو سجدے واجب ہوجائیں گے۔

گھر کا گوشہ ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے، خواہ گھر بڑا ہو یا چھوٹا۔

مسجد کا گوشہ بھی ایک ہی مجلس کے حکم میں ہے، خواہ مسجد چھوٹی ہو یا بڑی۔

جب سننے والے کی مجلس بار بار بدلتی ہو تو اس پر سجدہ بھی اسی قدر واجب ہوگا خواہ پڑھنے والے کی مجلس بدلی ہو یا نہ بدلی ہو۔

آیتِ سجدہ والی سورت پڑھے لیکن آیت سجدہ کو چھوڑ دے یہ مکروہ ہے۔

جب سننے والا سجدہ کے لئے تیار نہ ہو یعنی ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں سجدہ

نہیں کر سکتا جیسے باوضو نہ ہو تو پڑھنے والے کے لئے سجدہ کی آیت کو آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

﴿کَیۡفِیَّۃُ سُجُوۡدِ التِّلَاوَۃِ﴾ سجدہ تلاوت کا طریقہ

سجدۂ تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ دو تکبیر کے درمیان ایک سجدہ کرے۔

(۱) ایک تکبیر اپنی پیشانی کو سجدہ کے لئے زمین پر رکھنے کے وقت کہے۔

(۲) دوسری تکبیر سجدہ سے پیشانی کو اٹھانے کے وقت کہے۔

تکبیر کہتے وقت اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھائے گا نہ ہی التحیات پڑھے گا اور نہ ہی سجدہ کے بعد سلام پھیرے گا۔

سجدۂ تلاوت میں (۱) فرض ہے۔

پیشانی کا زمین پر رکھنا، یا جو چیز پیشانی کے زمین پر رکھنے کے قائم مقام ہو، جیسے رکوع اور اشارہ مریض کے لئے۔

اور دونوں تکبیریں (سجدہ تلاوت میں) سنت ہیں۔

اور مستحب یہ ہے کہ (پہلے) کھڑا ہو جائے پھر سجدۂ تلاوت کرے۔

سجدہ تلاوت کے صحیح ہونے کی وہی شرطیں ہیں جو نماز کے صحیح ہونے کی ہیں۔

مگر (ایک فرق ہے) نماز میں تحریمہ شرط ہے اور سجدہ تلاوت میں تحریمہ شرط نہیں ہے۔

سجدہ تلاوت قرآن کریم میں (۱۴) چودہ جگہوں پر واجب ہے۔

جن کے پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)	سورۂ اعراف	میں	پ ۹	ع ۱۴
(۲)	سورۂ رعد	میں	پ ۱۳	ع ۲
(۳)	سورۂ نحل	میں	پ ۱۴	ع ۵
(۴)	سورۂ بنی اسرائیل	میں	پ ۱۵	ع ۱۲

(۵)	سورہ مریم	میں	پ ۱۶	ع ۴
(۶)	سورۃ حج	میں	پ ۱۷	ع ۲
(۷)	سورۃ فرقان	میں	پ ۱۸	ع ۵
(۸)	سورہ نمل	میں	پ ۱۹	ع ۲
(۹)	سورۃ الم تنزیل سجدہ	میں	پ ۲۱	ع ۲
(۱۰)	سورہ ص	میں	پ ۲۳	ع ۲
(۱۱)	سور حٰم سجدہ	میں	پ ۲۴	ع ۵
(۱۲)	سور نجم	میں	پ ۲۷	
(۱۳)	سورہ انشقاق	میں	پ ۳۰	
(۱۴)	سورۃ علق	میں	پ ۳۰	

نوٹ :مالکیہ اور حنفیہ سورہ حج کے آخری رکوع کے سجدہ کو ان مقامات میں شمار نہیں کرتے جن میں سجدۂ تلاوت کیا جاتا ہے۔ (کتاب الفقہ ج:۱ ص:۷۵۵، مسائل تراویح ص:۱۷۹)

مسئلہ :اگر کسی کے سجدہائے تلاوت رہ گئے ہوں (ادا نہ کرسکا انتقال ہوگیا) تو احتیاط اسی میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گیہوں یا اس کی قیمت کا صدقہ کرے (جواہر الفقہ صفحہ ۳۹۳ جلد ۱) (مسائل تراویح صفحہ ۱۷۸)

﴿ صَلوٰةُ الْجُمُعَةِ ﴾

جمعہ کی نماز کا بیان

قال اللہ تعالیٰ ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلوٰةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (سورۃ الجمعۃ-۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو، اور خرید وفروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو، (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور بیع وغیرہ کا (نفع) فانی۔ (بیان القرآن)

اللہ تبارک وتعالیٰ کو نماز سے زیادہ کوئی عبادت پسند نہیں۔

جمعہ کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے زیادہ نعمتیں عطا فرمائیں حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام جو انسانی نسل کے لئے اصل اور اول ہیں اسی دن پیدا کئے گئے، لہٰذا اس دن ایک خاص نماز کا حکم ہوا۔

اگلی امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس دن عبادت کا حکم فرمایا تھا، مگر انہوں نے اپنی بد نصیبی سے اس میں اختلاف کیا اور اس سرکشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہے، اور یہ فضیلت بھی امت محمدیہ کے حصے میں پڑی۔

یہود نے سنیچر کا دن مقرر کیا اس خیال سے کے اس دن میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے فراغت کی تھی۔

نصاریٰ نے اتوار کا دن مقرر کیا اس خیال سے کہ یہ دن ابتدائے آفرینش کا ہے(۱)

---

(۱) یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق چھ دنوں میں کی۔ کما قال تعالیٰ خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ یعنی دو دن میں زمین بنائی گئی، اتوار اور پیر کے دن وکما قال وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ اور اس پر نباتات وپہاڑ، دریا، درخت، اور انسان وحیوان کے کھانے کی چیزیں، یہ کل چار دن ہوئے، منگل وبدھ ہیں وکما قال فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِي يَوْمَيْنِ یعنی پھر ساتوں آسمان بنائے دو دن میں، ظاہر ہے کہ وہ دو دن جمعرات اور جمعہ ہوں گے۔ اسی طرح جمعہ تک چھ دن ہو گئے۔

چنانچہ اب تک یہ دونوں فرقے ان دونوں دنوں میں بہت اہتمام کرتے ہیں اور تمام دنیا کے کام چھوڑ کر عبادت میں مصروف رہتے ہیں، نصرانی سلطنتوں میں اتوار کے دن اسی سبب سے تمام دفاتر بند رہتے ہیں۔

نماز جمعہ کی فرضیت آنحضرت ﷺ کو مکہ ہی میں معلوم ہوگئی تھی مگر غلبۂ کفار کے سبب سے اس کے ادا کرنے کا موقع نہ ملتا تھا، ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لاتے ہی آپ ﷺ نے نماز جمعہ شروع کردی آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اپنے اجتہادِ صائب اور کشفِ صادق سے نماز جمعہ شروع کردی تھی۔ (علم الفقہ)

جمعہ کے فضائل

(۱) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم عایہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی دن وہ جنت میں بھیجے گئے، اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے، اور قیامت واقع بھی اسی دن ہوگی۔ (مسلم)

(۲) امام احمد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا! شبِ جمعہ کا مرتبہ لیلۃ القدر سے بھی زیادہ ہے اسلئے کہ اسی شب میں نبی اکرم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم طاہر میں جلوہ افروز ہوئے، اور حضرت کا تشریف لانا اس قدر خیر و برکت دینا و آخرت کا سبب ہوا جس کا شمار و حساب کوئی نہیں کرسکتا۔ (علم الفقہ)

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ (صحیح بخاری، مسلم)

(۴) نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے سب دنوں میں جمعہ کا دن افضل ہے، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ، یارسول اللہ! آپ پر کیسے پیش کئے جاتے ہیں حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین

پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کر دیا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا کہ شاهِدٌ سے مراد جمعہ کا دن ہے، کوئی دن جمعہ سے زیادہ بزرگ نہیں، اس میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس میں دعا نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے، اور کسی چیز سے پناہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو پناہ دیتا ہے۔ (ترمذی)

شَاهِدٌ کا لفظ سورۂ بروج میں واقع ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کی قسم کھائی ہے

﴿وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ.

(۶) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے بزرگ ہے، اور عید الفطر اور عید الضحیٰ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عظمت ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷) نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا شبِ جمعہ کو مرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔ (ترمذی)

(۸) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آیہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کی تلاوت فرمائی ان کے پاس ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اگر ہم پر ایسی آیت اترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بنا لیتے، ابن عباسؓ نے فرمایا! کہ یہ آیت دو عیدوں کے دن اتری تھی، جمعہ کا دن، اور عرفے کا دن، یعنی ہم کو بنانے کی کیا حاجت اس دن تو خود ہی دو عیدیں تھیں۔

(۹) نبی ﷺ جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ سے کرتے تھے، شب جمعہ (جمعہ کی رات) کو فرماتے تھے، کہ جمعہ کی رات سفید رات ہے، اور جمعہ کا دن روشن دن ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۱۰) قیامت کے بعد جب اللہ تعالیٰ مستحقینِ جنت کو جنت میں، اور مستحقینِ دوزخ کو دوزخ میں بھیج دے گا، اور یہی دن وہاں بھی ہوں گے اگرچہ وہاں دن رات نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو دن اور رات کی مقدار اور گھنٹوں کا شمار تعلیم فرمادے گا، پس جب جمعہ کا دن آئے گا اور وہ وقت ہوگا جس وقت مسلمان دنیا میں جمعہ کی نماز

کے لئے نکلتے تھے ایک منادی آواز دے گا کہ اے اہل جنت! مزید کے جنگل میں چلو! وہ ایسا جنگل ہے جس کا طول وعرض ''یعنی لمبائی وچوڑائی'' سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، وہاں مشک کے ڈھیر ہوں گے آسمان کے برابر بلند، انبیاء علیہم السلام نور کے منبروں پر بٹھلائے جائیں گے اور مومنین یاقوت کی کرسیوں پر، پس جب سب لوگ اپنے اپنے مقام پر بیٹھ جائیں گے، حق تعالیٰ ایک ہوا بھیجے گا جس سے وہ مشک جو وہاں ڈھیر ہوگا اڑے گا، وہ ہوا اس مُشک کو ان کے کپڑوں کے اندر لے جائے گی، اور منہ میں اور بالوں میں لگائے گی، وہ ہوا اس مُشک کے لگانے کا طریقہ اس عورت سے بھی زیادہ جانتی ہے جس کو تمام دنیا کی خوشبوئیں دی جائیں، پھر حق تعالیٰ حاملانِ عرش کو حکم دے گا کہ عرش کو ان لوگوں کے درمیان میں لیجا کر رکھو پھر ان لوگوں کو خطاب کر کے فرمائے گا: کہ اے میرے بندو! جو غیب پر ایمان لائے ہو حالانکہ مجھ کو دیکھا نہ تھا، اور میرے پیغمبر کی تصدیق کی، اور میرے حکم کی اطاعت کی، اب کچھ مجھ سے مانگو یہ دن ''مزید'' یعنی زیادہ انعام کرنے کا ہے، سب لوگ ایک زبان کہیں گے، کہ اے پروردگار! ہم تجھ سے خوش ہیں، تو بھی ہم سے راضی ہوجا، حق تعالیٰ فرمائے گا! کہ اے اہل جنت! اگر میں تم سے راضی نہ ہوتا تو تم کو اپنی بہشت میں نہ رکھتا اور کچھ مانگو؟ یہ دن ''مزید'' کا ہے تب سب لوگ متفق اللسان ہو کر عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو اپنی صورت زیبا دکھا دے کہ ہم تیری مقدس ذات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، پس حق سبحانہ پردے اٹھادے گا اور ان لوگوں پر ظاہر ہوجائے گا اور اپنے جمال جہاں آراء سے ان لوگوں کو گھیر لے گا اگر اہل جنت کے لئے یہ حکم نہ ہو چکا ہوتا کہ یہ لوگ کبھی جلائے نہ جائیں تو بیشک وہ اس نور کی تاب نہ لاسکیں، اور جل جائیں، پھر ان سے فرمائے گا: کہ اب اپنے اپنے مقامات پر واپس جاؤ اور ان لوگوں کا حسن وجمال اس جمال حقیقی کے اثر سے دونا ہو گیا ہوگا۔ ''یہ لوگ اپنی بی بیوں کے پاس آئیں گے نہ بی بیاں ان کو دیکھیں گی نہ یہ بی بیوں کو'' تھوڑی دیر کے بعد جب وہ نور جوان کو

چھپائے ہوئے تھا ہٹ جائے گا تب یہ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھیں گے، ان کی بی بیاں کہیں گی کہ جاتے وقت جیسی صورت تمہاری تھی وہ اب نہیں، یہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں اس سبب سے کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات مقدس کو ہم پر ظاہر کیا تھا اور ہم نے اس جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شرح سفر السعادۃ) دیکھئے جمعہ کے دن کتنی بڑی نعمت ملی۔

(۱۱) ہر روز دوپہر کے وقت دوزخ تیز کی جاتی ہے مگر جمعہ کی برکت سے جمعہ کے دن نہیں تیز کی جاتی۔ (احیاء العلوم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۲) نبی ﷺ نے ایک جمعے کو ارشاد فرمایا: کہ اے مسلمانو! اس دن کو اللہ تعالیٰ نے عید مقرر فرمایا ہے، پس اس دن غسل کرو، اور جس کے پاس خوشبو ہو وہ خوشبو لگائے، اور مسواک کو اس دن لازم کرلو۔ (ابن ماجہ)

جمعے کے آداب

(۱) ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جمعے کا اہتمام جمعرات سے کرے جیسا کہ نبی ﷺ کرتے تھے، جمعرات کے دن بعد عصر کے استغفار وغیرہ زیادہ کرے، اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے، اور خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لاکر رکھ لے تاکہ پھر جمعہ کے دن ان کاموں میں اس کو مشغول ہونا نہ پڑے۔

(۲) پھر جمعے کے دن بعد نمازِ فجر کے غسل کرے سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے اگر کوئی شخص فجر کی نماز سے پہلے غسل کرے تو سنت ادا نہ ہوگی، اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

(۳) جمعے کے دن بعد غسل کے عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے، اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے، اور ناخون وغیرہ بھی کتروائے۔

(۴) جامع مسجد میں بہت سویرے جائے، جو شخص جتنے سویرے جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جمعے کے دن فرشتے دروازے پر کھڑے ہوتے ہیں اور سب سے پہلے جو آتا ہے اس کا، پھر اس کے بعد دوسرے کا، اسی طرح درجہ بدرجہ سب کا نام لکھتے ہیں۔

سب سے پہلے جو آیا اس کو ایسا ثواب ملتا ہے جیسے اللہ کی راہ میں اونٹ قربانی کرنے والے کو، اس کے بعد پھر جیسے گائے کی قربانی کرنے میں، پھر جیسے مرغ کی قربانی میں پھر جیسے اللہ کی راہ میں کسی کو انڈا صدقہ دیا جائے، پھر جب خطبہ ہونے لگتا ہے تو فرشتے وہ دفتر (یعنی رجسٹر) بند کر لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)

اگلے زمانے میں صبح کے وقت اور بعد فجر کے راستے گلیاں بھری ہوئی نظر آتی تھیں، تمام لوگ اتنے سویرے سے جامع مسجد جاتے تھے اور سخت اژدہام (بھیڑ) ہوتا تھا جیسے عید کے دنوں میں، پھر جب یہ طریقہ جاتا رہا تو لوگوں نے کہا کہ یہ پہلی بدعت ہے جو اسلام میں پیدا ہوئی یہ لکھ کر امام غزالیؒ فرماتے ہیں: کہ کیوں نہیں شرم آتی مسلمانوں کو یہود اور نصاریٰ سے کہ وہ لوگ اپنی عبادت کے دن یعنی یہود سنیچر کو اور نصاریٰ اتوار کو اپنے عبادت خانوں اور گرجا گھروں میں کیسے سویرے جاتے ہیں اور طالبانِ دنیا کتنے سویرے بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے پہنچ جاتے ہیں؟ پس طالبانِ دین کیوں پیش قدمی نہیں کرتے؟ (احیاء العلوم)

درحقیقت مسلمانوں نے اس زمانے میں اس مبارک دن کی قدر بالکل گھٹا دی ان کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کون دن ہے، اور اس کا کیا مرتبہ ہے، افسوس وہ دن جو کسی زمانے میں مسلمانوں کے نزدیک عید سے بھی زیادہ تھا اور جس دن پر نبی ﷺ کو فخر تھا اور جو دن اگلی امتوں کو نصیب نہ ہوا تھا آج مسلمانوں کے ہاتھ سے اس کی ایسی ذلت اور ناقدری ہو رہی ہے، خدا کی دی ہوئی نعمت کو اس طرح ضائع کرنا سخت ناشکری ہے، جس کا وبال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

(۵) جمعے کی نماز کے لئے پیادہ پا جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

(۶) نبی ﷺ جمعے کے دن فجر کی نماز میں سورۂ "الم سجدہ" اور "ھل اتی علی الانسان" پڑھتے تھے، لہٰذا انہیں سورتوں کو جمعے کے دن فجر کی نماز میں سنت سمجھ کر پڑھا کرے کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو وجوب کا خیال نہ ہو۔

(۷) جمعے کی نماز میں نبی ﷺ "سورۂ جمعہ" اور "سورۂ منافقون" یا "**سبح اسم ربک الاعلیٰ**" اور "**هل أتاک حديث الغاشيه**" پڑھتے تھے۔

(۸) جمعے کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے "سورۂ کہف" پڑھنے میں بہت ثواب ہے، نبی ﷺ نے فرمایا! کہ جمعے کے دن جو کوئی "سورۂ کہف" پڑھے اس کے لئے عرش کے نیچے سے آسمان کے برابر بلند ایک نور ظاہر ہوگا جو قیامت کے اندھیرے میں اس کے کام آئے گا، اور اس جمعے سے پچھلے جمعے تک جتنے گناہ اس سے ہوئے تھے سب معاف ہو جائیں گے۔ (شرح سفر السعادۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھے بغیر اس درود شریف کو (۸۰) مرتبہ پڑھے گا اس کے (۸۰) سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور (۸۰) سال کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْماً.

نماز جمعے کی فضیلت اور تاکید

نماز جمعہ فرض عین ہے۔ قرآن مجید اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اعظم شعائر اسلام سے ہے، منکر (یعنی اس کا انکار کرنے والا) اس کا کافر اور بے عذر اس کا تارک (یعنی چھوڑنے والا) فاسق ہے۔

(۱) **قولہ تعالیٰ۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ**

فَاسْعَوْ اِلیٰ ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوْا الْبَیْعَ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

جب نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جائے، تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، اور خرید وفروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

ذکر سے مراد اس آیت میں نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے، دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام کے ساتھ جانا ہے۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا ہے: کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل اور طہارت بقدر امکان کرے، بعد اس کے اپنے بالوں میں تیل لگائے اور خوشبو کا استعمال کرے، اس کے بعد نماز کے لئے چلے اور جب مسجد میں آئے تو کسی آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہ بیٹھے، پھر جس قدر نوافل اس کی قسمت میں ہوں پڑھے، پھر جب امام خطبہ پڑھنے لگے تو سکوت کرے، تو گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ اس شخص کے معاف ہو جائیں گے۔ (صحیح بخاری)

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی جمعے کے دن خوب غسل کرے اور سویرے جمعہ میں پیادہ پا جائے، سوار ہو کر نہ جائے، پھر خطبہ سنے اور اس درمیان میں کوئی لغو (بیکار کام) فعل نہ کرے، تو اس کو ہر قدم کے عوض میں ایک سال کامل کی عبادت کا ثواب ملے گا، ایک سال کے روزوں کا اور ایک سال کی نمازوں کا۔ (ترمذی)

(۴) ابن عمر اور ابن ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: کہ ہم نے نبی ﷺ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ نماز جمعہ کے ترک سے باز رہیں! ورنہ خدائے تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر کر دے گا پھر وہ سخت غفلت میں پڑ جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

(۵) نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص تین جمعے سستی سے یعنی بے عذر ترک کر دیتا ہے اس کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے کہ خداوند عالم اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔

(۶) طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نماز جمعہ کا

جماعت کے ساتھ ہر مسلمان پر حق واجب ہے، مگر چار پر نہیں (۱) غلام، (۲) عورت، (۳) لڑکا، (۴) بیمار (ابوداؤد)

(۷) ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تارکین جمعہ کے حق میں فرمایا: کہ میرا مصمم ارادہ ہوا کہ کسی کو اپنی جگہ امام کرو اور خود ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔ (صحیح مسلم)

(۸) اور آپ ﷺ نے فرمایا مَن تَرَکَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا طَبَعَ اللہُ عَلٰی قَلْبِہٖ﴾ رواہ ابو داؤد) (یعنی جس نے لگاتار تین جمعہ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

صلاۃ الجمعۃ رکعتان الخ جمعہ کی نماز دو رکعت ہیں اور جہری ہیں اور جمعہ مستقل فرض ہے۔ ظہر کا بدل نہیں ہے لیکن جس شخص کی جمعہ کی نماز چھوٹ جائے تو اس کے ذمہ ظہر ادا کرنا ہے اور ظہر کی نماز پڑھے گا تو چار رکعت۔

﴿شُرُوطُ فَرْضِیَّةِ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ﴾

جمعہ کی نماز کے فرض ہونے کی شرطیں

جمعہ کی نماز ان لوگوں پر فرض ہوتی ہے جن کے اندر مندرجہ ذیل (۷) شرائط پائی جائیں۔

(۱) مرد ہونا: جمعہ کی نماز عورتوں پر فرض نہیں ہے۔

(۲) آزاد ہونا: غلام پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

(۳) شہر یا ایسی جگہ میں مقیم ہونا جو کہ شہر کے حکم میں ہو۔

پس مسافر پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے،

اور اسی طرح گاؤں میں رہنے والے پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

(۴) صحیح وتندرست ہونا: بیمار پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

(۵) خطروں سے محفوظ ہونا: اس شخص پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے جو کسی ظالم کے ظلم

کے خوف کی وجہ سے چھپ گیا ہو۔

(۶) **بینا ہونا:** اندھے پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

(۷) **چلنے پر قادر ہونا:** نہ چلنے والے شخص پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے۔

وہ لوگ جن پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے، اگر وہ پڑھ لیں تو (ان کی) نماز جمعہ درست ہو جائے گی، اور ظہر کی نماز ان سے ساقط ہو جائے گی، بلکہ ان لوگوں کے لئے جمعہ کی نماز پڑھنا مستحب ہوگا۔

اور عورت (جمعہ کی نماز کے بدلے) اپنے گھر میں ظہر کی نماز ادا کرے گی، اس لئے کہ اسے جماعت میں حاضر (شامل) ہونا ممنوع ہے۔

﴿ شُرُوطُ صِحَّةِ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ ﴾

جمعہ کی نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی مگر جب مندرجہ ذیل (۳) شرائط پورے طور پر پائے جائیں۔

(۱) شہر اور مضافات شہر (یعنی شہر کا قرب و جوار)[1] کا ہونا پس جمعہ کی نماز گاؤں میں درست نہیں ہے۔

جمعہ کی نماز شہر اور اسکے اطراف کے گاؤں میں بہت سی جگہ پڑھنا بھی درست ہے۔

(۲) امام اور اس کے نائب کا جمعہ کی نماز میں شریک ہونا۔

(۳) جمعہ کی نماز ظہر کے وقت میں ادا کی جائے۔

تو ظہر کے وقت سے پہلے یا اس کے بعد جمعہ کی نماز درست نہیں ہوتی۔

(۴) **خطبہ دینا:** یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، جب کہ خطبہ نماز سے پہلے ظہر کے وقت میں دیا جائے۔

اس وقت خطبہ سننے کے لئے ان لوگوں میں سے کم سے کم ایک ایسے آدمی کا بھی

---

[1] مصر سے مراد وہ جگہ جس میں ضروریات زندگی عام طور پر ملجاتی ہو۔

حاضر ہونا ضروری ہے جن سے جمعہ کا انعقاد کیا جاسکے (یعنی جو لائق امامت ہو)۔

(۵) عام اجازت ہونا: اس سے مراد وہ جگہ ہے جس میں جمعہ کی نماز ادا کی جائے وہاں ہر ایک داخل ہونے والے کیلئے اس میں داخل ہونے کی اجازت ہو۔

(۶) (جمعہ کی نماز) جماعت کے ساتھ ادا کرنا۔

تو جمعہ کی نماز ادا نہیں ہوگی جب کہ لوگ الگ الگ پڑھیں۔

(۷) اور جمعہ کی نماز میں جماعت امام کو چھوڑ کر تین آدمیوں سے قائم ہو جاتی ہے۔

جب مسافر یا مریض جمعہ کی نماز پڑھائے تو بھی نماز درست ہو جائے گی۔

﴿سُنَنُ الْخُطْبَةِ﴾ خطبہ کی سنتیں

مندرجہ ذیل (۱۵) باتیں جمعہ کے خطبہ میں مسنون ہیں۔

(۱) خطیب کا حدث اور نجاست سے پاک ہونا۔

(۲) خطیب کا ستر عورت پوشیدہ ہونا۔

(۳) خطیب کا خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر(۱) پر بیٹھنا۔

---

(۱) بقول صحیح ۸ھ میں منبر بنایا گیا۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں ایک انصاریہ تھیں جن کا غلام نجار (لوہار) تھا ان کے پاس نبی اکرم ﷺ کا ارشاد پہنچا کہ بہتر ہوتا کہ اگر تم اپنے غلام سے میرے لئے ایک منبر بنوا دیتیں۔

حسب ارشاد انہوں نے ایک منبر گز کی لکڑی سے جس میں تین سیڑھیاں تھیں بنوا کر مسجد شریف میں بھیج دیا جس مقام پر اب منبر شریف ہے وہیں وہ مقدس منبر رکھ دیا گیا، جب نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے منبر پر کھڑے ہوئے تو وہ ستون جس سے آپ پہلے تکیہ لگا لیتے تھے فریاد کرنے لگا اور ایسی آواز سے رویا جیسے اونٹنی بولتی ہے بخاری کی روایت ہے کہ جیسے روتا ہوا لڑکا چپ کیا جائے۔

تمام صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین اس کے حال سے رونے لگے، نبی اکرم ﷺ منبر سے اتر پڑے اور اس ستون کو اپنے سینے سے لگا لیا یہاں تک کہ اس کا رونا موقوف ہو گیا، یہ روایت بہت صحیح اور مشہور ہے، اور بعض نے متواتر لکھا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس منبر کو اپنے زمانہ خلافت میں شام لیجانا چاہا مگر جیسے ہی وہ منبر اپنی جگہ سے اٹھایا گیا آفتاب میں سخت گرہن پڑ گیا کہ ستارے نظر آنے لگے اس حال کو دیکھ کر وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔ ۶۵۴ھ میں جب مسجد شریف میں آگ لگی تھی تو وہ مقدس منبر بھی جل گیا۔ (علم الفقہ)

(۴) اذان خطیب کے سامنے ہونا (دینا)۔

(۵) کھڑے ہوکر خطبہ دینا۔

(۶) خطبہ اللہ تعالیٰ کی تعریف سے شروع کرنا۔ (یعنی لفظ الحمد للہ سے)

(۷) اللہ تعالیٰ کے شایان شان اللہ کی ثنا خوانی کرنا۔

(۸) خطبہ میں کلمہ شہادت کا پڑھنا (یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی رسالت کو بیان کرنا)

(۹) خطبہ میں نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا۔[1]

(۱۰) خطبہ میں لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنا، اور کم سے کم قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنا۔

(۱۱) دو خطبہ دینا۔ اور ان دونوں کے درمیان تھوڑی دیر (تین تسبیح کے بقدر) بیٹھ جانا۔[2]

(۱۲) خطبہ ثانیہ بھی اللہ کی حمد وثنا سے اور نبی اکرم ﷺ پر درود سے شروع کرنا۔

(۱۳) خطبہ میں تمام مومنین ومومنات کیلئے دعا کرنا، اور ان کیلئے مغفرت چاہنا۔

(۱۴) خطبہ اتنی بلند آواز میں دینا کہ لوگوں کے لئے اس کا سننا ممکن ہو۔

(۱۵) خطبہ میں تخفیف کرنا (درمیانی خطبہ دینا) جو کہ طوالِ مفصل کی کسی سورت کے برابر ہو۔

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ ﴾

جمعہ کی نماز کے متعلق چند باتیں

پہلی اذان کے وقت سے ہی خرید وفروخت اور کہیں آنے جانے کا ترک کر دینا واجب ہے۔

جب امام خطبہ کے لئے نکل جائے تو اس وقت سے لے کر نماز ختم ہونے تک نہ کوئی نماز جائز ہے، اور نہ کسی طرح کی کوئی گفتگو، اور نہ ہی سلام کا جواب دینا۔

خطیب کے لئے خطبہ (بہت زیادہ) لمبا کرنا مکروہ ہے۔

خطیب کے لئے خطبہ کی سنتوں میں سے کسی بھی سنت کا ترک کر دینا مکروہ ہے۔

---

(۱) جب خطیب درود پڑھے تو سارے لوگ دل میں درود پڑھیں۔

(۲) روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت جو بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔

خطبہ میں حاضر ہونے والے شخص کیلئے کھانا، پینا، بیکار باتوں میں مشغول ہونا، خطیب کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ کسی اور طرف متوجہ ہونا (یہ سب باتیں) مکروہ ہیں۔

خطیب منبر پر کھڑا ہوکر لوگوں کو سلام نہ کرے۔

جس شخص نے جمعہ کی نماز کو تشہد، یا سجدۂ سہو میں پالیا تو اس نے جمعہ کو پالیا تو وہ اپنی بقیہ نمازیں دو رکعت پوری کرے گا۔

معذور اور قیدیوں کیلئے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

﴿اَحْکَامُ الْعِیدَیْنِ﴾ عیدین کے احکام(۱)

حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان لوگوں کیلئے دو دن ایسے تھے جس میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے،

تو آپ ﷺ نے پوچھا! کہ ان دونوں دنوں کی کیا حقیقت ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ ایسا دن ہے جس میں ہم لوگ دور جاہلیت میں کھیلا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں کے بدلے دو بہترین دن (عید الفطر و عید الاضحیٰ) عطا کیا ہے۔

عیدین کی نماز واجب ہے۔

اور اس کی دونوں رکعتیں جہری ہیں جو سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے، اور اس میں کچھ تکبیریں ہیں جن کو تکبیرات الزوائد کہا جاتا ہے۔

تین تکبیریں پہلی رکعت میں ثنا پڑھنے کے بعد، اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں رکوع کرنے سے پہلے، اور نماز کے بعد خطبہ دیا جائے گا۔

---

(۱) عیدالفطر کی نماز ؁۱ھ میں شروع ہوئی۔

﴿ عَلٰى مَنْ تَجِبُ صَلوٰةُ الْعِيْدَيْنِ؟ ﴾

عیدین کی نماز کس پر واجب ہے؟

عیدین کی نماز صرف ان ہی لوگوں پر واجب ہے جن لوگوں پر جمعہ کی نماز واجب ہے۔

عیدین کی نماز مندرجہ ذیل (۵) لوگوں پر واجب ہے:۔

(۱) صحیح وسالم ہو۔

(۲) آزاد ہو۔

(۳) مقیم ہو۔

(۴) بینا ہو۔

(۵) خطرات سے مامون ہو۔

عیدین کی نماز عورت، بیمار، غلام، مسافر، اندھے، اور خوفزدہ شخص پر واجب نہیں ہے، اور اسی طرح اس شخص پر بھی عیدین کی نماز واجب نہیں ہے جو چلنے پر قادر نہ ہو۔

جس شخص پر عیدین کی نماز واجب نہیں ہے، اگر وہ لوگوں کے ساتھ پڑھ لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

﴿ شُرُوْطُ صِحَّةِ صَلَاةِ الْعِيْدَيْنِ ﴾

عیدین کی نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں

عیدین کی نماز درست نہیں ہوتی مگر جب اس میں مندرجہ ذیل (۵) شرائط پائی جائیں۔

(۱) شہر یا اس کے اطراف کا ہونا۔

(۲) بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا۔

اخیر کے فقہاء نے جمعہ اور عیدین کی نماز کو قائم کرنے کے لئے ان ملکوں میں جس میں اسلامی حکومت نہیں ہے بادشاہ اور اس کا نائب کی شرط ختم کر دیا ہے۔

(٣) عیدگاہ میں جانے کی عام اجازت ہو۔

(٤) جماعت کا ہونا۔

نمازِ عیدین کی جماعت امام کے ساتھ ایک آدمی کے شریک ہونے سے بھی منعقد ہوجاتی ہے، اور مسلمان اتفاق رائے سے ان دونوں نمازوں کے لئے اپنا امام منتخب کرلے۔

(٥) وقت کا ہونا۔

عیدین کی نماز کا وقت، سورج کے ایک نیزہ کے بقدر بلند ہونے کے وقت سے لے کر شروع ہوجاتا ہے اور زوالِ شمس کے وقت ختم ہوجاتا ہے۔

بغیر خطبہ کے عیدین کی نماز درست ہے، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

عیدین کی نماز سے پہلے بھی خطبہ دینا درست ہے، لیکن ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔

﴿مَنْدُوْبَاتُ یَوْمِ الْفِطْرِ﴾ عیدالفطر کے مستحبات

مندرجہ ذیل (١٢) باتیں عیدالفطر میں مستحب ہیں۔

(١) تڑکے صبح نیند سے بیدار ہوجائے۔

(٢) فجر کی نماز محلے کی مسجد میں پڑھے۔

(٣) مسواک کرے۔

(٤) غسل کرے۔

(٥) سب سے اچھا کپڑا پہنے۔

(٦) خوشبو لگائے۔

(٧) عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ کھالے (یعنی میٹھی چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے)۔(١)

(٨) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کردے، جبکہ صدقہ فطر اس پر واجب ہو۔

---

(١) ہمارے ہندوستان میں جو سویاں اور دودھ کھانے کی رسم ہے یہ محض بے اصل ہے اس کو سنت نہیں سمجھنا چاہئے۔

(۹) اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ صدقہ کرے۔

(۱۰) خوشی وشادمانی ظاہر کرے۔

(۱۱) صبح کو جلدی آہستہ آہستہ تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ جائے اور جب عیدگاہ پہنچ جائے تو تکبیر بند کردے۔ (یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد)۔

(۱۲) عیدگاہ ایک راستہ سے جائے اور وہاں سے دوسرے راستے سے لوٹے۔ (۱)

گھر میں عیدین کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھنا مکرہ ہے۔

اسی طرح عیدگاہ میں عیدین کی نماز سے قبل (پہلے) نماز پڑھنا مکرہ ہے۔ (۲) اور اسی طرح عیدگاہ میں نمازِ عید کے بعد بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے،

گھر میں آکر نفل پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿کَیۡفِیَّۃُ صَلَاۃِ الۡعِیۡدَیۡنِ﴾ عیدین کی نماز پڑھنے کا طریقہ

جب آپ عید کی نماز پڑھنے کا ارادہ کریں تو امام کے ساتھ عید کی نماز اور امام کی پیروی کی نیت سے (نیت کرکے) (۳) کھڑے ہوجائیں، اور تکبیر تحریمہ کے لئے تکبیر (اللہ اکبر) کہیں، ثناء پڑھیں، پھر امام کے ساتھ تکبیراتِ زوائد کہیں (یہ سب تکبیریں آہستہ سے کہیں گے) اور ہر مرتبہ اپنے ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھا کر چھوڑ دیں (۴) پھر

---

(۱) اس زمانے میں اکثر لوگ عید کی نماز شہر کی مسجدوں میں پڑھ لیتے ہیں عیدگاہ نہیں جاتے حالانکہ عیدگاہ جانا سنت مؤکدہ ہے۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس مسجد کو باوجود بے انتہا شرف وفضیلت کے عیدین کے دن چھوڑ دیتے تھے اور عیدین کی نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔ (علم الفقہ)

(۲) اکثر اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ لوگ نہ جاننے کی وجہ سے عیدگاہ پہنچتے ہی لمبی لمبی نمازیں پڑھنے لگتے ہیں، نہ جانے یہ کونسی نمازیں ہیں، شاید اس لئے پڑھتے ہوں کہ لوگ ہمیں نمازی کہیں یا نیک وصالح کہیں گے، لوگوں کو چاہئے کہ علماء کرام سے پہلے اس کے مسائل پوچھ لیا جائے یا جو حضرات پڑھے لکھے ہیں اتنے کہ اردو پڑھ سکتے ہوں تو انہیں چاہئے کہ مسائل کی کتابیں جو کہ مستند ہوں اس کا مطالعہ کرلیں تاکہ نماز صحیح ادا کرسکیں۔

(۳) مثلاً نیت کرتا ہوں میں واجب نمازِ عید کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پیچھے اس امام کے۔

(۴) ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر رُکے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔

خاموش ہو جائیں۔

اور اب امام آہستہ سے تعوذ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور تسمیہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے، پھر امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت ملائے گا، امام کیلئے پہلی رکعت میں سبح اسم، سورۃ جمعہ، پڑھنا مستحب ہے، پھر آپ امام کے ساتھ رکوع اور سجدہ ویسے ہی کریں جس طرح روزانہ آپ نماز میں رکوع وسجود کرتے ہیں۔

پھر جب آپ دوسری رکعت کے لئے امام کے ساتھ کھڑے ہوں تو بالکل خاموش کھڑے رہیں، اور امام آہستہ سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھے گا، پھر بلند آواز سے سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے گا، امام کے لئے دوسری رکعت میں سورۃ غاشیہ سورۃ منافقون کا پڑھنا مستحب ہے، تو جب امام قرأت سے فارغ ہو جائے تو تین تکبیر زوائد کہے، تو آپ بھی امام کے ساتھ آہستہ سے تین تکبیر زوائد کہیے، اور ہر مرتبہ ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھا کر چھوڑ دیجئے، اور چوتھی تکبیر امام کہتا ہوا رکوع میں جائے گا تو آپ بھی امام کے ساتھ چلے جائیں، پھر امام کے ساتھ رکوع وسجود کریں، اور ہر روز کی طرح اپنی نمازیں پوری کریں۔

جب امام نماز سے فارغ ہو جائے گا تو دو خطبہ دے گا، جس میں وہ لوگوں کو عید الفطر کے احکام کی تعلیم دے گا، دوسری رکعت میں جب تکبیرات الزوائد کو قرأت پر مقدم کر دے تو جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ دوسری رکعت میں قرأت کو تکبیرات الزوائد پر مقدم رکھے۔

عید کی نماز کو (آنے والے) کل تک کسی عذر کی بناء پر مؤخر کرنا جائز ہے۔

جس کی عید کی نماز امام کے ساتھ چھوٹ جائے تو اس کی قضاء نہ کرے گا، اس لئے کہ عیدین کی نماز بغیر جماعت کے درست نہیں ہوتیں۔

احکامُ عِیدِ الاَضحٰی

عیدالاضحیٰ کے احکام

عیدالاضحیٰ (بقرعید) کے احکام ٹھیک عیدالفطر کی طرح ہیں۔

اور عیدالاضحیٰ (بقرعید) کی نماز بھی ٹھیک عیدالفطر کی طرح ہے۔

مگر یہ کہ عیدالاضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے گا اور راستہ میں (عیدگاہ جاتے وقت) بلند آواز سے تکبیر کہے گا اور خطیب تکبیر تشریق (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد) کے احکام اور قربانی کے احکام خطبہ میں بتائے گا۔

کسی عذر کی بناء پر عیدالاضحیٰ کی نماز کو بارہ ذی الحجہ تک مؤخر کرنا جائز ہے، یوم عرفہ (نویں تاریخ) کی فجر سے تیرہویں ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے تکبیر تشریق (ہر ایک شخص کو) کہنا واجب ہے، خواہ جماعت سے نماز ادا کرے، یا تنہا نماز پڑھے، مسافر ہو، یا مقیم، مرد ہو یا عورت، دیہاتی ہو یا شہری۔

نوٹ: بلند آواز سے تکبیر کہنا واجب ہے۔ ہاں عورتیں آہستہ آواز سے کہیں گی۔

نماز کے فوراً بعد تکبیر کہنا چاہئے، امام اگر تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں انتظار نہ کرنا چاہئے۔

(۱) قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرفہ کے دن مغرب کی نماز پڑھائی اور تکبیرِ تشریق کہنے کو بھول گیا تو میرے استاد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیچھے نماز میں شریک تھے تکبیر کہدی۔ صاحب "بحر الرائق" یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ اس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

ایک: تو یہی مسئلہ یعنی اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے (سلام پھیرنے کے بعد) تو مقتدی کہدیں۔

دوسرے، یہ کہ تعظیمِ استاد کی یہی ہے کہ اس کی اطاعت کرے، دیکھو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ امام صاحب (یعنی اپنے استاد) کے حکم سے امام بن گئے، یہ نہ خیال کیا کہ مجھے

اپنے استاد کے ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھانا چاہئے۔

تیسرے: یہ کہ استاد کو چاہئے کہ جب اپنے کسی شاگرد کو لائق دیکھے تو لوگوں کے سامنے اسکی عظمت کرے، تاکہ لوگ بھی اسکو بزرگ سمجھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

چوتھے: یہ کہ شاگرد کو چاہئے کہ اپنے استاد کا مرتبہ نہ بھول جائے، دیکھو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ استاد کی ہیبت سے تکبیر بھول گئے، حالانکہ کئی وقت اس تکبیر کو کہتے ہوئے ہو چکے تھے۔ (علم الفقہ)

﴿صَلَاةُ الْكُسُوْفِ وَالْخُسُوْفِ﴾

سورج اور چاند گرہن کی نماز

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورج کو گرہن لگ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے (باہر) نکلے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد پہنچے تو لوگ بھی آپ کے پاس اکٹھا ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی تو سورج روشن ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

کہ چاند و سورج اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں میں دو نشانیاں ہیں، اور ان دونوں کو کسی شخص کی موت و حیات کی بناء پر گرہن نہیں لگتا بلکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ڈراتا ہے، تو جب بھی ایسا ہو تو تم لوگ نماز پڑھنا، یہاں تک کہ تمہارے سامنے وہ چیز کھل جائے جو تمہارے اوپر واقع ہے۔

سورج گرہن کے وقت جماعت کے ساتھ دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھنا سنت ہے۔

سورج گرہن میں جماعت کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

اور چاند گرہن میں جماعت کرنا سنت نہیں ہے۔

بلکہ لوگ چاند گرہن میں تنہا تنہا نماز پڑھیں گے۔

سورج گرہن کی نماز (ادا کرنے) کے لئے نہ اذان واقامت ہے اور نہ ہی خطبہ ہے، بلکہ صرف مطلقاً پکارا جائے گا کہ آج اجتماعی نماز کا اہتمام ہے۔

امام کے لئے سورج گرہن والی نماز میں بھی قرأت اور رکوع وسجود طویل کرنا مسنون ہے۔

جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو وہ دعاء کرے گا، اور مقتدی ان کی دعاء پر آمین کہتے رہیں گے یہاں تک کہ سورج نکل آئے۔

نوٹ:- کسوف: سورج گرہن کو اور خسوف: چاند گرہن کو کہتے ہیں۔

﴿ صَلَاةُ الْاِسْتِسْقَاءِ ﴾

پانی طلب کرنے والی نماز

حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کی طرح پانی طلب کرنے کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔

استسقاء:

یہ ہے کہ بندہ پانی کی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعاء کرنے اور یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی طلب کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استسقاء کی نماز کے لئے جماعت مسنون نہیں ہے، لیکن صاحبین رحمهما الله تعالىٰ عليهما فرماتے ہیں کہ امام لوگوں کو دو رکعت نماز جماعت سے پڑھائے گا، جس میں امام قرأت بالجہر (بلند آواز سے) کرے گا، (یعنی ان کے نزدیک جماعت مسنون ہے) اور دو خطبے دے گا۔

استسقاء کی نماز کے لئے برابر تین دن تک لوگوں کا آبادی سے باہر کی طرف نکل کر نماز پڑھنا مستحب ہے۔

اور لوگوں کے لئے صاف ستھرے پھٹے یا پیوند لگے کپڑے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے عاجزی ظاہر کرتے ہوئے، اور اپنے سروں کو جھکائے ہوئے پیدل جانا مستحب ہے۔

لوگوں کے لئے ہر روز نماز کے لئے نکلنے سے پہلے صدقہ کرنا مستحب ہے۔

اور اسی طرح روزہ رکھنا مستحب ہے۔

اپنے گناہوں سے استغفار کرنا مستحب ہے۔

اور اپنے ساتھ چوپایوں، ضعیف وناتواں، بوڑھوں اور بچوں کو لے کر نکلنا مستحب ہے۔

امام قبلہ رو ہو کر اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کے لئے کھڑا ہوگا اور مقتدی قبلہ رو ہو کر بیٹھے ہوئے ان کی دعا پر آمین کہیں۔

امام کو اپنی دعاء میں یہ الفاظ کہنا چاہئے۔

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيْثاً نَافِعاً غَيْرَ ضَارٌ عَاجِلاً غيرَ آجِلٍ، اَللّٰهُمَّ أَسْقِ عِبَادَکَ وَبَهَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاسْقِ بَلَدَکَ الْمَيِّتَ. اللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوْتاً وَبَلَاغاً إِلىٰ حِيْنٍ. ترجمہ:- اے اللہ تو ہم پر موسلا دھار بارش نازل فرما، جو نقصان دہ نہ ہو، جلدی نازل فرما، اور بغیر تاخیر کے، ہم پر بارانِ رحمت نازل فرمائیے، اے اللہ! اپنے بندوں کو اور اپنے چوپایوں کو سیراب فرما، اور اپنی رحمت کو عام فرما، اور اپنے مرے ہوئے شہروں کو زندہ فرما۔ اے اللہ! تو ہی خدا ہے نہیں ہے کوئی مگر تو برحق وبے نیاز ہے، اور ہم محتاج ہیں، ہم پر مینہ برسا، اور جو کچھ آپ نے نازل کیا، اسے ہمارے لئے قوت (یعنی رزق) کا ذریعہ بنا، اور ہماری زندگی کا سامان کر۔

کِتَابُ الْجَنَائِز

جنازے کا بیان

مَاذَا یُفْعَلُ بِالْمُحْتَضَرِ؟

قریب المرگ کے احکام (۱)

قَالَ رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ﴾ ترجمہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جس شخص کا آخری کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہوگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

جس پر موت کی علامات ظاہر ہو جائیں تو مسنون ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دیا جائے اور اس کو داہنے پہلو پر لٹا دیا جائے۔

اسی طرح اس کو چت لٹانا بھی سنت ہے اس طور پر کہ اس کے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف رہیں، اور اس کے سر کو تھوڑا اٹھا دیا جائے تا کہ اس کا چہرہ قبلہ رو ہو جائے۔

جس پر موت کی علامات ظاہر ہوں اس کو کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین، کرنا مستحب ہے۔

تلقین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے نزدیک کلمہ شہادت کو بار بار بلند آواز سے پڑھا جائے اس طور پر کہ وہ سن لے۔

لیکن اس سے درخواست نہ کی جائے گی کہ آپ پڑھیے تا کہ وہ لفظ ”نہ“ نہ کہے۔ کیونکہ اس کے ”نہ“ کہنے سے بدگمانی پیدا ہوگی۔

اور مستحب ہے کہ ان کے پاس اس کے گھر والوں میں سے نیک لوگ، رشتہ دار اور پڑوسی آئیں۔

اور اسکے پاس ”سورہ یٰسین“ کی تلاوت کرنا مستحب ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کسی بھی جاں بلب (جس کی جان نکلنے کے قریب ہو) کے پاس سورہ یٰسین

---

(۱) قریب المرگ کا مطلب جس شخص کی روح نکلنے والی ہو اور موت کے آثار ظاہر ہو چکے ہوں۔

پڑھی جائے گی تو وہ مرے گا آسودہ وسیراب ہوکر، اور قبر میں بھی آسودگی کی حالت میں داخل کیا جائیگا، اور قیامت کے دن بھی آسودگی کے ساتھ جمع کیا جائیگا۔ (رواہ ابوداؤد)

﴿مَاذَا يُفْعَلُ بِالْمَيِّتِ قَبْلَ غُسْلِهٖ؟﴾

میت کو غسل دینے سے پہلے کیا کرے؟

جب قریب المرگ شخص کی روح پرواز ہو جائے تو ایک چوڑی پٹی لے کر اس کی داڑھی کو سر سے باندھ دینا مستحب ہے اور اس کی آنکھ کو بند کر دینا (نہایت نرمی اور آہستگی سے) مستحب ہے۔ جو شخص میت کی آنکھ کو بند کرے گا تو بند کرتے وقت یہ دعا پڑھے گا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ عَلَيْهِ أَمْرَهٗ وَسَهِّلْ عَلَيْهِ مَابَعْدَهٗ وَاسْعَدْه بِلِقَائِكَ وَاجْعَلْ مَا خَرَجَ إِلَيْهٗ خَيْراً مِمَّا خَرَجَ مِنْهٗ﴾.

ترجمہ:- اے اللہ اس میت پر اس کے معاملے کو آسان کر، اور اس پر وہ زمانہ آسان کر جو اب آئے گا اور مشرف فرما اس کو اپنے دیدار سے، اور جہاں گیا ہے (آخرت) اس کو بہتر کر دے اس جگہ سے جہاں سے گیا ہے (یعنی دنیا سے)۔

اور اس کے پیٹ پر کوئی بھاری چیز رکھ دی جائے تاکہ نہ پھولے، اور اس کے دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلوؤں میں رکھ دیئے جائیں گے۔

ان کے ہاتھوں کو ان کے سینے پر رکھنا جائز نہیں ہے۔

اور غسل دینے سے پہلے اس کے نزدیک قرآن کریم کا بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے، اور قرأت (قرآن کریم کا پڑھنا) مکروہ ہے جب کہ پڑھنے والا میت کے بالکل قریب ہوکر پڑھے۔

جہاں تک پڑھنے والے کا میت (مردے) سے ہٹ کر پڑھنے کا تعلق ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

اس کی موت کی خبر لوگوں کو دینا (لوگوں تک پہونچانا) مستحب ہے۔

﴿حُكْمُ غُسْلِ الْمَيِّتِ﴾ میت کو نہلانے کے مسائل

محلے والوں پر (اس کے علاوہ جس کو بھی معلوم ہو) میت کو غسل دلانا فرضِ کفایہ ہے

اگر چند ہی آدمی میت کو غسل (دلانے) میں لگ جائیں تو بقیہ (لوگوں) سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور اگر اسکو غسل دلانے کیلئے کوئی تیار نہ ہو تو سب کے سب گنہگار ہوں گے۔

میت کو غسل دلانا اسی وقت فرض ہوگا جب کہ مندرجہ ذیل (۴) شرائط اس کے اندر پائی جائیں۔

(۱) مرنے والا شخص مسلمان ہو۔

(۲) میت کے بدن کا اکثر حصہ یا سر سمیت آدھا حصہ موجود ہو۔

(۳) وہ ایسا شہید نہ ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے شہید کر دیا گیا ہو۔

اس لئے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا ہے بلکہ اس کو اس کے خون اور اس کے کپڑے ہی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

(۴) ایسا نومولود جس کے اعضاء پورے نہ ہوئے ہوں، اور جو مردہ ہی پیدا ہوا ہو۔(۱)

اگر پیدا ہونیوالا بچہ زندہ پیدا ہوا ہو اور اس طور پر کہ اس کی آواز سنی گئی ہو اور اس کی حرکتیں دیکھی گئی ہوں تو اس کو غسل دینا فرض ہے۔

خواہ وہ حمل کی مدت مکمل ہونے سے پہلے پیدا ہو جائے، یا بعد میں۔

اسی طرح اگر پیدا ہونے والا بچہ مرا ہوا ہو (مردہ ہو) اور اس کی خلقت کامل ہو تو اس کو بھی غسل دیا جائے گا۔

﴿كَيفِيَّةُ غُسلِ المَيِّتِ﴾ مردے کو نہلانے کا طریقہ

مردے کو نہلائے جانے والے ایسے تخت پر رکھا جائے گا جس کو (کم سے کم) ایک مرتبہ کسی خوشبودار چیز سے دھونی دی جا چکی ہو، اور اس کے سترِ عورت کو ناف سے گھٹنوں تک ڈھک دیا جائے گا، پھر اس کے کپڑے اتار لئے جائیں گے(۲) اور نماز کے وضو کی

---

(۱) سقط: (وہ بچہ جس کا اعضاء ابھی مکمل نہ ہوا ہو۔

(۲) کپڑے اتار لینے میں یہ مصلحت ہے کہ کپڑوں کی گرمی سے نعش کے خراب ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے کپڑے نہیں اتارے گئے بلکہ آپ کو کپڑوں کے ساتھ غسل دیا گیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خاص تھا، آپ کے جسم اطہر میں کسی خرابی کا معاذ اللہ خوف نہ تھا ابوداؤد میں مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اتار کر غسل دینے ==

طرح اس (مردے) کو وضو کرایا جائے گا، مگر کلی نہ کرائی جائے گی، اور نہ ہی ناک میں پانی ڈالا جائے گا، بلکہ اس کے منہ اور اس کی ناک کو کسی پانی سے تر کیئے ہوئے کپڑے سے پونچھ دیا جائے گا، اور اس پر اُشنان، یا بیر کے پتوں کے ساتھ ابلے ہوئے پانی کو ڈالا جائے گا، اگر وہ دونوں چیزیں نہیں پاتا تو خالص پانی ہی سے نہلایا جائے گا اور اسکے سر اور داڑھی کو خطمی (گل خیرو) یا صابون سے دھویا جائے گا۔

پھر اس کو بائیں پہلو لٹایا جائے گا، اور اس پر پانی اس طور پر ڈالا جائے گا کہ پانی بدن کے نچلے حصے تک پہنچ جائے، پھر اس کو دائیں پہلو پر لٹایا جائے گا، اور اس پر اس طرح ڈالا جائے گا کہ پانی نیچے تک پہنچ جائے، پھر میت کو نہلانے کیلئے سہارے سے بیٹھا کر اس کے پیٹ کو نرمی سے دبایا جائیگا، اور میت کے قُبُل ودُبُر (۱) دونوں میں سے جو کچھ نکلے اسے دھل دیا جائے گا، اور غسل دوبارہ نہیں دیا جائے گا، پھر میت کے بدن کو کسی کپڑے سے پونچھ دیا جائے گا، اس کی داڑھی اور سر پر عطر لگایا جائے گا، اور ان اعضاء پر بھی جن پر سجدہ کیا جاتا ہے کافور لگایا جائے گا، یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور گھٹنوں پر اور میت کے ناخن اور بال نہ کاٹے جائیں گے، اور میت کے بال اور اس کی داڑھی میں کنگھی نہیں کی جائے گی۔

عورت اپنے شوہر کو اس وقت نہلا سکتی ہے جب کوئی مرد اسے نہلانے والا موجود نہ ہو، اسلئے کہ وہ عورت عدت کے زمانے تک اس کی نکاح میں سمجھی جائے گی۔

اور مرد اپنی بیوی کو نہیں نہلا سکتا اگرچہ عورتیں موجود نہ ہوں، بلکہ اسے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے اسلئے کہ وہ عورت کے مرتے ہی اس عورت کیلئے اجنبی ہو جائے گا۔

مرد کے لئے چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کو غسل دینا جائز ہے یعنی نابالغ کو۔

اور عورتوں کیلئے چھوٹی بچی اور چھوٹے بچے کو غسل دینا جائز ہے یعنی نابالغ کو۔

== میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا تب گھر کے ایک گوشے سے آواز آئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں کے ساتھ غسل دو آپ کے جسم اطہر سے کپڑے نہ اتارو۔ (علم الفقہ ج۲ص ۱۸۷)

(۱) یعنی پاخانہ وپیشاب کا راستہ۔

متفرق مسائل

اگر کسی میت کو بے غسل قبر میں رکھ دیا گیا ہو مگر ابھی مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو اس کو قبر سے نکال کر غسل دے دینا ضروری ہے، ہاں اگر مٹی پڑ چکی ہو تو نہ نکالنا چاہئے۔

اگر کوئی عضو میت کا خشک (سوکھا) رہ گیا ہو، اور کفن پہنانے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر اس عضو کو دھو دینا چاہئے، ہاں اگر کوئی انگلی یا اس کے برابر کوئی حصہ جسم کا خشک رہ جائے اور تکفین کے بعد یاد آئے تو پھر اس کے دھونے کی ضرورت نہیں۔

میت کو ایک مرتبہ غسل دینا فرض ہے، اور تین مرتبہ مسنون ہے۔

ناک اور منہ میں اگر پانی ڈالا جائے تو اس کا نکالنا دشوار ہے لہٰذا نہلانے والا اپنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے دانتوں کو اور ناک کے اندرونی حصہ کو صاف کر دے، بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ اس وضو میں سر کا مسح بھی کرایا جائے گا۔

میت کو نہلانے کی اجرت لینا جائز نہیں، اس لئے کہ میت کا نہلانا خدا کی طرف سے فرض ہے، پھر اس پر اجرت کیسی؟

اگر کوئی کافر یا نجس (ناپاک) آدمی یا وہ شخص جسے میت کا دیکھنا جائز نہ تھا میت کو غسل دے تب بھی غسل صحیح ہو جائے گا اگرچہ مکروہ ہوگا۔

بہتر یہ ہے کہ میت کے نزدیک غسل دینے والے اور اس کے شریک کے سوا کوئی نہ رہے، اگر وہ میت میں کوئی عمدہ بات دیکھے تو بیان کر دے، اور اگر بری بات دیکھے تو چھپا دے، ہاں اگر میت مشہور بدعتی ہو اور اس میں کوئی بری بات دیکھے تو ظاہر کر دے تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں۔

اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو وہ جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے، پانی میں ڈوبنا اس کے غسل کے لئے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ میت کا غسل دینا زندوں پر فرض ہے، اور ڈوبنے میں ان کا کوئی فعل نہیں ہوا۔

ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو

غسل ہو جائے گا۔

اگر مسلمان کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی تمیز باقی نہ رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا، اور اگر تمیز باقی ہو تو مسلمان کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف انہیں غسل دیا جائے، کافروں کی نعش کو غسل نہ دیا جائے۔ (یہ سارے مسائل علم الفقہ وغیرہ سے ماخوذ ہیں)۔

﴿اَحْکَامُ تَکْفِیْنِ الْمَیِّتِ﴾ مردے کو کفن دینے کے احکام

مردے کو کفن دینا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

اگر چند ہی لوگ مردے کی تجہیز و تکفین میں شرکت کر لیں تو بقیہ سب کی طرف سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر تجہیز و تکفین کے لئے کوئی نہیں کھڑا ہو تو سب لوگ گنہگار ہوں گے۔

کفن کی سب سے کم مقدار (جس کے ہونے سے مسلمانوں پر سے فرض کفایہ ساقط ہو جاتا ہے) وہ یہ ہے کہ جس سے کہ میت کا پورا بدن چھپ جائے۔

میت کو کفن اس کے خالص اپنے مال سے دینا چاہئے جس میں کسی دوسرے کا حق نہ ہو، اگر اس کے پاس اتنا مال نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین اس شخص پر واجب ہے جس کی وہ اپنی زندگی میں کفالت کرتا تھا، جیسے بیوی کا کفن شوہر کے ذمہ

اگر اس (میت) کے پاس کوئی ایسا شخص موجود نہ ہو تو اس کو بیت المال سے کفن دیا جائے گا۔

اگر مسلمانوں کے پاس بیت المال نہ ہو (جیسے ملک ہندوستان وغیرہ میں) یا اگر ہو بھی (اور حاکم وقت کچھ ایسی شرط لگا رکھی ہو کہ) اس میں سے کچھ لینا ممکن نہ ہو تو اس کے کفن و دفن کا خرچ مالدار مسلمانوں پر واجب ہے، یعنی مسلمانوں سے چندہ لے کر اس کا کفن بنا دیا جائے گا)۔

نوٹ:- خلاصہ کلام یہ کہ جن لوگوں کا کھانا اور کپڑا زندگی میں جس شخص کے ذمے ہوگا اسی شخص کے ذمے بعد مرنے کے ان لوگوں کا کفن بھی ہوگا۔ مثلاً عورت کا کفن اس

کے شوہر پر، غلام کا آقا پر، وغیرہ۔

﴿ أَنْوَاعُ الْكَفَنِ ﴾ کفن کی قسمیں

کفن (۳) قسم کا ہوتا ہے۔

(۱) سنت۔ (۲) کفایہ۔ (۳) ضرورت۔

مرد کے لئے سنت کفن یہ ہے: یعنی ایک قمیص، ایک تہ بند، اور ایک چادر۔

مرد کے لئے کفن کفایہ ہے: ایک تہ بند، اور ایک چادر، اور اس کے کم مکروہ ہے۔

اور مرد کے لئے ضرورت کے وقت کفن کے لئے اتنا کپڑا مل جائے کہ کم سے کم ستر چھپ سکے، یہ ضروری ہے۔(۱)

بہتر یہ ہے کہ کفن کا کپڑا اسفید سوتی کا ہو۔

تہہ بند سر سے لے کر قدم تک کا ہو، اور لفافہ تہہ بند سے ایک گز لمبا اور کرتہ گردن سے لے کر پاؤں تک کا ہو، اور کرتہ میں آستین نہ ہو۔

نوٹ:- قبل اس کے کہ میت کو کفن پہنایا جائے کفن میں تین مرتبہ کسی خوشبودار چیز کی دھونی دے دینا مستحب ہے۔ (علم الفقہ)

﴿ كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الرَّجُلِ ﴾ مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چادر یعنی لفافہ رکھا جائے، پھر لفافہ کے اوپر تہہ بند ڈال دیا جائے، اور اوپر کرتہ رکھا جائے، پھر میت کو رکھا جائے اور کرتہ لپیٹ دیا جائے (پہنایا جائے) پھر تہہ بند سے پہلے بائیں طرف سے پھر داہنے طرف سے لپیٹا جائے گا پھر چادر کو بائیں طرف سے، پھر داہنے طرف سے، اور کفن کو دونوں طرف سے باندھ دیا جائے گا تاکہ نہ کھلے۔

---

(۱) اسی وجہ سے جب مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے اور ان کے پاس صرف ایک چادر تھی کہ اگر اس سے ان کا سر چھپایا جاتا تو پیر کھل جاتے تھے، اور اگر پیر بند کئے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کہ ان کے سر کو تو چادر سے بند کر دو اور پیر کو اذخر سے۔ اذخر ایک قسم کی گھاس ہے، جس کی خوشبو بہت ہی عمدہ ہوتی ہے۔

عورت کی سنتی کفن ایک چادر، ایک تہہ بند، ایک کرتہ، ایک دوپٹہ، اور ایک سینہ بند ہے۔

اور کفایہ (کفن) ایک تہہ بند، ایک چادر، ایک دوپٹہ ہے۔

عورت کے لئے کفن ضروری وہ ہے جو ضرورت کے وقت مل جائے

بہتر یہ ہے کہ سینہ سے رانوں تک کا ہو اور اگر سینہ بند سینے سے ناف تک ہو تو یہ بھی جائز ہے۔

﴿كَيْفِيَّةُ تَكْفِيْنِ الْمَرْأَةِ﴾ عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ

عورت کو کفن پہنانے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے چادر پھیلائی جائے، پھر چادر کے اوپر تہہ بند ڈالی جائے، پھر تہہ بند کے اوپر کرتے کو رکھ دیا جائے، اور کرتہ پہنا دیا جائے، اور اس کے بال کو دو چوٹی بنا کر اس کے سینے پر رکھ دیا جائے قمیص کے اوپر، پھر دوپٹہ کو اس کے سر پر رکھا جائے۔

لیکن نہ دوپٹہ کو لپیٹا جائے گا اور نہ گرہ لگائی جائے گی، پھر تہہ بند کو بائیں طرف سے لپیٹا جائے گا، پھر داہنے طرف سے، پھر سینہ بند سے سینے کو باندھ دیا جائے گا، پھر سب سے اخیر میں چادر کو لپیٹا جائے گا۔

﴿أَحْكَامُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ﴾ نمازِ جنازہ کے مسائل

میت (کے جنازہ) کی نماز مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے، منکر اس کا کافر ہے۔

جب ایک مسلمان بھی جنازہ کی نماز میں شریک ہو جائے تو سب کی طرف سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر کسی نے نماز نہ پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔

جنازہ کی نماز پڑھنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر فرض نماز پڑھنا واجب ہے، اِلّا (مگر) یہ کہ اسے موت کا علم نہ ہو۔

جنازہ کی نماز میں دو فرض ہیں:

(۱) چار تکبیریں، ہر تکبیر ایک رکعت کے درجے میں ہے۔

(۲) کھڑا ہونا۔

بغیر عذر کے جنازہ کی نماز بیٹھ کر پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

﴿شُرُوْطُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ﴾ جنازہ کی نماز کی شرطیں

مندرجہ ذیل (۵) پانچ باتوں کے پائے جانے کے بعد ہی جنازہ کی نماز درست ہوگی۔

(۱) میت مسلمان ہو : کافر پر جنازہ کی نماز جائز نہیں۔

(۲) میت نجاست حکمیہ وحقیقیہ سے پاک ہو :

مردہ کو غسل دینے سے پہلے جنازہ کی نماز جائز نہیں ہے۔

(۳) میت حاضر ہو :

غائب میت کی نماز جائز نہیں ہے۔

(۴) میت نمازیوں سے آگے ہو :

جب میت نمازیوں سے پیچھے ہو تو نماز درست نہیں ہے۔

(۵) میت زمین پر ہو، یا اسی طرح کی ایسی چارپائی پر رکھی ہو جو زمین پر رکھی ہوئی ہو: (تب) تو نماز جائز ہے۔

جب میت کسی سواری، یا چوپایہ پر ہو، تو ان دونوں صورتوں میں نماز درست نہیں ہوگی۔

اسی طرح جب میت کو لوگوں نے اپنے ہاتھوں پر، یا اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں تو بھی نماز جائز نہیں ہوگی۔

اور جب میت کو کسی سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں پر کسی عذر کی بناء پر رکھا ہو تو اس حالت میں نماز جائز ہے۔

﴿سُنَنُ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ﴾ نمازِ جنازہ کی سنتیں

مندرجہ ذیل (۴) باتیں جنازہ کی نماز میں سنت ہیں۔

(۱) امام میت کے سینے کے سامنے کھڑا ہو۔

خواہ میت مرد ہو یا عورت۔

(۲) پہلی تکبیر کے بعد ثناء پڑھے۔

(۳) دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے۔

(۴) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرے۔

جب میت بالغ مرد ہو یا عورت تو اس کے لئے یہ دعا پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْإِيْمَانِ﴾ ترجمہ: اے اللہ تو ہمارے زندے، مردے، حاضر غائب، چھوٹے بڑے، اور مرد و عورت کی مغفرت فرما، یا اللہ! تو نے ان میں سے جن کو زندگی بخشے تو اُسے اسلام پر زندہ رکھ، اور ہم میں سے تو جس کو موت دے تو ایمان پر اس کا خاتمہ فرما۔

جب میت بچہ ہو تو اس کے لئے یہ دعا پڑھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا﴾

ترجمہ: اے اللہ! تو اسے ہمارے لئے پیش رفت (پہلے جانے والا) اجر بنا، اور ہمارے لئے ثواب اور ذخیرہ کا سامان بنا، اور ہمارے حق میں مقبول سفارشی بنا۔

جب میت بچی ہو تو اس کے لئے یہ دعا پڑھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا أَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً﴾

اے اللہ! تو اسے ہمارے لئے پیشِ رفت (یعنی پہلے جانے والا) اجر بنا، اور ہمارے لئے ثواب اور ذخیرہ کا سامان بنا، اور ہمارے حق میں مقبول سفارشی بنا۔

چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے ذریعہ نماز ختم کردی جائے گی۔

صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا۔

نمازیوں کی صفیں تین، پانچ، سات ہونی چاہئیں یا اسی طرح وتر (یعنی طاق ہونا) مستحب ہے۔

صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس میت پر تین صف نمازی نماز پڑھ لیں تو وہ بخش دیا جاتا ہے۔

﴿ فُرُوْعٌ تَتَعَلَّقُ بِصَلَاةِ الْجَنَازَةِ ﴾

جنازہ کی نماز کے متعلق چند باتیں

جب میت کا ذمہ دار (ولی) نماز (جنازہ) پڑھ لے تو دوبارہ نمازِ جنازہ نہیں ہوگی۔

جب میت بغیر نماز (جنازہ) کے قبر میں رکھ دیا جائے تو اس کے پھولنے اور پھٹنے سے پہلے اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی۔

جب جنازہ(۱) ایک سے زائد ہو تو بہتر یہ ہے کہ سب پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، اور تمام جنازہ پر ایک مرتبہ بھی نماز پڑھنی جائز ہے۔

جب امام ایک مرتبہ تمام جنازوں کی نماز پڑھائے تو جنازوں کو امام کے آگے ایک لمبی صف میں رکھا جائے گا (اگر ایک مرتبہ کچھ مرد بھی انتقال کر گئے ہوں کچھ بچے بھی اور کچھ عورتیں بھی تو) پہلے مردوں کا جنازہ پھر بچوں کا اور اخیر میں عورتوں کا ہوگا۔

زندہ پیدا ہونے والے بچے کا نام بھی رکھا جائے گا اور (مرنے پر) اس کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔

لیکن مردہ پیدا ہونے والے بچے پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ اسے غسل دیا جائے گا اور ایک کپڑا میں لپیٹ کر اسے دفن کر دیا جائے گا۔

بغیر عذر کے جماعت سے نماز پڑھی جانے والی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

اگر کسی عذر کی بناء پر جماعت سے نماز پڑھی جانے والی مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی

---

(۱) جنازہ کا مطلب یہ ہے کہ میت کو نہلا کر اور کفن دفن دے کر تیار کر دیا جائے اور اب صرف نماز پڑھنا ہی باقی ہو تو اس تیار شدہ میت کو "جنازہ" کہا جاتا ہے۔

تو مکروہ نہیں ہے۔

جس نے امام کو دو تکبیروں کے درمیان پایا تو وہ امام کے دوسری تکبیر کہنے کا انتظار کرے گا، پھر امام کی اقتداء کرے گا۔

اور اپنی دعاء میں امام کی پیروی کرے گا۔

جس کی کوئی تکبیر چھوٹ گئی ہو تو وہ جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے اپنی (چھوٹی ہوئی تکبیریں) پوری کر لے گا۔

جو شخص امام کی تکبیر تحریمہ کے بعد دوسری تکبیر سے پہلے حاضر ہوا تو (وہ) امام کی پیروی کرے گا اور دوسری تکبیر کا انتظار نہیں کرے گا۔

جو سلام پھیرنے سے پہلے چوتھی تکبیر (کہنے) کے بعد حاضر ہوا تو اس کی نماز فوت سمجھی جائے گی۔

مذبوح شخص (یعنی جس کو ذبح کر دیا گیا ہو) اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

ایسے مقتول (جس کو قتل کر ڈالا گیا ہو اس) پر نماز نہیں پڑھی جائے گی جو عصبیت کی بنیاد پر لڑ رہا ہو۔

اسی طرح اسکی نماز نہیں پڑھی جائے گی جس نے اپنے والدین کو ظلماً قتل کر ڈالا ہو۔

اسی طرح اس ڈاکو کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی جو عین لڑائی کی حالت میں مارا گیا ہو (اور نہ ہی اسے غسل دیا جائے گا)۔

﴿كَيْفِيَّةُ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ﴾ نماز جنازہ کے ادا کرنے کا طریقہ

نماز جنازہ کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینے کے بالمقابل کھڑا ہو جائے اور مقتدی امام کے پیچھے صف بنا لیں، پھر ان میں سے ہر ایک نماز جنازہ کی فرضیت کی ادائیگی کی نیت کریں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے، اور مقتدی امام کی پیروی کی بھی نیت کرے، پھر تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھا لے، پھر ثناء پڑھے۔

پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے دوسری تکبیر کہے، اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے۔

پھر تیسری تکبیر کہے پھر میت اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

پھر بغیر ہاتھ اٹھائے ہوئے چوتھی تکبیر کہے۔

پھر سلام پھیرلے، ایک سلام داہنے جانب، اور دوسرا سلام بائیں جانب۔ امام تکبیروں کو بلند آواز سے کہے گا اور اس کے علاوہ تمام دعاؤں کو خاموشی سے پڑھے گا اور مقتدی ساری دعائیں کو مع تکبیرات کے آہستہ سے پڑھیں گے۔

﴿أحْكَامُ حَمْلِ الْجَنَازَةِ﴾ جنازہ اٹھانے کے مسائل

میت کو اٹھا کر قبر تک لے جانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔

اور اسی طرح میت کو اٹھانا بھی عبادت ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو جنازہ اٹھانے میں سبقت کرنا چاہیے، بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا تھا۔

چار آدمیوں کا جنازہ اٹھانا سنت ہے۔

جنازہ کو اٹھا کر چلنے والوں کے لئے (۴۰) چالیس قدم چلنا سنت ہے(۱)

جنازہ میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

لیکن اتنی جلدی نہ کرے کہ نعش کو حرکت واضطراب ہونے لگے۔

جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنا اس کے آگے چلنے سے بہتر ہے۔

جنازہ کو زمین پر رکھنے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

﴿أحْكَامُ دَفْنِ الْمَيِّتِ﴾ میت کو دفن کرنے کے مسائل

کم سے کم آدھے قد کے برابر قبر کو گہرا کھودنا مستحب ہے۔

اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو افضل یہ ہے کہ بغلی قبر بنائی جائے(۲) اور صندوقی قبر

---

(۱) حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جنازہ کو اٹھا کر چالیس قدم چلے اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(۲) بغلی قبر بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کھودی جائے، اور اس کے بعد قبلے کی جانب ایک گڑھا اور کھودا جائے جس میں جنازہ رکھا جائے، اور صندوقی کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے بیچ میں گڑھا کھودا جائے اور اس میں میت رکھی جائے۔

نہ بنائی جائے، ہاں جب زمین نرم ہو اور قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو صندوقی قبر بنانا بہتر ہے۔

میت کو قبر میں قبلہ کی جانب رکھا جائے۔

جو شخص میت کو قبر میں رکھے وہ یہ کہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر رخصت کرتا ہوں

قبر میں میت کو داہنے پہلو پر لٹا کر قبلہ کی طرف اس کا رخ کر دیا جائے۔

میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس کے بندھنوں کو کھول دیا جائے۔

میت کو قبر میں رکھتے وقت قبر پر پردہ کر دیا جائے جب کہ میت عورت ہو۔ ہاں اگر مرد ہے تو پردہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میت کو بغلی قبر یا صندوقی قبر میں رکھنے کے بعد قبر کو بند کر دیا جائے۔

قبر کو اینٹ، یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے۔

حاضرین میں سے ہر ایک شخص کے لئے تین لپ مٹی ڈالنا مستحب ہے۔(۱)

(۱) جب پہلی مرتبہ مٹی ڈالے تو یہ کہے ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ﴾ "یعنی ہم نے تم کو اسی سے پیدا کیا۔"

(۲) دوسری مرتبہ کہے ﴿وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ "یعنی ہم پھر تم کو اس میں لوٹا دیں گے"

(۳) اور تیسری مرتبہ یہ ﴿وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ "یعنی اور ہم تم کو دوبارہ اسی میں سے نکالیں گے۔"

پھر وہ ساری مٹی جو قبر کھودنے میں نکلی تھی ڈال دی جائے گی، اور قبر بند کر کے اونٹ کے کوہان کی طرح کر دی جائے گی اور چوکور نہیں بنائی جائے گی۔

---

(۱) مستحب یہ ہے کہ سرہانے کی طرف سے مٹی ڈالنا شروع کریں، اور ہر شخص دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈالے، بعد دفن کے قبر کے نزدیک ٹھہرنا اور میت کے لئے دعا و استغفار یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فراغت پاتے تو تھوڑی دیر اس کی قبر پر ٹھہرتے، اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرو، اور اللہ سے سوال کرو کہ اس کو ایمان پر قائم رکھے اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (ابوداؤد)

زینت وفخر کے لئے قبر پر کوئی عمارت بنانا حرام ہے۔(۱)

اور اسی طرح مضبوطی کی نیت سے کوئی عمارت بنانا مکروہ ہے، گھر میں مردے کو دفن کرنا مکروہ ہے۔

نوٹ: مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا تھا اور بھی بعض صحابہ کی قبروں پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ کتب احادیث سے ظاہر ہے۔

میت کو گھر میں دفن کرنا یہ صرف حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی خصوصیت ہے۔

ضرورت کے وقت ایک قبر میں کئی میت کو دفن کرنا جائز ہے۔(۲)

ایک قبر میں ایک میت سے زائد کو دفن کیا جائے تو ان کے درمیان مٹی سے جدائی کرنا مستحب ہے۔

جب کوئی شخص کشتی میں انتقال کر جائے تو اس کو نہلایا جائے گا، اور کفن بھی دی جائے گی، اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، پھر جب خشکی دُور ہو اور میت کی حالت کے تبدیل ہونے کا خوف ہو تو سمندر میں ڈال دیا جائے گا۔

جس جگہ میت مرجائے اسی جگہ دفن کرنا (یعنی اسی محلے میں یا اسی بستی کے قبرستان میں یا شہر میں ہوئی تو شہر کے قبرستان میں دفن کرنا مستحب ہے، ایک دو میل سے زائد میت کو منتقل کرنا مکروہ ہے۔

اگر میت کو غیر قبلہ رو (قبر میں) رکھدیا گیا ہو تب بھی قبر کو نہ کھولی جائے گی۔

---

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ جو قبر بلند دیکھو اس کو زمین کے برابر کردو۔ (ترمذی) اور یہ بھی مضمون متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے رفیق حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبر بلند نہیں ہیں۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو دو صحابہ کرام کو جو کہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ایک ہی قبر میں دفن کر رہے تھے اور فرماتے کہ ان دونوں میں سے کون قرآن کا زیادہ حافظ ہے؟ تو جن کی طرف (زیادہ ہونے کا) کہا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قبر میں پہلے رکھتے۔ (رواہ البخاری)

اگر میت کے ساتھ کچھ مال دفن ہوگیا ہو تو قبر کا کھولنا جائز ہے۔

«أَحْكَامُ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ» قبروں کی زیارت کے احکام

مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔(۱)

(۱) آج کل بڑے بڑے شہروں میں بالکل عام بات ہوگئی ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں قبروں پر زیادہ ہوتی ہیں، حالانکہ یہ مکروہ ہے، اور اس کا خوب مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عورتیں وہاں جاتی ہیں، مزاروں کے دروازے کو چومتی ہیں، قبروں کے پاس بیٹھ کر روتی ہیں، اس کے سامنے سجدہ کرتی ہیں، اس پر مٹھائیاں اور پھول وغیرہ چڑھاتی ہیں، گھنٹوں وہاں بیٹھ کر وقت گزارتی ہیں، اور جو جوان قسم کے لڑکے ہوتے ہیں ان کا خوب مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور اپنے سروں پر دونوں گناہوں کی گٹھریاں جمع کرتی ہیں، اور ایک نئے فتنے کی شروعات ہوتی ہے۔

بزرگوں کی قبروں پر سفر کر کے جانا جائز ہے، کیونکہ اولیاء اللہ کے قبور سے مختلف اقسام کے فیوض جاری ہیں، کسی سے کسی قسم کے کسی سے کسی قسم کے، اس لئے ان کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا بے سود نہ ہوگا، اور یہ امر سلف سے معمول ہے، لیکن دلوں کو صاف رکھنا چاہئے، بعض حضرات تو بالکل اولیاء اللہ کو ہی خدا سمجھ بیٹھے ہیں لیکن ان کے لئے کس قدر درست ہوسکتا ہے کیونکہ إن الشرک لظلم عظیم کا دروازہ کھول رہا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اجمیر شریف میں ایک دروازہ ہے جس کا نام "جنتی دروازہ" ہے کہ جو شخص بھی اس میں داخل ہو جائے گا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور اسی طرح کوئی کتے کی قبر بنائے ہوتے ہیں، کوئی درخت کے سامنے سجدہ ریز ہیں تو کوئی باطلان خدا کو خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ لہٰذا ایسے حضرات پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہدایت نصیب فرمائے آمین ثم آمین کل تو اولیاء اللہ کا عرس و فاتحہ بمصلحت ایصال ثواب بارواح بزرگان استفادہ ہوا تھا، مگر اب اس میں مفاسد پیدا کر دئے گئے، بعض جگہ تو بازاری عورتوں کا خوب ناچ ہوتا ہے جس کا حرام ہونا ظاہر ہے، بعض جگہ بازاری عورتیں نہیں ہوتیں مگر قوال اور معازف و مزامیر ہوتے ہیں اس زمانہ کے مجالس سماع حسب اقوال ائمہ تصوف ہرگز ہرگز جائز نہیں، اسی طرح اولیاء اللہ کے مزارات پر چادر ڈالتے ہیں جو مکروہ و اسراف ہے اور عوام کا جو اس میں جو اعتقاد ہے وہ بالکل شرک ہے، پھر غضب یہ کہ اس کی نذر (منت) مانی جاتی ہے، بعضے وہاں چراغ روشن کرتے ہیں، قبریں پختہ بناتے ہیں، یہ اولیاء جن کو اپنی حیات میں بول و براز (پاخانہ پیشاب) سے بھی زیادہ معاصی سے نفرت تھی ان کی قبروں کا یہ حال لوگوں نے بنا رکھا اور سمجھتے ہیں کہ ہم بہت اچھا کر رہے ہیں،

(۱) چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ حکم نہیں فرمایا کہ قبروں کو کپڑے پہنائے جائیں، اس سے قبروں پر غلاف ڈالنے کا ناپسند ہونا صاف ظاہر ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ==

عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کرنا اس زمانہ میں مکروہ ہے۔

قبر کی زیارت کے وقت سورہ یٰسین کی تلاوت کرنا مستحب ہے۔

قبر کو قدم سے روندنا (اس کو پھاندنا، یا تڑپنا، یا اس پر چلنا) مکروہ ہے۔

قبر پر سونا مکروہ ہے۔

قبرستان سے گھاس، یا درخت اکھاڑنا، یا کاٹنا مکروہ ہے۔

میت دفن کر چکنے کے بعد قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد، یا قبے وغیرہ کے بنانا زینت کے غرض سے حرام ہے، اور مضبوطی کی نیت سے مکروہ ہے۔ اگر کسی کی نیت زینت نہ ہو تب بھی ناجائز ہے، بجز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے۔ میت کی قبر پر کوئی چیز بطور یادداشت کے لکھنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی غرض نہ ہو ورنہ جائز نہیں۔ (علم الفقہ)

﴿أَحْكَامُ الشَّهِيدِ﴾ شہید کے احکام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ. فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

== لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ اس حدیث سے قبر کو سجدہ کرنے کی حرمت ثابت ہوگئی۔

(۳) ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا! کہ تم ہمارے بعد ہماری قبر پر گزرو گے تو کیا جب بھی سجدہ کرو گے؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس وقت تو نہ کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی کو سجدہ کی اجازت ہوتی تو عورت کو اجازت دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

مطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا یہ ہوا کہ جب تم اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ موت کے بعد کوئی سجدہ کا مستحق نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ سجدہ کا مستحق وہی ہے جو ہمیشہ رہنے والا، قائم رہنے والا، اور ساری کائنات کو سنبھالنے والا ہے، سجدہ اسی کا حق ہے، اس سے زندہ و مردہ سب کو سجدہ کرنا حرام ٹھہرایا، یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو زندہ پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ قبروں پر چراغوں کا سامان کیا جائے۔ (ماخوذ اصلاح الرسوم از حکیم الامت تھانویؒ)

یَحْزَنُوْنَ. (آل عمران ۶۹-۱۷۰) ترجمہ: اے لوگو! جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (یعنی دین کے واسطے) قتل کئے گئے ان کو (اور مردوں کی طرح) مردہ مت خیال کرو، بلکہ وہ لوگ (ایک ممتاز حیات کے ساتھ) زندہ ہیں، (اور) اپنے پروردگار کے مقرب (یعنی مقبول ہیں) ان کو رزق بھی ملتا ہے (اور) وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل (وکرم) سے عطا فرمائی (مثلاً درجاتِ قُرب وغیرہ یعنی رزق ظاہری بھی ملتا ہے اور رزق معنوی بھی (مسرت بھی) اور (جس طرح وہ اپنے حال پر خوش ہیں اسی طرح) جو لوگ (ابھی دنیا میں زندہ ہیں اور) ان کے پاس نہیں پہنچے (بلکہ) ان سے پیچھے رہ گئے ان کی اس حالت پر وہ (شہداء) خوش ہوتے ہیں کہ (اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو ہماری طرح) ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ (کسی طرح) مغموم ہوں گے۔ (ترجمہ معارف القرآن)

اس آیت کے اندر شہداء کی چار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) پہلی فضیلت یہ کہ وہ مرتے نہیں اگرچہ ظاہری طور پر ان کا مرنا قبر میں دفن کرنا مشاہد اور محسوس ہے۔

(۲) انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا ہے اور رزق دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہداء کے لئے جاری ہو جاتا ہے جو عام مردوں سے ممتاز حیثیت کی ہے۔

(۳) **فرحین بما آتٰھم اللہ من فضلہ.**

اس میں یہ بیان کی گئی کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے ان نعمتون میں جو ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔

ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم :

یعنی وہ اپنے جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ کر گئے تھے ان کے متعلق بھی ان کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہیں تو ان کو بھی یہاں آکر یہی نعمتیں اور درجات عالیہ ملیں گے۔

اور سرّی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شہید کا جو کوئی عزیز دوست مرنے والا ہوتا ہے

شہید کو پہلے سے اس کی اطلاع کردی جاتی ہے، کہ فلاں شخص اب تمہارے پاس آرہا ہے، وہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے کہ جیسے دنیا میں دور افتادہ دوست سے بعدِ مدت (ایک لمبی مدت کے بعد) ملاقات کی خوشی ہوتی ہے۔

اس آیت کی شان نزول جو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا! کہ واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان ارواح (روحوں) کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا، وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں، اور پھر ان قندیلوں میں آجاتے ہیں جو ان کے لئے عرش رحمٰن کے نیچے معلق ہیں (لٹک رہے ہیں)۔ جب ان لوگوں نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ (ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں) کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتے ہے، تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں، اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا! کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچا دیتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی (قرطبی) معارف القرآن ج ۲ ص ۲۳۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ﴿مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ اَنْ يَّرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهُ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا الشَّهِيْدُ يَتَمَنّٰى أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ. (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو جنت میں داخل ہو جانے کے بعد دنیا میں آنے اور دنیا کی کسی چیز کی خواہش کرے، سوائے شہید کے، کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں لوٹ آئے، پھر دسیوں (بار بار) مرتبہ انہیں قتل کیا جائے اس بناء پر کہ جو انہوں نے عزت وکرامت وشرافت وہاں دیکھ رکھی ہے۔

شہید: وہ مسلمان ہے جسے کسی نے ناحق قتل کر دیا ہو، خواہ وہ جنگ میں قتل کیا گیا ہو، یا کسی باغی نے قتل کیا ہو، یا کسی ڈاکو نے۔

شہید کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) دنیا و آخرت کا شہید، اور یہی شہید کامل ہے۔

(۲) صرف آخرت کا شہید۔

(۳) صرف دنیا کا شہید۔

(۱) شہید کامل: وہ عاقل، بالغ اور حدث اکبر سے پاک مسلمان ہے جو چوٹ پہنچنے کے فوراً بعد ہی مر گیا ہو، اس طور پر کہ وہ اسباب حیات (جیسے کھانا، پینا، سونا اور دواء ہے) سے متمتع نہ ہوا ہو، اور اس پر ہوش کی حالت میں کوئی نماز کا وقت نہ گزرا ہو۔

شہید کامل کا حکم یہ ہے کہ اسے غسل نہ دیا جائے گا، بلکہ اسی کپڑوں (جو پہنے ہوا ہے) میں کفن دیا جائے گا، اور اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اس کے خون و کپڑے کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا، اور ضرورت کے مطابق اس کے کپڑے میں کمی پیش کی جا سکتی ہے۔

اس کے بدن سے پورا کپڑا اتارنا مکروہ ہے۔

دوسری قسم صرف آخرت کا شہید ہے:

شہید آخرت وہ شہید ہے جس کے اندر اسلام کے علاوہ سابق شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے سوائے اس کے کہ وہ آخرت کا شہید سمجھا جائے گا، اور اسے وہ اجر ملے گا جس کا شہیدوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور اس شہید کا حکم یہ ہے کہ انہیں غسل دیا جائے گا، اور کفنایا جائے گا، اور ان پر عام میتوں کی طرح نماز پڑھی جائے گی، (اور اسی قسم میں وہ بھی شامل ہے جو ڈوب کر مر گیا ہو، یا آگ میں جل کر، یا طالب علمی کے زمانے میں مر گیا ہو، یا کسی وبا کی وجہ سے۔

(۳) تیسری قسم: وہ صرف دنیا کا شہید ہے۔

اور وہ وہ منافق ہے جسے مسلمانوں کی صفوں میں قتل کر دیا گیا ہو، تو اسے بھی غسل نہیں دیا جائے گا، اور اس کو بھی اس کے کپڑے میں کفن دیا جائے گا اور کامل شہید کی طرح اس پر نماز پڑھی جائے گی ظاہر کا اعتبار کر کے۔

کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

مسئلہ :- جیسا کہ کعبہ شریف کے باہر اس کے رخ پر نماز پڑھنا درست ہے ویسا ہی کعبہ مکرمہ کے اندر بھی نماز پڑھنا درست ہے، استقبال قبلہ ہو جائے گا، خواہ جس طرف پڑھے اس وجہ سے کہ وہاں چاروں طرف قبلہ ہے جس طرف منہ کیا جائے کعبہ ہی کعبہ ہے اور جس طرح نفل نماز درست ہے اسی طرح فرض بھی۔

مسئلہ :- کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے اور جماعت سے بھی اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے، ہاں یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے بڑھ کر نہ کھڑے ہوں، اگر مقتدی کا منہ امام کے سامنے ہو تب بھی درست ہے مگر وہاں اس صورت میں نماز مکروہ ہوگی اس لئے کہ کسی آدمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی چیز بیچ میں حائل کر لی جائے تو یہ کراہیت نہ رہے گی۔

مسئلہ :- اگر سب کعبہ کے باہر ہوں اور ایک طرف امام ہو اور چاروں طرف مقتدی حلقہ باندھے ہوئے ہوں جیسا کہ عام عادت وہاں اسی طرح نماز پڑھنے کی ہے تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرف امام کھڑا ہو ہے اس طرف کوئی مقتدی بہ نسبت امام کے خانہ کعبہ کے نزدیک نہ ہو کیونکہ اس صورت میں وہ امام سے آگے سمجھا جائے گا جو کہ مانع اقتداء ہے البتہ دوسری طرف کے مقتدی خانہ کعبہ سے بہ نسبت امام کے نزدیک بھی ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس کی یہ صورت ہے۔

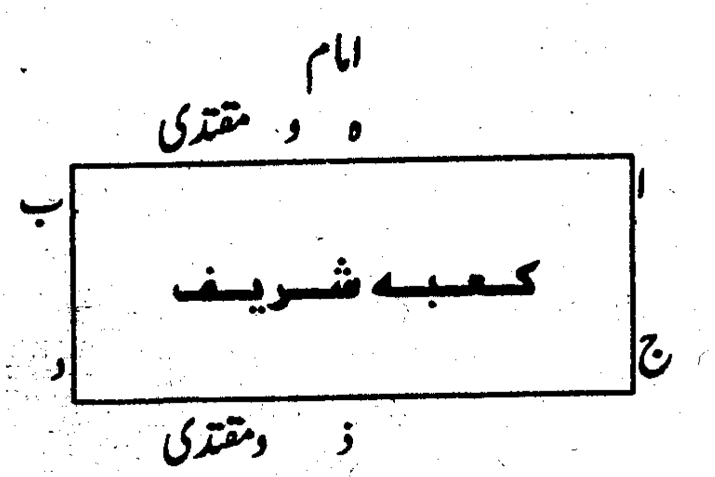

(ا)، (ب)، (ج)، (د) کعبہ ہے۔

اور (ہ) امام ہے جو کعبہ سے دو گز کے فاصلے پر کھڑا ہے۔ مگر (و) تو (ہ) کی طرف کھڑا ہے اور (ز) دوسری طرف کھڑا ہے۔

تو (و) کی نماز نہ ہوگی (ز) کی نماز ہو جائے گی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ میں کعبہ کے اندر نفل نماز پڑھی ہے، مگر چونکہ نفل اور فرض دونوں استقبال قبلہ کی شرط ہونے میں برابر ہیں اس لئے فرض نماز بھی جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ جس طرح ہمارے اسلاف کو اس میں نماز پڑھنے کی توفیق بخشی ہے ہمیں بھی عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

(دین کی باتیں از حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ)

مسجد کے احکام

(۱) مسجد کے دروازے کا بند کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر نماز کا وقت نہ ہو اور مال واسباب کی حفاظت کے لئے دروازہ بند کرلیا جائے تو جائز ہے۔

(۲) مسجد کی چھت پر پاخانہ، پیشاب کرنا، یا جماع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) مسجد کے در و دیوار کا منقش کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی شخص اپنے خاص مال سے بنائے، مگر بہتر یہ ہے کہ مسجد میں نقش و نگار نہ بنائے جائیں۔

(۴) مسجد کے در و دیوار پر قرآن مجید کی آیتوں کا لکھنا اچھا نہیں۔(۱)

(۵) مسجد کے اندر وضو یا کلی کرنا مکروہ تحریمی ہے، ہاں اگر کوئی برتن رکھ لیا جائے کہ وضو کا پانی اس میں گرے مسجد میں نہ گرے تو جائز ہے۔

(۶) مسجد کے اندر مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۷) جنبی اور حائضہ کا مسجد کے اندر جانا مکروہ تحریمی ہے۔

بعض حضرات مسجد میں سوتے ہیں اور احتلام ہو جاتا ہے تو نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی نہیں بھاگتے انہیں چاہئے کہ جیسے ہی نیند سے بیدار ہوں ویسے ہی مسجد سے جلد نکل جائیں اور جا کر غسل کریں۔

اگر وہ اذان خانہ میں ہوں اور وہ مسجد کے اندر ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ پہلے تیمم کرے کیونکہ وہ اس وقت پانی پر قادر نہیں ہے، اور اگر بغیر تیمم کے نکلا تو یہ جرم عظیم ہے، لہٰذا وہ تیمم کرے اور اس کے بعد کوئی کپڑا، یا کاغذ وغیرہ جو کہ پاک وصاف ہو اس پر قدم رکھ کر آگے بڑھتا جائے اور کاغذ یا کپڑا آگے بڑھاتا جائے، اور اس طرح سے وہ مسجد سے نکل جائے، اور اسی وقت جا کر غسل کرے۔

---

(۱) مسجد کی زینت و آرائش عبادت سے ہوتی ہے نقش و نگار اس کی زینت نہیں، یہ درحقیقت ویسا ہی ہے جیسے کہ کسی مرد کو بغرض زینت ہاتھوں میں چوڑیاں کانوں میں بالیاں پہنا دی جائیں۔ آج کل لوگ اس میں بہت روپیہ برباد کرتے ہیں کاش اس روپیہ سے جہاں ضرورت ہو وہاں دوسری مسجد بنوا دیں۔ بہشتی ثمر اول۔

﴿کِتَابُ الصَّوْمِ﴾

روزے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ. ﴾ (سورۃ البقرہ ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے کے (امتوں کے لئے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ (کیونکہ روزہ رکھنے سے عادت پڑے گی نفس کو اس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی، اور اسی عادت کی پختگی بنیاد ہے تقوی کی)۔ (معارف القرآن)۔

قرآن کریم کے الفاظ الـذین مـن قبلکم عام ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم الانبیاء ﷺ تک کی تمام شریعتوں اور امتوں کو شامل ہے۔

لـعـلـکم تتقون میں اشارہ ہے تقویٰ کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کو بڑا دخل ہے۔ (معارف القرآن)۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ. ﴾ (سورۃ البقرۃ ۱۸۵) (وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے) ماہِ رمضان ہے، جس میں (ایسی برکت ہے کہ اس کے ایک خاص حصہ یعنی شب قدر میں) قرآن مجید (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) بھیجا گیا ہے، جس کا (ایک) خاص وصف یہ ہے کہ لوگوں کیلئے (ذریعہ) ہدایت ہے، اور وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلاتے ہیں اس کا جزو جزو واضح الدلالۃ ہے، (اور ان دونوں وصفوں میں منجملہ ان کتب (سماویہ) کے (ہے) جو کہ انہیں دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور

(وضوح دلالۃ کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان) فیصلہ کرنے والی (بھی) ہیں، جو شخص اس ماہ میں موجود ہو اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے۔ (معارف القرآن ج ۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.﴾ (رواہ البخاری ومسلم)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(۲) نماز کا قائم کرنا۔

(۳) زکوۃ ادا کرنا۔

(۴) اور رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر مکلف شخص پر رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنا فرض ہے۔

اور مسلمانوں میں سے اس کی فرضیت کا کوئی منکر (انکار کرنے والا) نہیں۔

روزہ کی شرعی تعریف : طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ شمس تک روزہ کی نیت کے ساتھ مُفطراتِ صوم (یعنی کھانے، پینے جماع کرنے اور جو بھی ان کے حکم میں آتی ہیں ان) سے رکنے کا نام روزہ ہے۔

﴿عَلٰى مَنْ يُفْتَرَضُ صِيَامُ رَمَضَانَ؟﴾

رمضان کے روزے کس پر فرض ہوتے ہیں؟

رمضان کے روزے کی ادائیگی اور قضا اس شخص پر ضروری ہے جس میں مندرجہ ذیل (۴) شرائط پائی جائیں۔

(۱) بالغ ہونا : بچے پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۲) مسلمان ہونا : کافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۳) عقلمند ہونا: مجنون پر روزہ فرض نہیں ہے۔

(۴) درالاسلام میں ہونا، یا دار الحرب میں ہونا، اور روزے کے وجوب سے واقف ہونا۔

﴿عَلیٰ مَنْ یُفْتَرَضُ أَدَاءُ الصَّوْمِ؟﴾

کن لوگوں پر روزے کی ادائیگی فرض ہے؟

(۱) مقیم پر روزہ کی ادائیگی فرض ہے: مسافر پر روزہ کی ادائیگی فرض نہیں ہے۔

(۲) صحیح وسالم شخص پر روزہ کی ادائیگی فرض مریض پر روزہ کی ادائیگی فرض نہیں ہے۔

(۳) حیض ونفاس سے پاک وصاف عورت پر روزہ کی ادائیگی فرض ہے: حیض ونفاس والی عورت پر اس کی ادائیگی فرض نہیں ہے: حائضہ ونفساء کے لئے اس کی ادائیگی جائز ہی نہیں ہے۔

﴿مَتیٰ یَصِحُّ أَدَاءُ الصَّوْمِ؟﴾

روزے کی ادائیگی کب صحیح ہوتی ہے؟

روزہ کی ادائیگی اس وقت درست ہوتی ہے جب کہ مندرجہ ذیل (۴) شرائط مکمل طریقہ سے پائی جائیں۔

(۱) روزے کی نیت ایسے وقت میں کرنا جس میں نیت کرنا درست ہو۔(۱)

(۲) عورت حیض ونفاس سے پاک ہو۔

(۳) روزہ رکھنے والا ان چیزوں سے خالی ہو جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں، جیسے کہ کھانا، پینا، بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا، اور جو ان کے حکم میں داخل ہیں۔

(۴) روزے کی ادائیگی کی صحت کیلئے روزے دار کا جنابت سے خالی ہونا شرط نہیں ہے۔

﴿أَنْوَاعُ الصِّیَامِ﴾ روزے کی قسمیں

روزہ کی (۶) چھ قسمیں ہیں۔

---

(۱) رمضان المبارک کے روزے اور نفل، روزے کے ادا کرنے کی نیت کا وقت غروب شمس سے لے کر آدھا دن کے نکلنے سے پہلے تک ہے۔ اور رمضان کے قضاء روزے کی نیت پورے رات ہے۔ طلوع فجر کے بعد نیت درست نہ ہوگی۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب (۵) مکروہ (۶) حرام

(۱) فرض روزہ: رمضان المبارک کا روزہ ہے۔

(۲) واجب روزہ: اور اس کی تین قسمیں ہیں

(۱) وہ نفل روزہ ہے جس کو روزہ دار نے توڑ دیا ہو اس کی قضا کرنا۔

(۲) منت یعنی نذر کا روزہ: مانا ہوا روزہ۔(۱)

(۳) کفارے کا روزہ: (بعض فقہاء کے نزدیک یہ فرض کے درجے میں ہے، اور متاخرین احناف کے نزدیک واجب ہے، اور اس کا انکار کرنے والے کو کافر نہ کہا جائے گا۔)

مندرجہ ذیل (۶) صورتوں میں کفارے کا روزہ واجب ہو جاتا ہے۔

(۱) بغیر عذر کے رمضان میں جان بوجھ کر روزہ رکھ کر توڑ دینا۔

(۲) رمضان المبارک کے دن میں روزہ رکھنے کی حالت میں جان بوجھ کر ہمبستری (صحبت) کر لینا۔

(۳) ظہار کے کفارے کا روزہ رکھنا۔

(۵) قسم توڑنے کے کفارے میں روزہ رکھنا۔

(۶) غلطی سے قتل کرنے کے کفارے میں روزہ رکھنا جو اس کے حکم میں ہے، یعنی قتل خطا کے حکم میں ہے۔

(۳):- سنت روزہ:

یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنا نویں یا گیارہویں کے ساتھ ساتھ۔

---

(۱) مانا ہوا (نذر کا) وہ روزہ ہے جس کو مسلمان اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر فرض کر لیتا ہے اور جس کی وہ نذر کرتا ہے تو وہ (چیز کا ادا کرنا) اس پر واجب ہو جاتا ہے تو جس نے کسی معین دن یا چند معین دنوں میں روزہ رکھنے کا ارادہ کر لیا تو اس پر انہیں معین دنوں میں روزہ رکھنا واجب ہو گا اور جس نے نذر کو ترک کر دیا تو گویا اس نے واجب کو ترک کیا اور بعض فقہاء کے نزدیک یہ روزے فرض کے درجے میں ہیں، اور محققین احناف کے یہاں واجب ہے۔ اس لئے کہ اس کے انکار کرنے والا پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔

(۴) : مستحب روزہ :

(۱) ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنا، خواہ کسی دن میں ہو۔

(۲) ہر مہینے کے ۱۳/۱۴/۱۵/ تاریخ کو روزہ رکھنا۔

(۳) ہر ہفتہ میں پیر (سوموار) اور جمعرات کو روزہ رکھنا۔

(۴) شوال المکرم میں چھ روزے رکھنا۔

(۵) غیر حاجیوں کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا۔

(۶) صومِ داؤدی رکھنا۔(۱)

(۵) : مکروہ روزہ :

(۱) نویں، یا گیارہویں کا روزہ ملائے بغیر صرف عاشورا کا روزہ رکھنا۔

(۲) صرف سنیچر کے دن کا روزہ رکھنا۔

(۳) صومِ وصال (یعنی مسلسل روزہ رکھنا اور غروبِ آفتاب کے بعد بالکل ہی افطار نہ کرنا یہاں تک کہ دوسرے دن کا روزہ کل کے روزے سے ملا دینا۔

(۶) : حرام روزہ :

(۱) عید الفطر کے دن روزہ رکھنا۔

(۲) عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا۔

(۳) ذی الحجہ کے مہینے میں ایام تشریق (۱۱/۱۲/۱۳) تاریخ کو روزہ رکھنا۔

﴿وَقْتُ النِّيَّةِ فِي الصِّيَامِ﴾ روزے کی نیت کا وقت

روزہ بغیر نیت کے درست نہیں ہوتا۔

نیت کی جگہ دل ہے۔

درج ذیل صورتوں میں روزے کی نیت کرنے کا وقت رات سے لے کر آدھے دن سے پہلے پہلے تک درست ہے۔

---

(۱) صومِ داؤدی کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے، پھر ایک دن روزہ رکھے اور دوسرے دن نہ رکھے، اور یہ روزہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل اور پسندیدہ ہے۔

(۱) رمضان المبارک کے روزے کی ادائیگی میں۔

(۲) نذرِ معین کے روزے میں۔

(۳) نفل روزے میں۔

رمضان کے ادا روزے کی نیت مطلق روزہ کی نیت اور نفل کی نیت سے درست ہے۔(۱) نذرِ مُعَیّن کے روزے کی نیت مطلق روزہ کی نیت سے درست ہے، اور نفل کی نیت سے بھی۔

اور نفل روزہ، نفل کی نیت اور مطلق نیت سے بھی درست ہے۔

درج ذیل صورتوں میں نیت کا تعین رات ہی میں شرط ہے۔(۲)

(۱) رمضان المبارک کے قضاء روزوں میں۔

(۲) فاسد کردہ نفل روزوں کی قضاء میں۔

(۳) کفارے کے روزے میں۔

(۴) نذرِ مطلق میں۔

﴿كَيفَ تَثبُتُ رُؤيَةُ الهِلَالِ؟﴾(۳)

رویت ہلال کا ثبوت کیسے ہوگا؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿صُومُوا لِرُؤيَتِه وَافطِرُوا لِرُؤيَتِه فَإِن غُمَّ عَلَيكُم فَأكمِلُوا عِدَّةَ شَعبَانَ ثَلَاثِينَ يَومًا﴾۔ (رواہ البخاری)۔

رمضان المبارک کا مہینہ دو باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے کی وجہ سے

---

(۱) مطلق نیت کا مطلب یہ ہے کہ اس (روزہ دار) نے بغیر فرض، واجب، نفل اور بے رمضان کے متعین کئے روزہ رکھ لیا۔

(۲) رات میں نیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ روزہ رکھنے کی نیت رات ہی میں کرلے کیونکہ طلوع فجر کے بعد نیت کرنا درست نہیں ہے ان صورتوں میں۔

(۳) رؤیۃ یہ رأی یرئ کا مصدر ہے جسکے معنی دیکھنے کے ہیں۔ ہلال کے معنی نیا چاند کے ہیں۔ شروع مہینے کی دو راتوں یا تین راتوں یا سات راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، اور مہینے کی آخری راتوں اور ۲۶، ۲۷ کے چاند کو بھی ہلال ہی کہتے ہیں اور بقیہ دنوں کے چاند کو قمر کہتے ہیں۔ (مصباح اللغات)

ثابت ہو جاتا ہے۔

(۱) چاند دیکھنے سے۔

(۲) شعبان کے مہینے کے تیس دن پورے ہو جانے سے اگر چہ کسی نے چاند نہ دیکھا ہو۔

(۳) رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت ثابت ہو جاتی ہے ایک مرد یا ایک عورت کی خبر سے۔

(۴) یعنی یہ کہنا شرط نہیں ہے کہ میں رمضان المبارک کے چاند ہو جانے کی گواہی دیتا ہوں۔

اور عید کے چاند کی رؤیت دو آدمیوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ثابت ہو جاتی ہے جب کہ آسمان میں بدلی ہو، یا گرد و غبار اڑ رہا ہو، یا دھواں کا اثر ہو یعنی مَطلَع صاف نہ ہو۔(۱)

مگر جب آسمان میں بدلی یا اس کے علاوہ کوئی چیز نہ ہو، تو رمضان المبارک یا عیدین کے چاند کی رؤیت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ ایک جمِ غفیر(۲) نے دیکھا ہو جس سے کہ گمان غالب ہو جائے۔

بقیہ مہینوں کے چاند کی رؤیت :

دو عادل (انصاف والے) آدمی یا ایک مرد اور دو عورتیں جن پر کوئی حدِ شرعی جاری نہ ہوا ہو ان کی شہادت (گواہی) مان لی جائے گی۔

جب کسی علاقہ میں چاند کی رؤیت ثابت ہو جائے تو تمام پڑوسی علاقے (والے جن کا مطلع ایک ہے اُن) پر روزہ رکھنا لازم ہوگا، جب کہ رُویتِ ہلال کے سلسلے میں ان کے پاس معتبر ذریعہ سے خبر پہنچے۔

جس نے رمضان المبارک کے چاند کو تنہا دیکھا اور اس کی بات نہ مانی گئی، اس کے باوجود اس (شخص) پر روزہ کا رکھنا لازم ہوگا۔ (اس کے لئے افطار جائز نہیں)

---

(۱) یہ کہنا شرط ہے کہ میں عید کے چاند کی گواہی دیتا ہوں۔

(۲) یعنی خوب بھیڑ بھاڑ، خوب مجمع۔

اور جس نے عید کے چاند کو تنہا دیکھا اور اس کی بات نہ قبول کی گئی تو اس پر بھی روزہ رکھنا لازم ہوگا، اور اس کے لئے افطار جائز نہ ہوگا۔

﴿حُكْمُ الصَّوْمِ فِي يَوْمِ الشَّكِّ﴾

شک کے دن میں روزہ رکھنے کا حکم

شک کا دن وہ شعبان المعظم کا انتیسواں (۲۹) دن ہے جب کہ یہ نہ معلوم ہو کہ چاند نکلا ہے یا نہیں، شک کے دن میں نفل کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

جو شخص روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے درمیان پس و پیش میں پڑ جائے، تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا۔

(جس علاقہ میں) مفتی صاحب (ہوں ان) پر ضروری ہے کہ وہ شک کے دن عوام الناس کو دوپہر سے پہلے تک بغیر روزے کی نیت کے ساتھ انتظار کرنے کا حکم دیں۔

پھر جب نیت کا وقت ختم ہو جائے اور معاملہ متعین نہ ہو تو لوگوں کو افطار کرنے کا حکم دیدیں۔

جس نے شک کے دن نفل روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ چاند نکل آیا، اور معلوم ہوا کہ یہ رمضان کا دن ہے تو وہ نفل روزہ رمضان کا مانا جائے گا، تو اس دن کی قضاء اس پر لازم نہ ہوگی۔

﴿اَلْاَشْيَاءُ الَّتِي لَا يُفْسِدُ بِهَا الصَّوْمُ﴾

وہ چیزیں جن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا

(۱) جب بھول کر کھالے۔

(۲) جب بھول کر پی لے۔

(۳) جب بھول کر ہمبستری کرلے۔

(۴) جب سر میں تیل ڈال لے۔

(۵) جب سرمہ لگائے اگرچہ اس کا مزہ اس کے حلق تک پہنچ جائے۔

(۶) جب پچھنا لگوالے۔

(۷) جب کسی کی غیبت کرلے۔

(۸) جب روزہ توڑنے کی نیت کرے اور روزہ نہ توڑے۔

(۹) جب اس کے حلق میں گرد وغبار چلا گیا ہو، بغیر اس کی کوشش کے اگرچہ چکی کا ہی گرد کیوں نہ ہو۔

(۱۰) جب اس کے حلق میں بغیر اس کی کوشش کے دھواں چلا گیا ہو۔

(۱۱) جب اس کے حلق میں مکھی چلی جائے۔

(۱۲) جب جنبی ہوگیا ہو۔

(۱۳) جب نہر میں غوطہ لگایا ہو اور پانی اس کے کان میں چلا گیا ہو۔

(۱۴) جب کسی شخص کی ناک میں بلغم آجائے اور اسکو اوپر چڑھا کر گھونٹ گیا ہو۔

(۱۵) جب قے غالب آجائے، اور بغیر کچھ کئے وہ لوٹ جائے، خواہ قے تھوڑا ہو یا زیادہ۔

(۱۶) جب جان بوجھ کر قے کرڈالے، اور وہ قے منہ بھر سے کم ہو اور وہ بغیر کوشش کے لوٹ جائے۔

(۱۷) جب دانت میں لگی ہوئی کوئی چیز کھالے اور وہ کھائی ہوئی چیز چنے کے دانے سے کم ہو۔

(۱۸) جب تل کے طرح کی کوئی چیز منہ کے باہر سے لے کر منہ میں ڈالے اور اس کا مزہ منہ کے اندر نہ محسوس کیا ہو۔

(۱۹) انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، خواہ انجکشن کھال میں لگائی گئی ہو، یا نس میں، یا رگ میں۔

(۲۰) جب کسی لکڑی (سیک) سے اپنے کان کو کھجلائے اور اس سے میل نکلے پھر اس لکڑی کو بار بار اپنے کان میں ڈالے۔ دَرَن (گندگی کے معنی میں ہے۔)

﴿مَتٰی تَجِبُ الْکَفَّارَۃُ مَعَ الْقَضَاءِ؟﴾

قضاء کے ساتھ کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟

مندرجہ ذیل (۱۱) صورتوں میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

(۱) جب روزہ دار ایسی غذا کھائے جن کی طرف اس کا طبعی رجحان ہو اور اس کے ذریعے پیٹ کی خواہش پوری ہوتی ہو۔

(۲) جب روزہ دار بغیر عذر شرعی کے دوا کھالے۔

(۳) جب روزہ دار پانی، یا کوئی دوسری مشروبات پی لے۔

(۴) جب روزہ دار جماع کرلے۔

(۵) جب بارش کے پانی کو پی لے جو اس کے منہ میں گیا ہے۔

(۶) جب گیہوں دانتوں سے چبا کر کھالے۔

(۷) جب گیہوں کے دانے کو بغیر چبائے کھالے۔

(۸) جب تِل کا دانہ یا اس کے جیسی کوئی چیز منہ کے باہر سے لے کر نگل جائے۔

(۹) جب تھوڑا سا نمک کھالے۔

(۱۰) جب سگریٹ، یا حُقّہ پی لے۔

(۱۱) جب مٹی کھالے اور وہ مٹی کھانے کا عادی بھی ہو۔

(۱۲) مگر جب وہ مٹی کھانے کا عادی نہ ہوگا تو (قضاء کے ساتھ کفارہ لازم نہ ہوگا بلکہ قضا ہی رکھنا پڑے گا۔

﴿شُرُوْطُ وُجُوْبِ الْکَفَّارَۃِ﴾

کفّارہ کے وجوب کی شرطیں

(۱) رمضان المبارک کے ادا روزے کے دوران کھاپی لے۔

غیر رمضان (کے روزے میں) کھانے، یا پینے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

(۲) جب جان بوجھ کر کچھ کھا پی لے۔

(۳) جب کہ کھانے پینے میں غلطی نہ کرے: تو کفارہ اس وقت لازم نہیں ہوتا جب کہ اس نے بقیہ رات سمجھ کر، یا مغرب کا وقت سمجھ کر، غلطی سے کھا، پی لیا ہو، پھر بعد میں معلوم ہوا ہو کہ اس نے غلطی سے دن ہی میں کھالیا تھا۔

(۴) جب کھانے اور پینے کے لئے مجبور نہ ہو۔

جب کھانے اور پینے کے لئے مجبور ہو جائے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

(۵) جب کھانے اور پینے پر اس کو مجبور نہ کیا جائے، مگر جب کھانے اور پینے پر اس کو مجبور کیا جائے گا تو کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (یعنی کوئی اس کو زبردستی کھلا پلا دے)

﴿بَیَانُ الْکَفَّارَۃِ﴾ کفارے کا بیان

کفارہ جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، یہ ہے۔

(۱) مومن غلام، یا غیر مسلم غلام کا آزاد کرنا۔

(۲) لگاتار دو ماہ تک روزہ رکھنا، اس طور پر کہ (ان دونوں مہینوں کے درمیان) میں عیدین اور ایام تشریق داخل نہ ہونے پائے(۱)۔

(۳) رواج کے مطابق اوسط درجے کا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اسی ترتیب کے ساتھ کفارہ واجب ہوتا ہے۔

اگر کسی کو غلام کے آزاد کرنے کی استطاعت (طاقت) نہ ہو تو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے گا، اگر مسلسل دو مہینے روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو (اسے) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا، اتنا (کھانا) کہ ہر مسکین کے لئے دو وقت کا کھانا ہو سکے۔

مساکین میں والدین، بیٹے، اور بیوی وغیرہ نہ ہوں جن کا خرچ لازم ہے اسکے ذمہ۔

جب کھانے کے بدلے مسکینوں کو غلہ دینا چاہے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں، یا آٹا، یا آدھا صاع گیہوں کی قیمت، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع جو کی قیمت، یا کھجور کی قیمت دے۔(۲)

---

(۱) اسلئے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے

(۲) صاع تقریباً ۳ رکلو اور ۲۲۴ رگرام کا ہوتا ہے۔

﴿مَالَا یُکْرَہُ لِلصَّائِمِ؟﴾

وہ کونسی باتیں ہیں جو روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہیں؟

مندرجہ ذیل (۶) باتیں روزہ کی حالت میں مکروہ نہیں ہے۔

(۱) مونچھ اور داڑھی میں تیل لگانا (یا لگوانا)۔
(۲) سرمہ لگانا۔
(۳) ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا۔
(۴) ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بھیگے کپڑے اوڑھنا۔
(۵) بغیر وضو کے کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا۔
(۶) دن کے آخری حصہ میں مسواک کرنا۔

بلکہ دن کے آخری حصے میں مسواک کرنا سنت ہے جیسا کہ دن کے شروع حصے میں سنت ہے۔

﴿مَا یُسْتَحَبُّ لِلصَّائِمِ؟﴾

روزہ دار کے لئے کونسی باتیں مستحب ہیں؟

مندرجہ ذیل (۸) باتیں روزہ دار کے لئے مستحب ہیں۔

(۱) سحری کھانا۔
(۲) سحری میں تاخیر کرنا۔

لیکن روزہ دار کو چاہئے کہ طلوع فجر سے چند منٹ پہلے کھانے پینے سے رک جائے تا کہ شک نہ لاحق ہو جائے۔

(۳) غروب شمس کے تحقیق کے بعد افطار میں جلدی کرنا۔
(۴) فجر سے پہلے جنابت کا غسل کر لینا (یعنی اگر احتلام وغیرہ ہو گیا ہو) تا کہ عبادت کی ادائیگی طہارت پر ہو۔

(۵) جھوٹ، غیبت، چغل خوری، کرنے اور گالی گلوچ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھنا۔

(۶) رمضان المبارک میں فرصت کو غنیمت سمجھ کر قرآن مجید کی تلاوت یا اذکار مسنونہ (مسنون ذکروں) میں مشغول ہو جانا۔

(۷) معمولی سی بات پر نہ غصہ ہونا، اور نہ ہی مشتعل ہونا۔ (بھڑکنا و بدکنا)

(۸) خواہشات نفسانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اگر چہ حلال ہی ہو۔

﴿اَلْاَعْذَارُ الْمُبِيْحَةُ لِلْفِطْرِ﴾

روزہ چھوڑنے کے جائز اعذار(۱)

اسلام دین فطرت ہے، اور وہ کسی بھی انسان کو اس کی طاقت وقوت سے زیادہ کا مکلف نہیں بناتا، اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان وکریم ہے تو اس نے روزہ (کے دنوں میں عذر کی وجہ سے روزہ) توڑنے اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرنے کی اجازت دی ہے اس وقت جب کہ روزہ کی وجہ سے روزہ دار کو مشقت وپریشانی ہو۔

مندرجہ ذیل (۹) صورتوں میں روزے کو چھوڑنا جائز ہے:

(۱) مریض کے لئے کسی پریشانی یا بیماری کی زیادتی ہونے، یا مرض کی مدت بڑھ جانے کے خوف کی وجہ سے روزے کو چھوڑ دینا جائز ہے۔

(۲) اس مسافر کے لئے بھی روزہ کا چھوڑنا جائز ہے جو اتنا لمبا سفر کر رہا ہو جس میں نماز میں قصر ہوتی ہے۔

(۳) اس شخص کے لئے بھی جس کو شدید بھوک یا پیاس لگ جائے اور گمان غالب ہو کہ اگر روزہ نہیں توڑے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔

(۴) اس حاملہ کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے، جب کہ روزہ اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو، یا پیٹ کے بچے کے لئے۔

(۵) اس دائی (دودھ پلانے والی) کے لئے روزہ چھوڑنا جائز ہے جس کو روزہ رکھنے

---

(۱) اَعْذَار: یہ عُذْرٌ کی جمع ہے۔

میں دقت (پریشانی) ہو یا اس کے دودھ پیتے بچے کے لئے تکلیف دہ ہو۔

(۶) حائضہ اور نفساء کے لئے بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے بلکہ ان دونوں کے لئے تو روزہ کا توڑنا واجب ہے اور ان دونوں کا روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔

(۷) ایسے کھوسٹ بوڑھے و(بوڑھی) کے لئے بھی روزہ چھوڑنا جائز ہے جو روزہ کی طاقت نہ رکھے، اور ایسے لوگوں پر روزہ کی قضا بھی نہیں ہے، بلکہ ان پر روزہ کا فدیہ[1] ہے۔

(۸) نفلی روزہ رکھنے والے شخص کے لئے بلا عذر افطار جائز ہے، اور دوسرے دنوں میں اس پر اس کی قضاء واجب ہے۔

(۹) اس شخص کیلئے افطار کرنا جائز ہے جو دشمن سے جنگ کر رہا ہو، اور مستحب ہے اس شخص کیلئے جس پر قضاء واجب ہے کہ وہ قضاء (کو ادا کرنے) میں جلدی کرے، لیکن اگر وہ قضاء کو مؤخر (لیٹ) کردے تب بھی جائز ہے، اس کے لئے قضاء کے دنوں میں مسلسل روزہ رکھنا، یا چھوڑ چھوڑ کر روزہ رکھنا (دونوں) جائز ہے۔

جب قضاء کو ادا کرنے میں اتنی تاخیر کردے کہ دوسرا رمضان آجائے تو ادا کو (جو ابھی آیا ہے) قضاء پر مقدم کرے گا، اور قضاء میں تاخیر ہونے کی وجہ سے فدیہ نہیں دینا ہوگا۔

﴿مَتىٰ يَجِبُ الْوَفَاءُ بِالنَّذْرِ؟﴾

رکا پورا کرنا کب واجب ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلا يَعْصِهِ﴾ (رواہ البخاری) ترجمہ: جس نے طاعت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا چاہئے، اور جس نے معصیت کی نذر مانی تو اس کو نہیں پورا کرنا چاہئے۔

---

[1] فدیہ: یعنی قضاء کے دنوں میں ہر دن متوسط درجے کا فقیر کو کھانا کھلانا یا آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو ایک ایک مسکین کو دینا۔

مندرجہ ذیل (۳) شرطوں کے پائے جانے کی وجہ سے نذر کو پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

(۱) نذر ایسی عبادت کے جنس سے ہو جو بذات خود واجب ومقصود ہو روزہ ونماز کی طرح۔

(۲) نذر مطلوب لذاتہ ہو جیسے نماز۔

(۳) منذور، نذر ماننے سے قبل ہی واجب نہ ہوگیا ہو، جیسے سجدۂ تلاوت، تو نذر ماننا صحیح ہوگا غلام آزاد کرنے کے بارے میں، اعتکاف کے بارے میں اور فرض نماز و فرض روزہ کے علاوہ نماز کے بارے میں۔

وضو کا نذر (ماننا) درست نہیں ہے۔

اس لئے کہ وہ مقصود لذاتہ نہیں ہے۔

اور سجدہ تلاوت سے بھی نذر درست نہیں ہے اس لئے کہ نذر سے پہلے ہی وہ واجب ہے۔

مریض کی عیادت کے لئے نذر ماننا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ عبادت مقصودہ کے جنس سے نہیں ہے۔ عبادتِ مقصودہ (یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ)

اگر کسی نے عیدین کے روزے، یا ایام تشریق کے روزے رکھنے کی نذر مانی تو وہ نذر درست ہے، لیکن اس پر ان دنوں میں روزہ نہ رکھنا واجب ہے، اور بعد میں اس کی قضا اس پر واجب ہے۔

﴿اَلْإِعْتِكَافُ﴾ اعتکاف کا بیان

اعتکاف کی تعریف:

اس مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف کی نیت سے جسمیں جماعت ہوتی ہو، اعتکاف کہلاتا ہے۔

﴿أَنْوَاعُ الْإِعْتِكَافِ﴾ اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) واجب: اور یہ نذر، مانا ہوا اعتکاف ہے: پس جس نے بھی اعتکاف کرنے کی

نذر مانی تو اس پر اعتکاف کرنا واجب ہے۔

(۲) سنت مؤکدہ کفایہ:

رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔

(۳) مستحب:

اور یہ اعتکاف منذور اور رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے علاوہ ہے۔

﴿مُدَّةُ الإِعْتِكَافِ﴾ اعتکاف کی مدت

مُدتِ اعتکاف بھی مختلف ہے اعتکاف کی مختلف قسمیں ہونے کی وجہ سے۔

اعتکافِ واجب کی مدت اتنی ہے جتنی اس نے نذر میں متعین کردی ہو۔

اور اعتکافِ نفل کی مدت زمانہ کا ایک لحہ ہے، اور اکثر مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔

اعتکاف صرف اس مسجد میں کرنا درست ہے جس میں جماعت ہوتی ہو اور جس میں ایک امام اور مؤذن ہوں۔

اور عورت اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے گی۔(۱)

نذر (مانے ہوئے) اعتکاف میں روزہ رکھنا شرط ہے۔

پس اعتکافِ واجب بغیر روزہ رکھے درست نہیں ہے۔

اور مسنون و مستحب اعتکاف کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں ہے۔

﴿مُفْسِدَاتُ الإِعْتِكَافِ﴾

اعتکاف کو فاسد کردینے والی چیزیں

مندرجہ ذیل (۳) باتوں سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

(۱) بغیر عذر کے مسجد سے باہر نکلنے سے۔

(۲) (عورت کو) حیض و نفاس کے آجانے کی وجہ سے۔

(۳) جماع کرنے، اور دواعیِ جماع کے ارتکاب کرنے کی وجہ سے، جیسے کہ بوسہ لینا، یا

---

(۱) اور گھر کی مسجد وہ جگہ کہلاتی ہے جس کو اس نے نماز کے لئے اپنے گھر میں متعین کرلیا ہو۔

عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا۔

﴿اَلْأَعْذَارُ الْمُبِیْحَةُ لِلْخُرُوْجِ مِنَ الْمَسْجِدِ﴾

اعتکاف کی حالت میں مسجد سے نکلنے کے جائز اعذار

جن عذروں کی بنا پر (اعتکاف کی حالت میں) مسجد سے نکلنا جائز ہے اس کی (۳) قسمیں ہیں۔

(۱) طبعی اور فطری عذر کا پایا جانا، جیسے کہ پیشاب، پاخانہ، جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا۔

مُعتکف[1] کا مسجد سے باہر اس شرط پر نکلنا جائز ہے کہ وہ جنابت سے غسل کرنے اور پیشاب و پاخانہ کی حاجت سے فارغ ہونے کے بقدر ہی باہر رہے۔

(۲) اعذارِ ضروریہ کا پایا جانا، جیسے کہ اگر وہ مسجد میں ٹھہرا رہے گا تو اس کی جان اور مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔

اسی طرح مسجد منہدم ہو جائے[2] تو وہ اس مسجد سے اس شرط کے ساتھ نکل سکتا ہے کہ وہ فوراً دوسری مسجد میں چلا جائے، اس میں اعتکاف کی نیت کرکے۔

(۳) شرعی اعذار کا پایا جانا، جیسے جمعہ کی نماز کے لئے نکلنا، اس وقت جب کہ اس مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو جس میں وہ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرا ہو۔

اعتکاف کرنے والا مسجد میں کھا، پی سکتا ہے، اور بیع و شراء (خرید و فروخت) (یعنی کوئی چیز خریدنا اور بیچنا یہ) کرسکتا ہے اس چیز میں جس کی اس کو ضرورت ہو مسجد میں سامان لائے بغیر۔

﴿مَا یُکْرَهُ لِلْمُعْتَكِفِ؟﴾

معتکف کے لئے کون سی چیزیں مکروہ ہیں؟

(۱) معتکف کے لئے مسجد میں تجارت کے لئے خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے۔

---

[1] (۱) اِعْتَکَفَ کا اسم فاعل ہے مُعْتَکِفْ، جس کا معنی اعتکاف کرنے والا ہے۔

[2] (۲) گرادی جائے، شہید کردی جائے۔

(۲) معتکف کا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لئے (سامان کا) مسجد میں حاضر کر کے خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے۔

(۳) اس کے لئے خاموش (عبادت کی غرض سے) رہنا مکروہ ہے۔

لیکن جب خاموش رہنے کو عبادت نہ سمجھے تو خاموش رہنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

﴿آدَابُ الْاِعْتِکَافِ﴾ اعتکاف کے آداب

مندرجہ ذیل (۳) تین باتیں اعتکاف میں مستحب ہیں۔

(۱) صرف اچھی باتیں کرنا۔

(۲) اپنے اعتکاف کے لئے افضل سے افضل مسجد کا انتخاب کرنا، جیسے مسجد حرام ہے مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے لئے، پھر اس کے بعد مسجد نبوی ہے مدینہ منورہ میں رہنے والوں کے لئے، پھر اس کے بعد مسجد اقصیٰ ہے فلسطین میں رہنے والوں کے لئے پھر اس کے بعد جامع مسجد ہے علاقہ والوں کے لئے۔

(۳) قرآن کریم کی تلاوت، یا مسنون اذکار، یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام اور دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہنا۔

﴿صَدَقَةُ الْفِطْرِ﴾ صدقہ فطر

صدقہ کی تعریف :

صاحب نصاب مسلمان اپنے مال میں سے عید الفطر کے دن اپنے آپ کو پاک وصاف کرنے کے لئے اور روزہ میں واقع ہونے والی کمی بیشی کے تلافی کے لئے جو دیتا ہے وہ "صدقہ فطر" کہلاتا ہے۔

صدقہ فطر اس تلافی کے لئے ہے جو کہ روزے میں (کوئی خلل) پڑ جائے، جیسے فحش کلام، یا بیکار باتیں، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا! ﴿فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم زَکَاةَ الْفِطْرِ طُھْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ

وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ﴾ (رواہ ابوداؤد)

یعنی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر کو فرض کیا ہے روزہ دار کو پاک کرنے کے لئے لغو باتیں کرنے سے، بدکلامی سے، اور مساکین کو کھانا مہیا کرنے کے لئے صدقۃ الفطر واجب ہے

﴿عَلٰی مَنْ تَجِبُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ؟﴾

صدقۃ الفطر کس پر واجب ہے؟

جس شخص کے اندر مندرجہ ذیل (۳) باتیں پائی جائیں اس پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا۔

(۱) مسلمان ہونا: کافر پر صدقۃ الفطر واجب نہیں ہے۔

(۲) آزاد ہونا: غلام پر صدقۃ الفطر واجب نہیں ہے۔

(۳) مالکِ نصاب ہونا: اور (اس کا) مال قرض سے فاضل ہو اور اس کی اصل ضرورت اور اہل وعیال کی ضروریات سے زیادہ (یعنی فاضل) ہو۔

پس صدقۃ الفطر اس غیر مالک نصاب پر واجب نہیں ہے، جس کے پاس اپنی ضروریات سے زیادہ مال نہ ہو۔

مندرجہ ذیل (۵) چیزیں حوائجِ اصلیہ (اصلی ضرورت) میں داخل ہیں۔

(الف) مکان۔

(ب) گھر کا سامان۔

(ج) کپڑے۔

(د) اپنی سواریاں۔

(ہ) وہ آلات واوزار جن کے ذریعہ سے وہ اپنے کسبِ معاش (روزی کمانے) میں مدد لیتا ہو۔

صدقۃ الفطر کے وجوب کیلئے نصاب پر پورے سال کا گزرنا شرط نہیں ہے۔

اور اس (شخص) پر بھی واجب ہے جو کہ عید الفطر کی صبح صادق تک مالک نصاب ہو جائے۔

صدقۂ فطر کے لئے عاقل و بالغ کی بھی شرط نہیں ہے بلکہ اگر بچہ اور مجنون کے پاس مال ہو تو ان کے مال میں سے صدقہ نکالنا واجب ہے۔

﴿مَتَی تَجِبُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ؟﴾

صدقۃ الفطر کب واجب ہوتا ہے؟

صدقۃ الفطر عید کی صبح کے وقت واجب ہوتا ہے۔

تو اگر کوئی (اس سے پہلے) مر جائے، یا (امیر تھا) فقیر ہو جائے، تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں ہے۔

اسی طرح اس پر بھی واجب نہیں ہے جو کہ پیدا ہوا ہو، یا اسلام لایا ہو طلوعِ فجر کے بعد، یا مالدار ہو گیا ہو طلوعِ فجر کے بعد۔

صدقۃ الفطر کو عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد بھی ادا کر دینا جائز ہے۔

لیکن اپنے گھر سے عیدگاہ جانے سے پہلے اس کا ادا کرنا مستحب ہے۔

جس نے صدقۃ الفطر رمضان المبارک ہی میں ادا کر دیا تو یہ جائز ہے، بلکہ یہ زیادہ افضل و احسن ہے، کہ اس کے ذریعے سے محتاج و ضرورت مند اپنے کپڑے (وغیرہ) تیار کر سکیں گے اور لازمی و ضروری چیزیں (جو عید کے لئے ہو) تیار کر لیں گے اپنے لئے بھی اور اہل و عیال کے لئے بھی۔

عید کی نماز کے بعد اس کا ادا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی عذر ہو تو تاخیر سے ادا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

﴿عَمَّنْ يُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ؟﴾

کس کے جانب سے صدقۃ الفطر نکالا جائے گا؟

صدقۃ الفطر کا نکالنا واجب ہے۔

(۱) اپنی طرف سے۔

(۲) اپنے چھوٹے غریب بچوں کی طرف سے۔

جب بچے مالدار ہوں تو صدقۃ الفطر ان کے مال میں سے نکالا جائے گا۔

شوہر پر اس کی اپنی بیوی کی طرف سے صدقۃ الفطر نکالنا واجب نہیں ہے، ہاں اگر وہ اس کی طرف سے استحبابًا نکال دے تو جائز ہے۔

اسی طرح سے آدمی پر اس کی اپنی بالغ ومحتاج اور عقل منداولاد کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر کا نکالنا واجب نہیں ہے، لیکن اگر وہ ان کی طرف سے استحبابًا نکال دے تو جائز ہے۔

بہر حال بڑی اولاد جو کہ محتاج اور پاگل ہوں انکی طرف سے والد پر صدقہ فطر نکالنا واجب ہے۔

﴿مِقْدَارُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ﴾ صدقۃ الفطر (نکالنے کی) مقدار

وہ چیزیں جو صدقۃ الفطر کے ضمن میں متعین ہیں وہ (۴) ہیں۔

(۱) گیہوں (۲) جو (۳) کھجور (۴) مُنَقّٰہ

ایک آدمی کی طرف سے صدقۃ الفطر آدھا صاع گیہوں، یا اس کا آٹا، یا اس کا ستو، یا ایک صاع جو، یا کھجور، یا مُنَقّٰہ نکالا جائے گا۔

جو شخص صدقۃ الفطر کوئی دوسرے غلے سے نکالنا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے، اور اس پر آدھا صاع گیہوں کی قیمت کا غلہ، یا ایک صاع جو کی قیمت کا غلّہ نکالنا ضروری ہے۔

صدقۃ الفطر روپیہ وپیسہ کی شکل میں بھی نکالنا جائز ہے۔

بلکہ یہی زیادہ بہتر اور اچھا ہے، اس لئے کہ اس میں فقراء کے لئے زیادہ نفع ہے۔

ایک آدمی کے صدقۃ الفطر کو چند غریبوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

اور اسی طرح مختلف لوگوں کا پورا صدقہ فطر ایک ہی غریب کو دینا بھی جائز ہے۔

صدقۃ الفطر کے مصارف کے مستحقین وہی ہیں، جوزکوۃ کے مصارف کے مستحقین ہیں۔

اور جس کے بارے میں قرآن کریم میں پوری وضاحت آئی ہے کما قال تعالیٰ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ ترجمہ :صدقات (واجبہ) تو صرف غریبوں کا اور محتاجوں اور کارکنوں کا حق ہے جو ان پر مقرر ہیں، اور نیز ان کا جن کی دلجوئی منظور ہے اور (صدقات کو خرچ کیا جائے) گردنوں (کے چھڑانے) میں یعنی غلاموں کے آزاد کرانے کی مد میں) اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے) میں، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اور مسافروں (کی امداد) میں (سب) فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور اللہ تعالیٰ بڑا علم والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔ (وہ علیم ہر مناسب و نامناسب کو جانتا ہے، اور اس پر حکیم کے احکام ہمیشہ مناسب حال اور حکمتوں سے لبریز ہوتے ہیں۔ (ترجمہ تفسیر ماجدی) (ص ۷۱، ۷۰، ۳۶۹/ ج ۲)

﴿كِتَابُ الزَّكٰوةِ﴾

زکوٰۃ کا بیان

قال اللہ تبارک وتعالیٰ ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ﴾ (المزمل ۲۰) ترجمہ: نماز فرض کی پابندی رکھو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو، اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرۂ آخرت بنا کر) بھیج دو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے (یعنی دنیوی اغراض میں خرچ کرنے سے جو عوض اور نفع مرتب ہوتا ہے، اس سے بہتر اور اعظم نفقاتِ خیر ملے گا) اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ (معارف القرآن ص ۵۸۸ ج ۸)

اَقِيمُوا الصَّلٰوةَ : مفسرین کرام کے نزدیک نماز فرض مراد ہیں یعنی جو لیلۃ المعراج میں فرض ہوئی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے قیام اللیل کی فرضیت جو ایک سال تک جاری رہی تھی مذکورہ آیت کے ذریعہ منسوخ ہو گئی۔

اٰتُوا الزَّكٰوةَ : سے زکوٰۃِ فرض مراد ہے۔

اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : اللہ تعالیٰ کو قرض دینا اس میں اس کے حال پر لطف وکرم کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ غنی الأغنياء ہے اس کو دیا ہوا قرض کبھی مارا نہیں جا سکتا ضرور وصول ہوگا۔

مَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ : کا مطلب یہ ہے کہ جو نیک کام اپنی زندگی میں کر گزرو وہ بہتر ہے اس سے کہ مرنے کے وقت (وارثوں کو) وصیت کرو تو وارثوں کے اختیار میں بات رہتی ہے وہ کریں یا نہ کریں۔ (معارف القرآن)۔

حدیث میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے سوال کیا کہ تم میں سے ایسا کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہو آپ ﷺ نے فرمایا!

سوچ سمجھ کر بات کرو! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا! تمہارا مال وہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا، اور جو رہ گیا وہ تمہارا مال نہیں بلکہ تمہارے وارث کا مال ہے۔ (رواہ البخاری عن حفص بن غیاث)

وقال اللہ تعالیٰ : ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ. يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾. (سورة التوبة ۳۴-۳۵)

ترجمہ: ”جو لوگ سونا، چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے) سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے، جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا، پھر اس سے لوگوں کی پیشانیوں، اور ان کی کروٹوں، (پہلوؤں) اور ان کی پشتوں (پیٹھوں) کو داغ دیا جائے گا (اور یہ جتلایا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو“۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا: کے لفظوں سے اس طرف اشارہ ہوا کہ جو لوگ بقدر ضروری اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں تو بقیہ مال ان کے حق میں نقصان دہ نہیں ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ ”کَنَزْتُمْ“ میں داخل نہیں“۔

دوسری آیت میں جو داغ لگانے کے لئے پیشانیوں، پہلوؤں، پشتوں، کا ذکر کیا گیا ہے، یا تو اس سے مراد پورا بدن ہے، اور یا پھر ان چیزوں کی تخصیص اس بناء پر ہے کہ بخیل آدمی جو اپنا سرمایہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتا جب کوئی سائل (مانگنے والا) یا زکوٰۃ کا طلبگار اس کے سامنے آتا ہے تو ان کو دیکھ کر سب سے پہلے اس کی پیشانی پر بل آتے (یعنی فرق آتے ہیں شکوے پڑتے ہیں) پھر اس سے نظر بچانے کے لئے یہ

(اپنے بائیں مڑنا چاہتا ہے، اور اس سے بھی سائل نہ چھوڑے تو اس کی طرف پشت کر دیتا ہے، اس لئے پیشانی، پہلو، پشت، اس عذاب کے لئے مخصوص کئے گئے۔ (معارف القرآن)۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ آتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَلَمْ يُؤَدِّ زَكَاتَهُ مُثِّلَ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُجَاعًا(1) أَقْرَعَ(2) لَهُ زَبِيْبَتَانِ(3) يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِلِهْزِمَتَيْهِ، يَعْنِيْ شِدْقَيْهِ، ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا كَنْزُكَ، أَنَا مَالُكَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ الْكَرِيْمَةَ: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (رواہ البخاری و مسلم)۔ ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز یہ مال ایک سخت زہریلا سانپ بن کر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، وہ اس شخص کی باچھیں (ہونٹوں کا جبڑا) پکڑے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں، میں تیرا سرمایہ ہوں، پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی! یعنی "اور ہرگز نہ خیال کریں ایسے لوگ جو (ضروری مواقع میں) ایسی چیز (کے خرچ کرنے) میں بخل کرتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے۔

بخل کی تعریف اور اس پر سزا:

بخل کے شرعی معنی یہ ہیں کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر واجب ہو اس کو خرچ نہ کرے۔ اس لئے بخل حرام ہے، اور اس پر جہنم کی وعید شدید ہے۔

زکوٰۃ کی لغوی تعریف: پاکی و صفائی اور کسی چیز کا بڑھنا۔

زکوٰۃ کی شرعی تعریف: کسی مخصوص مال کا اس کے مستحق کو مخصوص شرائط کے ساتھ مالک بنا دینا۔

زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، جس کے ذریعہ سے غربت و محرومی کا خاتمہ ہوتا ہے، مالداروں اور غریبوں کے درمیان محتاجوں سے محبت و بھائی

---

(1) سانپ کی ایک قسم ہے۔

(2) وہ سانپ جس کے زہر کی وجہ سے اس کے سر کا بال گر گیا ہو۔

(3) سانپ کی دونوں آنکھوں کے اوپر دو کالے نقطے۔

چارگی کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

﴿شُرُوطُ فَرضِيَّةِ الزَّكوٰةِ﴾

زکوٰۃ کے فرض ہونے کے شرائط

جس شخص کے اندر مندرجہ ذیل (۹) شرطیں مکمل طور سے پائی جائیں اس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔

(۱) مسلم ہونا: کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، خواہ نسلی کافر ہو، یا مرتد ہو گیا ہو (یعنی اسلام سے پھر گیا ہو)۔

(۲) آزاد ہونا: غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۳) بالغ ہونا: بچے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۴) عاقل (یعنی عقلمند) ہونا: پاگل و دیوانہ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۵) مکمل ملکیت کا ہونا: مِلک التام سے مراد: مال کا اس کے قبضے میں ہونا۔

تو اگر وہ ایسی چیز کا مالک ہو جس پر اس کا قبضہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ جیسے کہ عورت کا مہر اس پر قبضہ کرنے سے پہلے پہلے۔

پس عورت کے ذمے مہر پر اس کے قبضہ کرنے سے پہلے زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اسی طرح اس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے کہ جس کے قبضہ میں مال تو ہو لیکن وہ اس کی (اپنی ملکیت نہ ہو) جیسے، کہ قرض دار شخص ہے جس کے ہاتھ میں دوسرے کا مال ہوتا ہے۔

(۶) مالِ مملوک کا نصاب تک پہونچنا۔

جو مال نصاب تک نہ پہنچا ہو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اور جس مال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی اس کے مختلف ہونے کی وجہ سے نصاب بھی مختلف ہے۔

(۷) اس کا مال اس کی اپنی اصل ضرورت سے زائد ہو۔

لہٰذا زکوٰۃ رہنے والے گھروں میں نہیں، پہننے والے کپڑوں میں، گھر کے سامانوں میں، سواری کے جانوروں میں، اور استعمال ہونے والے اسلحوں① میں فرض نہیں ہے۔

اسی طرح ان آلات واوزار میں، جس سے وہ اپنے کام میں مدد لیتا ہے، زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اسی طرح پڑھی جانے والی کتابوں میں جو کہ تجارت کے لئے نہ ہو زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

اس لئے کہ یہ ساری چیزیں حوائجِ اصلیہ میں داخل ہیں۔

(٨) مال کا قرض سے خالی ہونا۔

جس پر اتنا قرض ہو جو (قرض) نصاب تک پہنچ جائے، یا نصاب سے بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(٩) مال کا بڑھنے والا ہونا۔

خواہ حقیقی اعتبار سے بڑھنے والا ہو، جیسے کہ (چوپایہ) یا تقدیری اعتبار سے، جیسے کہ سونا، چاندی، ان کو بڑھنے والا ہی مانا گیا ہے، خواہ ڈھلے ہوں، یا غیر ڈھلے ہوں، اس لئے کہ ان دونوں کی قیمت ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی ہے، خواہ وہ سونا، چاندی زیورات کی شکل میں ہوں، یا برتن کی شکل میں ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ فرض ہوگی۔

جواہرات میں زکوٰۃ فرض نہیں ہے، جیسے کہ موتی، یاقوت، زبرجد، (ایک قیمتی پتھر کا نام ہے) جب کہ یہ ساری چیزیں تجارت کے لئے نہ ہوں۔

اسلئے کہ یہ چیزیں نہ حقیقی اعتبار سے بڑھنے والی ہیں اور نہ تقدیری اعتبار سے۔

﴿مَتٰی یَجِبُ اَدَاءُ هَا؟﴾

زکوٰۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے؟

زکوٰۃ کی ادائیگی نصابِ کامل پر پورا قمری سال کے گزرنے سے واجب ہو جاتی ہے، اور اس سے مراد سال کے دونوں حصوں یعنی شروع و آخر میں نصاب کامل کا ہونا ہے، خواہ وہ نصابِ کامل پورا سال باقی رہے یا باقی نہ رہے۔

---

(١) یعنی بندوق، تیر، نیزہ، کمان برچھا، وغیرہ وغیرہ۔

جب سال کے شروع میں نصاب کامل کا مالک ہو جائے، پھر نصاب کامل باقی بھی رہے، یہاں تک کہ سال گزر جائے تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہے۔

اگر سال کے شروع میں نصاب کامل ہو، اور درمیان میں نصاب کم ہو جائے، پھر سال کے آخر میں نصاب مکمل ہو جائے، تو اس مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

جو سال کے شروع میں مالک نصاب بنا، پھر اس مال کی جنس سے دوسرا مال درمیانی سال میں حاصل کر لیا، تو اس مال کو بھی اصل مال سے ملا دیا جائے گا تو تمام مالوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ اس مال کو تجارت کے ذریعے سے حاصل کیا ہو، یا عطیہ وانعام کے ذریعے، یا (وہ مال) میراث میں ملا ہو، یا کسی اور دوسرے طریقے سے۔

﴿مَتٰی یَصِحُّ اَدَاءُ هَا؟﴾

زکوٰۃ کی ادائیگی کب صحیح ہے؟

زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ وہ مال فقیر کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کریں۔

یا زکوٰۃ کی نیت کرے مال کو اس وکیل کو دیتے وقت جو وکیل زکوٰۃ کے مال کو مستحقینِ زکوٰۃ کے درمیان تقسیم کرنے کا ذمہ دار بنا ہو۔

یا زکوٰۃ کی نیت کرے اپنے تمام مال میں سے مالِ زکوٰۃ کو علاحدہ کرتے وقت جب زکوٰۃ کا مال محتاج کو بغیر (زکوٰۃ کی) نیت کئے ہوئے دے دیا، پھر بعد میں نیت کی تو (زکوٰۃ) اس شرط کے ساتھ ادا ہوگی کہ وہ مال اس محتاج کے ہاتھ میں (بعد میں نیت کرنے کے وقت) تک موجود ہو۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ محتاج بھی جانے کہ جس کو اس نے لیا ہے وہ زکوٰۃ کا مال ہے۔

اگر کسی نے فقیر کو کچھ مال دیا، اور اس سے کہا کہ اس کو ہبہ، یا قرض کے طور پر میں

نے دیا ہے اور اس (مال) سے زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت کر لی تو اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی۔

جو اپنا سارا مال صدقہ کر ڈالے اور زکوٰۃ کی نیت نہ کرے تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

جب کچھ مال سال مکمل ہو جانے کے بعد ضائع ہو جائے، تو اسی کے حساب سے زکوٰۃ بھی (اتنی) ساقط ہو جائے گی، اس طرح پر کہ کسی کے پاس ایک ہزار درہم ہو جس میں کہ ۲۵؍ درہم زکوٰۃ واجب ہے، لیکن اگر اس میں سے دو سو درہم مکمل سال گزر جانے کے بعد ضائع ہو گیا، تو پانچ درہم کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

کسی شخص کا کسی فقیر محتاج کے پاس قرض باقی ہو اور وہ زکوٰۃ کی نیت کر کے قرض معاف کر دے، تو زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ اس میں مالک بنانا نہیں پایا گیا، اور بغیر کسی کو مالک بنائے زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی ہے۔

﴿زَكَاةُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ

سونے اور چاندی میں اس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جب کہ سونا و چاندی نصاب کو پہنچ جائے۔

سونے کا نصاب بیس مثقال ہے (۱)۔

اور چاندی کا نصاب دو سو درہم ہے (۲)۔

پس جو شخص بھی سونے چاندی کے نصاب کا مالک ہو گیا تو وہ ان دونوں میں سے دسویں حصہ کی چوتھائی (یعنی چالیس حصہ میں سے ایک حصہ) زکوٰۃ کے لئے نکالے گا۔

یعنی بیس مثقال سونے میں سے آدھا مثقال سونا (زکوٰۃ) کے لئے نکالے گا۔

---

(۱) بیس مثقال ۸۵؍ گرام ہوتا ہے تقریباً

(۲) دو سو درہم ۵۹۵؍ گرام ہوتا ہے تقریباً

اور دو سو درہم (چاندی میں) پانچ درہم چاندی (زکوٰۃ) نکالے گا۔

کھوٹا (یعنی ملاوٹ کیا ہوا) سونا خالص سونے کے ہی حکم میں ہے جب کہ سونا ہی غالب ہو۔

اور کھوٹی چاندی بھی خالص چاندی کے حکم میں ہے جب کہ چاندی غالب ہو۔

اور اگر کھوٹ (ملاوٹ) ہی غالب ہو جائے تو کھوٹا سونا اور کھوٹی چاندی سامان کے حکم میں ہوں گے۔

زکوٰۃ، نصاب سے مطلقاً زائد پر فرض نہیں ہے یہاں تک کہ زائد نصاب کے پانچویں حصہ تک پہنچ جائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔

اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ جو نصاب سے زائد ہے اس میں رُبع عشر واجب ہے خواہ زائد نصاب کے پانچویں حصہ تک پہنچے یا نہ پہنچے۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے قول ہی پر فتویٰ ہے۔

مالک نصاب کو زکوٰۃ نکالنے میں اختیار ہے، چاہے سونے چاندی کی زکوٰۃ میں سونے چاندی کا ٹکڑا نکالے وزن کر کے، اور اگر چاہے تو زکوٰۃ کی مقدار کی قیمت شہر کے رائج شدہ قیمت کے مطابق اندازہ کر کے زکوٰۃ میں روپئے دیدے۔

یا چاہے تو سونے اور چاندی کی قیمت کے بقدر ناپ تول سے دی جانے والی کوئی چیز دیدے۔

﴿زَکٰوۃُ الْعُرُوْضِ﴾ سامانوں کی زکوٰۃ

سونا، چاندی اور چوپایہ کے علاوہ جو کچھ بھی ہیں وہ سب سامانوں کے حکم میں شامل ہیں، جس میں مندرجہ ذیل (۲) شرائط کے پائے جانے سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔

(۱) سامان والے کا سامان میں تجارت کی نیت ہو۔

(۲) تجارتی سامان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب تک پہنچ جائے۔

مسلم تاجر اپنے تجارتی سامان کا سال کے مکمل ہونے کے وقت حساب کرے گا اگر

اس کی قیمت بازار کی قیمت کے مطابق سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی ڈھائی فی صد)۔

اور اگر تجارتی سامان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب تک نہ پہونچے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

تجارتی سامان کی وہ قیمت لگائی جائے گی جو تاجر کے شہر میں رائج ہو، اس قیمت میں دُوکان کا فرنیچر، اور زیب وزینت کا سامان جو تجارت کے لئے ضروری ہے شامل نہ ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی زمین وجائداد کا (غیر منقولہ) یا حیوان کا مالک ہو، پھر اس نے اس میں تجارت کی نیت کرلی، تو زکوٰۃ کا سال اس وقت سے شروع ہوگا جس وقت سے اس نے تجارت کا کام شروع کیا ہے۔

﴿زكوٰةُ الدَّين﴾ مالِ قرض کی زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لحاظ سے دین کی (۳) قسمیں ہیں۔

(۱) دَینِ قوی (۲) دَینِ متوسط (۳) دَینِ ضعیف۔

(۱) دَینِ قوی یہ قرض اور تجارتی مال کا بدل ہے، جب کہ مقروض قرض کا اعتراف کرے اگر چہ وہ دیوالیہ ہوگیا۔

اسی طرح جب قرض دار قرض کا انکار کرنے والا ہو لیکن قرض دینے والا انکار کرنے والے پر دلیل پیش کرنے پر قادر ہو۔ (یعنی یہ دین قوی ہے)

جب دَینِ قوی ہوگا تو قرض دینے والے پر قرض کے مال کی زکوٰۃ نکالنا اس وقت واجب ہے جب کہ وہ چالیس درہم پر قابض ہو جائے، تو جب جب چالیس درہم پر قابض ہوتا جائے گا تو ایک درہم زکوٰۃ میں نکالتا جائے گا۔

امام اعظمؒ کے نزدیک چالیس درہم سے کم قبضہ کرنے پر کچھ بھی نکالنا ضروری نہیں ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک دَینِ مقبوض پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر (۱)

دَینِ قوی میں سال گزرنے کا اعتبار نصاب کے مالک ہونے کے وقت سے ہوگا،

---

(۱) مقبوضہ مال: یعنی جس مال پر قبضہ ہو۔ قرض دار: یعنی ادھار لینے والا۔ مقروض۔

نہ کہ دَین پر قبضہ کے وقت سے، لہٰذا ایسی صورت میں گزرے ہوئے سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، مگر بغیر قبضہ کئے ہوئے اس پر اس مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی۔

(۲) دَینِ متوسط :

یہ کوئی دَینِ تجارت نہیں ہے بلکہ یہ اپنی ضرورت اصلیہ میں سے کسی فروخت کی ہوئی چیز کی قیمت ہے، جیسے کہ رہائش کے کمرے، گھر، استعمال کے کپڑے، اور اشیاء خوردنی⁽¹⁾ اور اسکی قیمت باقی رہ جائے مشتری (خریدنے والے) کے ذمے۔

دَینِ متوسط میں مال مقبوض جب تک نصاب کامل کو نہ پہونچے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

مثلاً کسی قرض لینے والے پر کسی کا ایک ہزار درہم ہے اور قرض دینے والے نے اس میں سے دوسو درہم پر قبضہ کرلیا تو اس شخص پر واجب ہے (یعنی قرض دینے والے پر) پانچ درہم زکوٰۃ نکالے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب کہ وہ نصاب سے کم پر قبضہ کرلے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی قرض کے مال مقبوضہ میں، خواہ وہ (نصاب سے) کم ہو یا (نصاب سے) زیادہ ہو۔

اور دَینِ متوسط میں سال کے گزرنے کا اعتبار نصاب کا مالک ہونے کے وقت سے ہوگا نہ کہ قبضہ کے وقت سے۔

تو ایسی صورت میں گزشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب مال پر قبضہ کرنے کے بعد ہی ہوگی۔

(۳) دَینِ ضعیف :

جو کہ مال کے علاوہ کسی چیز کا عوض ہو، جیسے کہ عورت کا مہر، کیونکہ عورت مہر کسی مال

---

(۱) یعنی کھانے پینے کی چیزیں۔

کے بدلے میں نہیں ہے، جس کو شوہر نے اپنی بیوی سے لیا ہو، اسی طرح دَین خُلع (۱) اور دَین وصیت اور دَین صلح، دمِ عمد اور دِیَت ہے۔

دینِ ضعیف میں زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی مگر اس وقت جب کہ وہ نصابِ کامل پر قبضہ کرلے، اور قبضہ کرنے کے وقت سے سال اس پر گزر جائے۔

تو دین ضعیف میں گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

﴿زَکَاۃُ مَالِ الضِّمَارِ﴾

ناقابل وصول مال کی زکوٰۃ

ناقابلِ وصول مال وہ ہے جو برابر ملکیت میں باقی ہے، لیکن اس کا وصول کرنا دشوار ہو، اس طور پر کہ اس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کوئی دلیل قائم کرنے پر قادر نہیں ہو اور پھر ایک طویل مدت کے بعد اس مال پر قابض ہوا۔

اور اسی طرح جب کسی نے اسکے مال کو غصب کرلیا اور (وہ) غاصب کے خلاف دلیل قائم کرنے پر قادر نہیں ہو اور پھر غاصب نے ایک لمبی مدت کے بعد اسکو (مال) کو لوٹایا۔

اور اسی طرح وہ اپنا مال کھو دیا پھر ایک مدت کے بعد اس کو پالیا۔

اسی طرح جب اس کا مال سرکاری قبضہ میں لے لیا گیا پھر ایک مدت کے بعد وہ مال ہاتھ لگا۔

اسی طرح وہ اپنا مال کسی صحرا میں دفن کردیا اور اس کی جگہ کو بھول گیا اور ایک مدت کے بعد اس کو پالیا۔

نوٹ:- مالِ ضمار (یعنی ناقابل وصول مال جو کہ ایک مدت تک قبضہ سے باہر رہا اس) میں گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

یعنی قبضہ سے پہلے کے سال محسوب (یعنی شمار) نہ ہوں گے۔

---

(۱) عورت کا مہر معاف کرکے طلاق لے لینا۔

﴿مَصَارِفُ الزَّكوٰةِ﴾

زکوٰۃ کے مال کو خرچ کرنے کی جگہیں

قال اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ، وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا، وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ، وَفِيْ سَبِيْلِ اللهِ، وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللهِ، وَاللهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبہ—٦٠)

ترجمہ : (فرض) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا. اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات (کی تحصیل وصول کرنے) پر متعین ہیں، اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے، اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں (صرف کیا جائے) اور قرضداروں کے قرضہ (ادا کرنے) میں، اور جہاد (والوں کے سامان) میں، اور مسافروں کی (امداد) میں، یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

صَدَقَة کی جمع صدقات ہے: لغت میں ایسے مال کے جزء کو صدقہ کہا جاتا ہے: جو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کیا جائے (قاموس)

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات القرآن میں فرمایا کہ صدقہ کو صدقہ اس لئے کہتے ہیں، کہ اس کا دینے والا گویا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اپنے قول وفعل میں صادق ہوں اس کے خرچ کرنے کی کوئی غرض دنیوی نہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کر رہا ہوں۔

آیت مذکورہ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آج کل جو اسلامی مدارس، اور انجمنوں کے مہتمم، یا ان کے طرف سے بھیجے ہوئے سفیر، صدقات، زکوٰۃ وغیرہ مدارس و انجمنوں کے لئے وصول کرتے ہیں ان کا حکم وہ نہیں جو عاملین (یعنی جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے صدقات، زکوٰۃ وعشر وغیرہ، لوگوں سے وصول کر کے بیت المال

میں جمع کرنے کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں، اور اپنے تمام اوقات اسی میں خرچ کرتے ہیں، اس لئے الگ رقم میں سے انہیں ان کی محنت وعمل کی حیثیت کے مطابق دی جائے گی، البتہ یہ ضروری ہوگا کہ عاملین کی تنخواہیں نصف زکوٰۃ سے بڑھنے نہ پائیں) جو کہ صدقہ کا اس آیت میں مذکور ہے، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ فقراء کے وکیل نہیں بلکہ اصحاب زکوٰۃ مالدار کے وکیل میں ان کی طرف سے مالِ زکوٰۃ کو مصرف پر لگانے کا ان کو اختیار دیا گیا ہے، اسی لئے ان کے قبضہ ہوجانے کے بعد بھی زکوٰۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی جب تک یہ حضرات اس کو مصرف پر خرچ نہ کردیں۔

اس معاملہ میں عام طور پر غفلت برتی جاتی ہے، بہت سے ادارے (بلکہ اکثر) زکوٰۃ کا فنڈ وصول کرکے اس کو سالہا سال رکھے رہتے ہیں، اور زکوٰۃ دینے والے سمجھتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہوگئی، حالانکہ ان کی زکوٰۃ اس وقت ادا نہیں ہوگی جب تک کہ ان کی رقم مصارفِ زکوٰۃ میں صرف (خرچ) نہ ہوجائے۔

اسی طرح بہت سے لوگ ناواقفیت سے ان لوگوں کو عاملین صدقہ کے حکم میں داخل سمجھ کر زکوٰۃ کی رقم سے ان کی تنخواہ دیدیتے ہیں، یہ نہ دینے والوں کے لئے جائز ہے اور نہ لینے والوں کے لئے۔ (معارف القرآن جلد۴)

آج کل لوگون نے تو مدارس کھول کھول کر لوگوں کی آنکھوں میں دھول ڈال رکھا ہے، بس ایک بنیاد ڈالی اور رسید چھپوائی اور پورے ملک در ملک محصلین کو بھیجدیا گیا کہ بس غریبوں کا حق مار کر امیروں سے لاؤ، اور اپنا پیٹ بھرو، اور بہترین گھر بناؤ اور اس میں عیش کرو، اور بعض حضرات تو غلط غلط تصویریں دکھا کر عوام کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں، اور لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ مولانا صاحب بہت ہی نیک ہیں حالانکہ ان کے دلوں کے اندر سوائے تاریکی کے کچھ نہیں ہوتی مگر ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوتی ہیں، اور سارا مال جمع کرکے Bank میں ڈال دیتے ہیں، زمین خرید لیتے ہیں، مکان خرید لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ تو میرا اپنا ذاتی مال ہے، یہ فلاں جگہ ملا ہے، یہ فلاں نے ہدیہ دیا ہے، ایسے لوگوں سے میں ایک ہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ آج آپ جتنا بھی مکروفریب کرلیں

کل قیامت کے دن جب آپ کی زبانیں بند کر دی جائیں گی تو سارا معاملہ ظاہر ہو جائے گا، اور ایک ایک ذرہ کا حساب دینا ہوگا۔

میں نے معتبر آدمیوں سے سنا ہے کہ علماء کرام زکوٰۃ کی رقم لینے کے لئے نمبر لگاتے ہیں، امیروں کے دروازے پر دھکے کھاتے ہیں، اور ایک عالم کی شان جو کہ خدا کی سر زمین پر ستاروں اور چاند سورج کی مانند ہے اس کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، انہیں ذرا اپنے آپ کی حیثیت دیکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا مقام عظیم دیا ہے، اور اسلاف کے نقش قدم پر چلنا چاہئے، اور اس عمل کو ترک کرنا چاہئے کہ ہم نہ جائیں بلکہ امراء و رؤساء خود دروازے کی کنڈیاں کھٹکھٹائیں، اور زکوٰۃ کی رقم خود پہنچائیں، اور اس کی مثال بہت ہے آج میں نے ایسے مدرسوں کو دیکھا ہے جہاں چندہ نہیں ہوتا لوگ خود بخود آ کر خوشامد کرتے ہیں کہ ہماری رقم آپ قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین ثم آمین)

قرآن مقدس نے زکوٰۃ کے مستحقین آٹھ قسم کے لوگوں کو گنایا ہے۔

لیکن خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دل جوئی کرنے والے کو زکوٰۃ کی رقم دینے سے اس دلیل کی بنیاد پر منع فرمایا ہے کہ اسلام اب قوی و مستحکم ہو چکا ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں فرمایا تو اتفاق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قسم کا ساقط ہونا ثابت ہو گیا۔ یعنی اس قسم کے ساقط ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔

لہٰذا اب صرف سات قسمیں ہی باقی رہ گئیں جس میں زکوٰۃ کے مال کو خرچ کیا جا سکتا ہے، ہم ہر ایک کی قسم اور اس کے جو بھی احکام ہوں گے اس کے ساتھ ہم اسے ذکر کریں گے، وہ سارے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) محتاج و ضرورت مند:

ایسا شخص جو نصاب سے کم کا مالک ہو تو زکوٰۃ کی رقم اس شخص پر خرچ کرنا جائز ہے

جو مالک نصاب نہ ہو، اگر چہ وہ صحیح وسالم اور کمانے کے لائق بھی ہو۔

(۲) مسکین: جو کہ اصل کے اعتبار سے کسی چیز کا مالک نہ ہو۔

(۳) عامل: جو زکوٰۃ اور عشر کے جمع کرنے کا کام انجام دے اس طور پر کہ اس کو اس کے کام کے بقدر زکوٰۃ کے مال میں سے دیا جائے گا۔

(۴) مکاتب غلام:

اور یہ قسم اب نہیں پائی جاتی، اگر یہ قسم پائی جائے گی تو زکوٰۃ کے مال کو اس پر خرچ کیا جائے گا۔

(۵) قرض دار شخص:

اس کو کہتے ہیں کہ جس پر کسی کا دَین ہو اور اپنے قرض کی ادائیگی کے بعد وہ نصاب کامل تک نہ پہنچا ہو۔

تو زکوٰۃ کی رقم کو خرچ کرنا قرض دار پر اس کے اپنے دین کو پورا کرنے کے لئے یہ زیادہ بہتر ہے۔

(۶) راہِ خدا میں خرچ کرنا:

یہ وہ جماعت ہے جو اللہ کی راہ میں غزوات کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لئے ہوں۔

یا وہ حجاج کرام جو حج کے لئے نکل چکے ہوں اور بیت اللہ (کعبۂ مکرمہ) تک پہنچنے سے عاجز و بے بس ہو گئے ہوں خرچ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے۔

(۷) مسافر:

وہ مسافر جس کا مال وطن میں ہو لیکن اس کا مال سفر میں (یعنی جتنا ساتھ لے گیا تھا) ختم ہو گیا ہو، تو زکوٰۃ کی اتنی رقم اس پر خرچ کی جائے گی جس سے کہ وہ اپنے وطن تک پہنچ جائے۔

جن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہے تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم خرچ کریں ان تمام قسموں پر، اور اسی طرح ایک قسم میں بھی تمام زکوٰۃ کی رقم کو خرچ کرنا جائز

ہے باقی تمام قسموں کے پائے جانے کے باوجود۔

﴿مَنْ لَا یَجُوْزُ دَفْعُ الزَّکٰوۃِ اِلَیْهِ؟﴾

کس کوزکوٰۃ کادیناجائز نہیں ہے؟

مندرجہ ذیل (۸) شخص کوزکوٰۃ کی رقم دیناجائز نہیں ہے۔

(۱) کافر کوزکوٰۃ (کی رقم) دیناجائز نہیں ہے۔

(۲) مالداروں کوزکوٰۃ دیناجائز نہیں ہے۔

(۳) مالداروں کے بچے پرزکوٰۃ کی رقم خرچ کرناجائز نہیں ہے۔(۱)

(۴) بنوہاشم اوران کے غلاموں یعنی اولادوں پرزکوٰۃ کامال خرچ کرناجائز نہیں ہے۔

یعنی سیدوں، علویوں، اور جوحضرت عباس یاحضرت جعفر یاحضرت عقیل یاحضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولادہوں انکوزکوٰۃ کاپیسہ دینادرست نہیں ہے، (یعنی ہمارے نبی اکرم ﷺ کے داداہاشم کی اولادسے جوہوگاان کوزکوٰۃ وغیرہ دینادرست نہیں چونکہ یہ سب لوگ انہیں کی اولادسے ہیں اس لئے الگ الگ نام لکھ دیاگیاہے یہ سب لوگ بنی ہاشم کہلاتے ہیں۔ (بہشتی ثمرحصہ دوم) صفحہ ۳۲)

(۵) مالک نصاب کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مال کواپنے اصول پرخرچ کرے، جیسے کہ باپ، دادا، اوراس سے اوپرلوگوں تک۔

(۶) اسی طرح مالک نصاب کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ کی رقم کواپنے فروع پرخرچ کرے۔ جیسے بیٹا، پوتا، اوراس سے نیچے تک۔

(۷) مالکِ نصاب کے لئے جائز نہیں کہ وہ زکوٰۃ کی رقم اپنی بیوی کودے۔

اسی طرح بیوی کااپنے شوہرکودیناجائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں گویاکہ اس

---

(۱) مدارس اسلامیہ میں رہنے والے وہ طلبہ جن کے گھروں سے خودہی زکوٰۃ کی رقمیں نکلتی ہیں ان کے لئے مدرسہ کاکھانابغیرفیس جمع کئے ہوئے جائز نہیں ہے۔
اکثرطلبہ جومالدارہیں، اللہ نے دولت سے نوازاہے، ان کے گھرسے زکوٰۃ کی کتنی رقمیں نکلتی ہیں، لیکن مدرسے میں خودزکوٰۃ کھاتے ہیں لہٰذغورکریں، اوراس ناجائزکام سے بازآئیں۔

نے خود ہی اپنے پاس زکوٰۃ کی رقم جمع کرلیا۔

جہاں تک باقی رشتہ داروں کی بات ہے تو ان پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا ہی افضل ہے۔

(۸) اسی طرح زکوٰۃ کے مال کو مسجد کی تعمیر یا مدرسہ کی تعمیر میں، یا کسی سڑک کی مرمت کرنے، یا پُل بنانے میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے میت کی تجہیز و تکفین، یا میت کے قرض کی ادائیگی میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

اس لئے کہ ان صورتوں میں اس کو مالک بنانا ثابت نہ ہوگا، اور بغیر کسی کو مالک بنائے زکوٰۃ کی ادائیگی درست نہیں ہوگی۔

سب سے بہتر طریقہ زکوٰۃ کے مال کو خرچ کرنے کا رشتہ داروں پر حرچ لرنا ہے، پھر پڑوسیوں پر۔

زکوٰۃ کا مال ایسے شخص کو دینا مکروہ ہے جو زکوٰۃ لینے کی وجہ سے نصاب کامل کا مالک ہوجائے، تو یہ ایسا ہی ہے کہ دینے والے نے اس کو دو سو درھم یا بیس مثقال دے دیا۔

کسی مقروض شخص کو اس کے دین ادا کرنے کے لئے قرض نصاب سے زائد دینا مکروہ نہیں ہے، اس طور پر کہ گویا اس نے ایک آدمی کو ایک ہزار درہم اس کے قرض کو ادا کرنے کے لئے دیا تو یہ مکروہ نہ ہوگا۔

بغیر کسی ضرورت کے زکوٰۃ کے مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا مکروہ ہے۔

مگر زکوٰۃ کے مال کو اپنے رشتہ داروں کی طرف منتقل کرنا (خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہو) مکروہ نہیں ہے۔

اور زکوٰۃ کا مال ایسے لوگوں کی طرف منتقل کرنا مکروہ نہیں جو کہ اس کا زیادہ محتاج ہو اس کے شہر والوں کے مقابلے میں۔

اور زکوٰۃ کے مال کو ایسے کام میں خرچ کرنا مکروہ نہیں ہے جو کہ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہو۔ جیسے کہ مدارس اسلامیہ عربیہ۔

﴿ كِتَابُ الحَجِّ ﴾

حج کا بیان

قَالَ اللهُ تَعَالیٰ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ.﴾ (آل عمران-٩٧) ترجمہ : اللہ تعالیٰ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا (فرض) ہے، (مگر سب کے ذمہ نہیں بلکہ خاص خاص کے) یعنی اس شخص کے جو کہ طاقت رکھے وہاں تک (پہنچنے) کے سبیل کی اور جو شخص (احکام خداوندی کا) منکر ہو تو (خدا تعالیٰ کا کیا ضرر کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمام جہاں والوں سے غنی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ﴾ (رواہ البخاری ومسلم) "یعنی کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے حج کیا، اور دورانِ حج عورتوں سے خلط ملط نہیں ہوا، اور نہ ہی عملِ فسق کیا ہو، تو وہ حج کرنے کے بعد اس طریقہ سے لوٹے گا گویا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

رفث : یعنی ہمبستری، یا عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا۔

فسق : آپس میں گالی گلوچ کرنا۔

حج کی لغوی تعریف : کسی قابلِ تعظیم مکان کی طرف کا ارادہ کرنا۔

حج کی شرعی تعریف :

مخصوص طور پر مخصوص وقت میں مخصوص جگہ کی زیارت کرنا۔

حج کی فرضیت پر امت کا اتفاق ہے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس کی فرضیت میں اختلاف نہیں کیا۔

﴿شُرُوْطُ فَرْضِیَّةِ الْحَجِّ﴾ حج کی فرضیت کی شرطیں

حج ہر اس مرد و عورت پر عمر میں ایک مرتبہ کرنا فرضِ عین ہے جس کے اندر مندرجہ ذیل (٥) شرائط مکمل طور پر پائی جاتی ہوں۔

(١) مسلمان ہونا : کافر پر حج فرض نہیں ہے۔

(۲) بالغ ہونا : بچے پر حج فرض نہیں ہے۔

(۳) عقلمند ہونا : پاگل پر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) آزاد ہونا : غلام پر حج فرض نہیں ہے۔

(۵) حج کی استطاعت رکھنے والا ہونا : غریب پر حج فرض نہیں ہے۔

وجوب سے مراد یہاں فرضیت ہے۔

استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس زادِ راہ، اور سواری یہ دونوں زائد ہوں اس کے اہل وعیال کے خرچ سے اس کے غائب رہنے کی مدت میں۔

﴿ شُرُوطُ وُجُوبِ الْاَدَاءِ ﴾

حج کی ادائیگی کے واجب ہونے کی شرطیں

حج کی ادائیگی صرف اسی وقت واجب ہے جب کہ مندرجہ ذیل (۵) شرائط مکمل طور پر پائی جائیں۔

(۱) بدن کا صحیح سالم ہونا : حج کی ادائیگی واجب نہیں ہے اپاہج، مفلوج، اور بہت زیادہ بوڑھے پر جو سفر کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

(۲) ان اسباب کا زائل (ختم) ہونا، جو بیت اللہ تک جانے سے روکے۔

حج کی ادائیگی واجب نہیں ہے قیدی پر، اور ایسے بادشاہ سے ڈرنے والے شخص پر جس کو بادشاہ حج سے روکے۔

(۳) بیت اللہ تک پہنچنے میں راستے کا محفوظ ہونا۔

تو حج کی ادائیگی واجب نہیں ہے، (اس وقت) جبکہ راستے غیر مامون ہوں۔

(۴) عورت کے ساتھ اس کے شوہر یا کسی محرم کا ہونا، خواہ عورت جوان ہو، یا بوڑھی۔

اس عورت پر حج واجب نہیں ہے جس کے ساتھ اس کا شوہر یا کوئی محرم نہ ہو۔(۱)

(۵) عورت کے حق میں عدت کے ایام کا نہ ہونا۔

---

(۱) مثلاً، بھائی، باپ، چچا، بیٹا، ماموں، وغیرہ۔

تو حج کی ادائیگی اس عورت پر واجب نہیں ہے جو معتدہ ہو (شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے یا اس کے مرنے کی وجہ سے۔

﴿شُرُوطُ صِحَّةِ الْأَدَاءِ﴾

حج کی ادائیگی کے صحیح ہونے کی شرطیں

حج کی ادائیگی صرف اس وقت صحیح ہوگی جب کے مندرجہ ذیل (۳) شرائط مکمل طریقے سے پائے جائیں۔

(۱) احرام باندھنا: بغیر احرام باندھے حج کی ادائیگی درست نہیں ہوگی۔

احرام کی تعریف:

میقات سے تلبیہ (**اَللّٰھم لبیک ...... اِلی الاخر**) کہتے ہوئے حج کی نیت کرنا، اور سلے ہوئے کپڑے کا اتار دینا، اور مردوں کے لئے ایسے کپڑے کا لپٹنا جو غیر سلا ہوا ہو، اور مستحب یہ ہے کہ ایک چادر اور ایک تہہ بند ہو۔

اور تلبیہ ان کلمات کو کہتے ہیں۔ **﴿اَللّٰھم لبَّیکَ لبَّیکَ لا شَرِیکَ لکَ لبَّیکَ اِنَّ الحَمْدَ وَالنِعمَةَ وَالمُلکَ لا شَرِیکَ لکَ﴾**

ترجمہ: میں حاضر ہوں، اے میرے پروردگار میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، بے شک ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں، اور ساری بادشاہی بھی، تیرا کوئی شریک نہیں۔

(۲) وقتِ مخصوص کا ہونا۔

حج کی ادائیگی حج کے مہینوں سے پہلے یا بعد میں درست نہیں ہے۔

حج کے مہینے: یہ شوال، ذی القعدہ، اور ۱۰؍ ذی الحجہ تک کا ہے۔

جس نے طواف کیا، یا سعی کی ان مہینوں سے پہلے تو حج کی ادائیگی صحیح نہیں ہوگی۔

اور حج کے مہینے سے پہلے احرام باندھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

(۳) مخصوص جگہ کا ہونا:

یعنی مقامِ عرفات میں ٹھہرنا، اور مسجد حرام کا طواف کرنا۔

تو حج کی ادائیگی اس وقت صحیح نہیں ہوگی جب کہ وقوف عرفہ چھوڑ دے اور اسی طرح مقامِ عرفات میں ٹھہرنے کے بعد طوافِ زیارت چھوڑ دیا ہو۔

﴿ مِيقَاتُ الإِحرام ﴾ احرام باندھنے کی جگہیں۔

میقات کی تعریف: وہ جگہ ہے جہاں سے بغیر احرام کے اس افاقی (غیر ملکی) کا گزرنا جائز نہیں ہے جو حج کا قصد کر چکا ہو۔

مقامات احرام جہات کے اختلاف سے بدل جاتی ہیں۔

میقات پانچ ہیں:

(۱) اہلِ یمن اور اہلِ ہند کی میقات "یَلَمْلَم" ہے۔

(۲) اہلِ مصر، اہلِ شام اور اہلِ مغرب کی میقات "جُحْفَة" ہے۔

یہ "رابغ" کے قریب ایک ویران بستی ہے، لیکن لوگ اب "رابغ" ہی سے احرام باندھتے ہیں اور جو لوگ بھی "رابغ" سے احرام باندھتے ہیں ان کا احرام میقات ہی سے شمار ہوتا ہے کیونکہ "رابغ" "جحفة" سے تھوڑی ہی دور پر ہے۔

(۳) اہلِ عراق اور تمام اہلِ مشرق کی میقات "ذاتُ عرق" ہے۔

(۴) اہلِ مدینہ کی میقات "ذوالحلیفہ" ہے۔

جسے لوگ اب "ابیارِ علی" کہتے ہیں۔

(۵) اور اہلِ نجد کی میقات "قَرنُ المنازل" ہے۔ جسے آج "سبیل" کہا جاتا ہے۔

تو جو بھی حج وعمرہ کی نیت سے ان میقاتوں یا ان کے برابر سے گزرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہاں سے احرام باندھ لے کیونکہ اس کے لئے بغیر احرام باندھے ہوئے یہاں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

اور اہل مکہ کی میقات۔

"مکۃ المکرمۃ" ہی ہے، خواہ وہ وہاں کے رہنے والے ہوں، یا وہاں مقیم ہوں۔

اور اس شخص کی میقات جو میقات کے بعد، اور مکۃ المکرمۃ سے پہلے سکونت اختیار

کرے۔ "حِل" ہے۔

تو وہ اپنی رہائش سے ہی احرام باندھ لے گا، یا ایسی جگہ سے جو کہ حرم کی حدود سے باہر ہو، (پہلے ہو)۔

﴿ أَرْكَانُ الْحَجِّ ﴾ حج کے ارکان

حج کے صرف (۲) رکن ہیں۔

(۱) مقاماتِ عرفہ میں نویں ذی الحجہ کے زوالِ شمس سے لے کر قربانی کے دن کی فجر تک ٹھہرنا۔

اور میدانِ عرفہ میں ان دونوں وقتوں کے درمیان ایک لحہ بھی ٹھہرنے سے فرض کی مقدار ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) کعبہ شریف کے اردگرد سات مرتبہ چکر لگانا میدانِ عرفہ میں ٹھہرنے کے بعد اور اس طواف کو "طوافِ زیارت" کہتے ہیں، اور "طوافِ اضافہ" بھی کہا جاتا ہے۔

﴿ وَاجِبَاتُ الْحَجِّ ﴾ حج کی واجبات

حج کے واجبات بہت ہیں جن میں سے (۱۰) مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) میقات سے احرام باندھنا۔

(۲) مقامِ مزدلفہ میں ٹھہرنا، اگرچہ تھوڑی ہی دیر کیوں نہ ہو۔

اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ کے فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج کے نکلنے تک ہے۔

(۳) قربانی کے دن طوافِ زیارت کا ادا کرنا۔

(۴) "صفا و مروہ" (پہاڑی) کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانا، اور سعی(۱) کی شروعات صفاء سے کرنا اور مروہ پر جا کر ختم کرنا۔

(۵) طوافِ صدر کرنا اہل مکہ کے علاوہ لوگوں کے لئے اور اس کا نام "طوافِ وَداع"

---

(۱) دوڑنے، چکر لگانے

بھی ہے۔

(۶) ہر طواف کے بعد دو رکعت نفل (نماز) پڑھنا۔

(۷) قربانی کے دنوں میں تین مرتبہ رَمی جمار کرنا۔

(۸) حرم پاک میں قربانی کے دن میں بال منڈوانا، یا بال کٹوانا۔

(۹) طواف اور سعی کے دوران حدثِ اکبر، اور حدثِ اصغر سے پاک ہونا۔

(۱۰) ممنوع چیزوں کا ترک کردینا، جیسے کہ سلے ہوئے کپڑے کا پہننا، سر اور چہرے کا چھپانا، شکار کھونا، عورتوں کی خواہش کرنا، لڑائی جھگڑا، بحث ومباحثہ کرنا۔

﴿سُنَنُ الْحَجِّ﴾ حج کی سنتیں

ایام حج (یعنی حج کے دنوں) میں بہت ساری سنتیں ہیں جن میں سے ہم مندرجہ ذیل (۱۲) کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) احرام باندھنے کے وقت غسل یا وضو کرنا۔

(۲) ایک نئی تہہ بند، یا نئی چادر، یا دونوں (یعنی دھلی تہبند اور دھلی چادر) سفید دھلے ہوئے کپڑے کا پہن لینا۔

(۳) احرام کی نیت کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھنا۔

(۴) زیادہ سے زیادہ "تلبیہ" کہنا۔

(۵) اہل مکۃ کے علاوہ لوگوں کے لئے طوافِ قُدوم کرنا۔

(۶) مکۃ المکرمۃ میں قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ طواف کرنا۔

(۷) اِضطِبَاع : یعنی طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کے کنارے کو اپنی داہنی بغل کے نیچے سے لے کر دوسرے کنارے کو بائیں کندھے پر ڈال لینا۔

(۸) طواف میں رمل کرنا۔ یعنی چھوٹے چھوٹے قدم رکھنا پہلے تین چکر میں کندھوں کو ہلاتے ہوئے۔

(۹) سعی کے ساتوں چکروں میں سے ہر ایک چکر میں۔

مِیلَین اَخضَرَین کے درمیان چلنے میں تیزی کرنا رمل کے مقابلہ میں۔

(۱۰) حجرِ اسود کو استیلام(۱) کرنا (یعنی چھونا) اور اس کا (بوسہ لینا) اور حجرِ اسود کو ہر چکر کے ختم پر چھونا اور بوسہ دینا۔

(۱۱) قربانی کے دنوں میں منیٰ میں رات گزارنا۔

(۱۲) حج افراد (یعنی صرف حج کرنا عمرہ نہ کرنا) میں قربانی کرنا۔

﴿مَحظُورَاتُ الحَجِّ﴾ ممنوعاتِ حج

مندرجہ ذیل (۱۲) باتیں احرام باندھنے والے کے لئے جائز نہیں ہیں، جس سے بچنا ضروری ہے تاکہ حج ناقص اور فاسد ہونے سے بچ جائے۔

(۱) ہمبستری اور اس کے محرکات کا ارتکاب کرنا۔

(۲) حرام کام کا ارتکاب کرنا۔

(۳) آپس میں گالی گفتہ کرنا۔

(۴) خوشبو کا استعمال کرنا۔

(۵) ناخن کاٹنا۔

(۶) مرد کیلئے سلے ہوئے کپڑے کا پہننا، جیسے کہ کرتہ، یا پائجامہ، یا چوغہ، یا خفین۔

(۷) سر، یا چہرہ کو ڈھانکنا کسی ایسی چیز سے جس سے عام طور پر سر اور چہرہ ڈھانکا جاتا ہے۔

(۸) عورت کا اپنے چہرہ اور ہاتھوں کا چھپانا۔

(۹) سر، یا داڑھی، یا بغل، یا ناف کے نیچے کا بال صاف کرنا۔

(۱۰) سر اور بدن میں تیل لگانا۔

(۱۱) حرم مقدس میں درختوں اور سبزیوں کا کاٹنا اور گھاس کا اکھاڑ دینا۔

---

(۱) استیلام کہتے ہیں دونوں ہاتھ حجرِ اسود پر رکھے اور منہ کو دونوں ہاتھ کے درمیان رکھ کر بغیر آواز کے اس کو بوسہ دے، اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو ہاتھ کو حجرِ اسود کی طرف پھیلا کر ہاتھ ہی کا بوسہ لے لے، دوسری صورت یہ ہے کہ حجرِ اسود کو خاص طریقہ سے بوسہ دے اور رکن یمانی کو چھوئے۔

(۱۴) جنگلی جانوروں کا شکار کرنا، خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔ (یعنی جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو)

﴿كَيْفِيَّةُ أَدَاءِ الْحَجِّ﴾

حج کی ادائیگی کا طریقہ

جس خوش نصیب نے حج کا ارادہ کیا اس کو چاہئے کہ حج کے دنوں میں مکۃ المکرمۃ جائے، اور جب میقات یا اس کے برابر پہنچے تو غسل یا وضو کرے، اور اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار دے ایک تہہ بند اور ایک چادر پہن لے، اور دو رکعت نماز پڑھے، پھر حج کی نیت کرے، اور تلبیہ کہے۔ یعنی ﴿اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ وَالْمُلْكَ لَكَ﴾ تو جیسے ہی وہ تلبیہ پڑھا وہ محرم ہو گیا، اب اس کے لئے حج کے ہر ممنوع چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

اور نمازوں کے بعد کثرت سے تلبیہ کہے، اور جب جب کسی اونچی چیز پر چڑھے، یا پست جگہ میں اترے، یا کسی قافلہ سے ملاقات ہو، یا نیند سے بیدار ہو تو تلبیہ کہے، تو جب مکۃ المکرمۃ پہنچ جائے، تو سب سے پہلے مسجد حرام جائے، جب مسجد حرام کو دیکھے تو تکبیر و تہلیل یعنی اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہے، پھر حجر اسود کے پاس جائے تو تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اس کا استقبال کرے، اور اس کا استیلام کرے، یعنی اس کو چھوئے اور اس کو بوسہ دے اگر ممکن ہو، ورنہ اشارہ سے استیلام کرے۔ پھر حجر اسود کے داہنے طرف سے بیت اللہ کا سات چکر لگائے، اور شروع کے تینوں چکروں میں کندھے کو ہلاتے ہوئے دوڑے یعنی تیز چلے اور باقی چکروں میں اطمینان کے ساتھ وسکون کے ساتھ چلے اور طواف حطیم کے پیچھے سے شروع کرے، جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کا استیلام کرے، اور استیلام ہی کے ذریعہ طواف کا اختتام کرے، (ختم کرے) پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اس طواف کا نام "طواف القدوم" ہے اور یہ سنت بھی ہے۔

پھر وہ صفا (پہاڑی) کی طرف جائے اور اس پر چڑھے، اور قبلہ رو ہو کر تکبیر و تہلیل

کہے، اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعاء کرے، پھر مَروہ (پہاڑی) کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اترے، اور اس پر چڑھے اور ویسا ہی کرے جیسا کہ صفاء پر کیا تھا، تو ایک شوط (چکر) مکمل ہوا۔ پھر صفاء کی طرف لوٹے، اور پھر صفاء سے مروہ کی طرف لوٹے اور اس طرح سے یہ ساتھ چکر مکمل ہو گئے، میلین اخضرین (یعنی دو سبز ستون) کے درمیان رمل (رمل کہتے ہیں چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ کندھا ہلا کر چلنے کو) کے مقابلہ تیز دوڑے ساتوں چکروں میں سے ہر چکر میں۔

آٹھویں ذی الحجہ کو فجر کی نماز مکۃ المکرمۃ میں پڑھے اور منیٰ کی طرف نکلے اور وہاں اقامت کرے، منیٰ ہی میں رات گزارے، اور نویں ذی الحجہ (عرفہ کے دن) کو سورج کے نکلنے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف منتقل ہو جائے اور عرفات میں وقوف کرے (ٹھہرے) تکبیر وتہلیل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے۔

اور زوالِ شمس کے بعد امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز ظہر ہی کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھائیگا اور غروب شمس تک مقام عرفہ میں وقوف کرے، پھر اسی راستے سے مکۃ المکرمۃ روانہ ہو اور مقامِ مزدلفہ میں قیام پذیر ہو اور قربانی کی رات مزدلفہ میں گزارے اور امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں ایک اذان اور ایک ہی اقامت کے ساتھ پڑھائے گا اور دسویں ذی الحجہ کو (قربانی کے دن) امام لوگوں کو فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھائے گا پھر امام اور اس کے ساتھ لوگ بھی وہیں ٹھہرے رہیں اور دعا کرتے رہیں، پھر طلوع شمس (سورج نکلنے) سے پہلے لوٹ جائے، جب مقام جمرۃ العقبہ کے پاس پہنچے تو وہاں بھی سات کنکریوں سے رَمیِ جمار کرے، اسے پہلی کنکری مارتے وقت ہی تلبیہ بند کردے، یعنی تلبیہ نہ کہے، پھر قربانی کرے جب چاہے، اور سر منڈوائے، یا بال کٹوائے، پھر قربانی کے دنوں میں مکۃ المکرمۃ جائے طواف زیارت کے لئے، پھر وہاں سے لوٹے اور منی میں قیام کرے، گیارہویں ذی الحجہ کو زوالِ شمس کے بعد تین پتھروں سے رَمیِ جمار کرے، رمی کی ابتداء

جمرۂ الاولی سے کرے، جو مسجد خیف کے متصل ہے، اور اس کو سات کنکریاں مارے اور ہر کنکری مارنے کے وقت تکبیر کہے، پھر وہاں وقوف کرے، اور دعاء کرے، پھر جمرۃ الوسطی پر رمی کرے اور وہاں وقوف کرے، پھر جمرۃ عقبی پر رمی کرلے اور وہاں وقوف نہیں کرے، پھر بارہویں ذی الحجہ کو زوالِ شمس کے بعد تینوں جگہ رمی کرے کل ہی کی طرح، کنکری مارنے کے دنوں میں منیٰ میں رات گزارے، پھر مکۃ المکرمۃ چلا جائے، اور درمیان میں مقام محصب میں تھوڑی دیر ٹھہرے، اس کے بعد مکہ میں داخل ہوکر بیت اللہ کا طواف کرے، سات چکر لگائے لیکن رمل اور سعی نہیں کرے گا اور اس طواف کا نام "طواف وداع" ہے، اور اس کا نام "طواف الصدر" بھی ہے، اور طواف کرنے کے بعد دو رکعت نماز بھی پڑھے، پھر ماءِ زمزم کے پاس آئے اور زمزم کا پانی پیئے، کھڑے ہوکر پھر مقامِ ملتزم میں آئے، اور اللہ عز وجل کے سامنے روئے گڑگڑا کر دعاء کرے جو چاہے، اور اب اگر وہ اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹنا چاہے تو اس کے لئے لوٹنا جائز ہے، مگر وہ لوٹنے کی صورت میں روتا ہوا لوٹے اور بیت اللہ کی جدائی پر حسرت وافسوس کرتے ہوئے لوٹے۔

﴿اَلْقِرَانُ﴾ قران

قِران کا لغوی معنی: دو چیزوں کا جمع کرنا۔

اور قران کا شرعی معنی: میقات سے عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھنا۔

احناف کے یہاں قران تمتّع سے بہتر ہے۔

اور تمتع حج افراد سے بہتر ہے۔

حج قران کرنے والے شخص کے لئے سنت یہ ہے کہ اپنی زبان سے یہ الفاظ کہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ﴾ یعنی اے اللہ! میں عمرہ اور حج کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو آپ اپنی رحمت سے ان دونوں کو آسان فرما، اور میری جانب سے ان دونوں کو قبول فرمالے، پھر تلبیہ کہے۔

قارن (حج قران کرنے والا) جب مکۃ المکرمۃ میں داخل ہو تو پہلے عمرہ کا طواف کرتے ہوئے سات چکر لگائے، پہلی تینوں چکروں میں صرف رمل کرے، پھر طواف زیارت کی دو رکعت نماز ادا کرے، پھر صفاء ومروہ کے درمیان سعی کرے، اور میلین اخضرین کے درمیان دوڑے اور اس طرح سے سات چکر پورا کرے، اور یہ عمرہ کے ارکان ہیں، پھر (اس کے بعد) اعمالِ حج شروع کرے، تو وہ حج کے لئے طوافِ قدوم کرے، پھر ارکان حج کو پورا کرے، جیسا کہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

یوم النحر (قربانی کے دنوں) میں جمرۃ العقبیٰ کی رمی کرلے تو اس پر بکری کا ذبح کرنا، یا ایک اونٹنی، یا گائے کا ساتواں حصہ ذبح کرنا واجب ہوگا۔

اگر (حاجی) قربانی کرنے کے لئے کوئی جانور نہ پائے تو تین روزہ یوم النحر سے پہلے رکھے، اور سات روزہ حج کے افعال سے فارغ ہونے کے بعد رکھے، اور اس کو اختیار ہے، چاہے تو ایام تشریق کے بعد مکۃ المکرمۃ میں روزہ رکھے یا چاہے تو اپنے وطن لوٹنے کے بعد روزہ رکھے۔

﴿اَلتَّمَتُّعُ﴾

تمتع کی تعریف:

میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھنا۔

تو مُحرِم احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نماز کے بعد یہ کہے ﴿أَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ﴾ یعنی اے اللہ! میں نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو اسے میرے لئے آسان کردے، اور اس کو میری طرف سے قبول بھی فرما، پھر تلبیہ کہے۔

جب مکۃ المکرمۃ میں داخل ہو جائے تو عمرہ کے لئے طواف کرے، اور اپنی پہلی طواف میں تلبیہ کہنا بند کردے، پھر شروع کے تینوں چکروں میں کندھے ہلا کر تیز چلے، پھر دو رکعت طواف کی نماز ادا کرے، پھر صفاء ومروہ کے درمیان سات چکر لگائے، اور

اپنے سر کو منڈوائے، یا بال کٹوائے، اور حلال ہو جائے، اگر قربانی کا جانور ساتھ میں نہ ہو تو وہ اپنے عمرہ سے حلال نہ ہو بلکہ یوم النحر میں حلال ہو۔

جب ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ ہو جائے تو مسجد حرام میں حج کا احرام باندھے اور حج کے ارکان کو ادا کرے۔

جب قربانی کے دن رمی جمرۃ العقبۃ کرے تو اس پر ایک بکری کی قربانی واجب ہے (بھیڑ) یا گائے، یا اونٹ کا ساتواں حصہ قربانی کرنا واجب ہے۔

اور اگر وہ (جانور ذبح کرنے) کی استطاعت (طاقت) نہ رکھتا ہو تو اس کے عوض (بدلے) میں تین روزہ قربانی کے دن سے پہلے رکھے، اور سات روزے حج سے فراغت کے بعد، تو اگر وہ تین روزہ نہیں رکھا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو (اب) اس پر بکری کی قربانی واجب ہوگئی یا گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ قربانی کرنا واجب ہوگیا۔

اَلْعُمْرَةُ عمرہ

عمرہ پوری عمر میں ایک مرتبہ کرنا سنت موکدہ ہے، جب کہ حج کی ادائیگی کے وجوب کی شرطیں پائی جائیں۔

عمرہ پورے سال کرنا درست ہے۔

عمرہ کا احرام عرفہ کے دن، یا قربانی کے دن، یا ایام تشریق کے دن باندھنا مکروہ ہے۔

عمرہ کے چار ارکان ہیں۔

(۱) احرام باندھنا۔

(۲) طواف کرنا۔

(۳) صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۴) سر کا منڈوانا، یا سر کے بال چھوٹے کرانا۔

جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے اس کو چاہئے کہ وہ مقام ''حِل'' جائے خواہ مکہ کا ہو خواہ وہاں ٹھہرا ہو، اور احرام باندھ لے۔

جہاں تک مکۃ المکرمۃ سے دور رہنے والے کا تعلق ہے تو وہ جب مکہ میں داخل ہونا چاہے تو میقات سے احرام باندھے، پھر طواف اور سعی کرے عمرہ کے لئے، پھر اپنے سر منڈوائے، یا بال کتروائے اور وہ عمرہ سے حلال (غیر محرم) ہو جائے۔

﴿اَلْجِنَايَاتُ وَجَزَاءُ هَا﴾

جرائم اور ان کی سزائیں

ممنوع فعل کے ارتکاب کو ''جنایہ'' کہتے ہیں۔

اور جنایہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سرزمینِ حرم میں جرم کا ارتکاب کرنا۔

(۲) احرام کی حالت میں جرم کا ارتکاب کرنا۔

﴿اَلْجِنَايَةُ عَلَى الْحَرَمِ﴾

حرم مقدس میں جرم کا ارتکاب کرنا

یعنی کوئی شخص حرم شریف کے شکار کے ساتھ چھیڑ خانی کر کے قتل کر دے، یا اس کی طرف اشارہ کر کے اس کا پتہ بتائے، یا کوئی حرم کے درختوں کے ساتھ چھیڑ خانی کرے، یا حرم شریف کی گھاس کو کاٹے یا اکھاڑے، تو یہ ''جنایۃ علی الحرم'' ہوگا اسکا ارتکاب خواہ کوئی محرم کرے، یا کوئی غیر محرم، بہر کیف دونوں کو اسکا بدلہ چکانا ہوگا۔

جب کوئی شخص حرم مقدس کے وحشی یا بَرّی شکار کا شکار کیا، اور اس کو ذبح کر دیا، تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اس (شکار) کو مردار سمجھا جائے، خواہ اسے کوئی محرم نے شکار کیا ہو یا غیر محرم نے کیا ہو۔

جب کوئی غیر محرم حلال نے حرم مقدس کا شکار کیا، تو اس پر اس کی قیمت واجب

ہوگی، اور اس کی قیمت وہ غرباء ومساکین کو صدقہ کرے گا، اور روزہ رکھنا اس کی قیمت کا قائم مقام نہیں بنے گا۔

اور جب کوئی حرم مقدس کے درخت کو کاٹے، یا حرم مقدس کی گھاس کو کاٹے، تو اس پر بھی اسکی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی، خواہ وہ محرم ہو یا حلال (غیر محرم) ہو۔

جب کوئی حرم کی گھاس خیمہ گاڑنے کے لئے کاٹے، یا چولھا گاڑنے کے لئے، تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

﴿اَلْجِنَایَۃُ عَلَی الْإِحْرَامِ﴾

احرام کی حالت میں ارتکابِ جرم

یہ ہے کہ محرم احرام باندھنے کی حالت میں ممنوعاتِ حج میں سے کسی ممنوع فعل کا ارتکاب کرے (اختیار کرے) یا حج کی واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دے۔

احرام کی حالت میں ارتکابِ جرم کی (۶) قسمیں ہیں۔

پہلا: وہ جرم جس کے ارتکاب سے حج فاسد ہو جاتا ہے، اور اس فساد کی تلافی نہیں ہوتی دم سے، یا صدقہ سے، اور یہ مقام عرفہ میں وقوف کرنے سے پہلے جماع (ہمبستری) کرنا ہے۔

جو شخص ہمبستری کرلے مقامِ عرفہ میں وقوف کرنے سے پہلے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا، اور اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا واجب ہوگا، اور اس پر آنے والے سال میں (اس فاسد حج) کی قضا لازم ہوگی۔

دوسرا: ایسے جرم کا ارتکاب کرنا جس کے کرنے سے اونٹنی کا ذبح کرنا، یا گائے (جو گائے یا اونٹ کے قربانی میں ذبح کی جاتی ہے) کا ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اس جنایت کی (۲) قسمیں ہیں۔

(۱) وقوف عرفہ کے بعد حلقِ راس(۱) سے پہلے جماع کر لینا۔

---

(۱) سر منڈوالینا یا بال کٹوالینا۔

(۲) طوافِ زیارت حالت جنابت میں کر لینا۔

جو شخص مقام عرفہ میں وقوف کرنے کے بعد حلق راس سے پہلے جماع کر لے اس پر ایک اونٹنی، یا ایک گائے کا ذبح کرنا واجب ہے۔

اسی طرح جو شخص طوافِ زیارت حالتِ جنابت میں کرے تو اس پر بھی ایک اونٹنی، یا ایک گائے کا ذبح کرنا واجب ہوگا۔

تیسرا: وہ جرم جس کے ارتکاب سے ایک بکری یا گائے وغیرہ کا ساتواں حصہ ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

(۱) جب کوئی جماع کے اسباب میں سے کسی سبب کا ارتکاب کرے، جیسے کہ بوسہ لینا، یا شہوت کے ساتھ (عورت کو) چھونا۔

(۲) جب آدمی بغیر کسی عذر کے سلا ہوا کپڑا پہن لے، اور عورت جو لباس چاہے پہن لے مگر وہ اپنے چہرے کو نہ چھپائے ایسے پردے سے جو اس کے چہرے کو چپک جائے، جیسے نقاب ہے)

(۳) جب اپنے سر کے بال کو یا اپنی داڑھی کے بال کو بغیر عذر کے کاٹے۔

(۴) جب محرم مکمل ایک دن اپنے چہرے کو ڈھانکے رکھے۔

(۵) جب محرم اپنے بڑے اعضاء میں سے کسی پورے عضو میں بغیر عذر کے خوشبو لگائے، جیسے کہ ران میں، پنڈلی میں، کہنی میں، چہرے میں، خواہ خوشبو کسی قسم کی ہو۔ اور اسی طرح مکمل ایک دن خوشبو لگا ہوا کپڑا پہنے رہے۔

(۶) جب کوئی شخص ایک ہاتھ کا ناخن کاٹ لے، یا کسی ایک پاؤں کا پورا ناخن کاٹ لے۔

(۷) جب طوافِ صدر ترک کر دے،

ان تمام صورتوں میں ایک بکری، یا سات حصہ والے جانور میں ایک حصہ واجب ہوگا۔

(۴) چوتھا: وہ جرم جس کا ارتکاب کرنے سے صدقہ واجب ہوتا ہے جس صدقہ کی

مقدار نصف صاع گیہوں، یا اس کی قیمت ہے۔ وہ جنایہ درج ذیل ہیں:

(۱) جب محرم چوتھائی سے کم سر منڈوالے، یا چوتھائی سے کم ڈاڑھی کٹوالے۔

(۲) جب محرم ایک ناخن کاٹ لے یا دو ناخن کاٹ لے، تو ہر ناخن کے بدلہ نصف صاع گیہوں صدقہ کرے۔

(۳) جب ایک عضو سے کم میں خوشبو لگالے۔

(۴) جب کوئی ایک دن سے کم سلا ہوا کپڑا پہنے رہے، یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہنے رہے۔

(۵) جب محرم اپنے سر کو یا اپنے چہرے کو ایک دن سے کم تک ڈھانکے رکھے۔

(۶) جب محرم طوافِ قدوم کرے، اور باوضو نہ ہو اسی طرح طوافِ صدر کرے اس حال میں کہ وہ باوضو نہ ہو۔

(۷) تینوں جمار میں سے کسی ایک کو کنکری مارنا چھوڑ دے۔

(۵) **پانچواں:** وہ جرم جس کے ارتکاب سے صدقہ واجب ہوتا ہے لیکن اس کی مقدار نصف صاع سے کم ہے۔

جب ایک کھٹل، یا ٹڈی کو مارے تو جو چاہے صدقہ کرے۔

اور جب وہ دو کھٹل، یا دو ٹڈی کو قتل کر ڈالا، یا ان میں تین کو قتل کیا تو اس کے عوض ایک مٹھی بھر غلہ صدقہ کرے گا، اور جب اس سے زائد کو مار ڈالے تو آدھا صاع گیہوں صدقہ کرے گا۔

(۶) **چھٹا:** وہ جرم جس کے ارتکاب سے قیمت واجب ہوتی ہے، وہ خشکی کے جنگلی شکار کا قتل کرنا ہے۔

جب محرم شخص کسی خشکی کے جنگلی جانور میں سے کسی ایک کا شکار کرلے، یا اسے ذبح کردے، یا ان کے طرف اشارہ کرے، یا شکاری شکار کی جگہ کو بتائے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی، خواہ شکار ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔

شکار کی قیمت دو عادل شخص لگائیں گے اس جگہ کے جہاں اس نے شکار کیا ہے یا اس کے قریب کسی جگہ۔

اگر شکار کی قیمت قربانی کے جانور کی قیمت کے بقدر پہنچ جائے تو محرم کو اختیار ہے کہ چاہے تو قربانی کے جانور کو خریدے اور اسے ذبح کر ڈالے حرم پاک میں، یا چاہے تو غلہ خرید کر اسے محتاجوں کو تقسیم کر ڈالے۔

ہر ایک محتاج کو آدھا صاع گیہوں دے۔

اور اگر چاہے تو ہر نصف صاع کے بدلے ایک دن روزہ رکھے۔

اور اگر شکار کی قیمت قربانی کے جانور کی قیمت کو نہ پہنچے تو اس کو اختیار ہے چاہے غلہ خرید کر کے صدقہ کر دے۔

یا اگر چاہے تو ہر آدھا صاع (غلہ) کے بدلے ایک دن روزہ رکھے، محرم پر کوئی بدلہ نہیں ہے موذی (تکلیف پہنچانے والے) کیڑے مکوڑے کو مارنے پر، جیسے کہ بھڑ، بچھو، مکھی، چیونٹی، یا تتلی پروانہ کے مارنے پر۔

اور اسی طرح محرم پر کوئی بدلہ نہیں ہے سانپ، چوہا، کوا، یا کاٹ کھانے والے کتے کو مار ڈالنے پر۔

اَلْھَدْیُ

قربانی کا وہ جانور جو حرم پاک میں بھیجا جائے

ھدی کا جانور بکریاں، گائے، اونٹ ہے۔

اور ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے درست ہے۔

اور اونٹنی، اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔

ھدی کے جانور کے لئے وہی شرائط ہیں جو کہ قربانی کے جانوروں کے لئے یعنی عیوب سے صحیح وسالم ہونا۔

مکمل ایک سال کی بکری کی قربانی جائز ہے۔

اور اس سے وہ بھیڑ یا دُنبہ الگ ہے جو کہ آدھے سال سے زیادہ کا ہو اور اتنا موٹا ہو

کہ اس کے اور ایک سال والے جانوروں کے درمیان اس کے موٹاپا کی وجہ سے کوئی فرق نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مکمل دو سال کی گائے کی قربانی جائز ہے۔

اور مکمل پانچ سال کے اونٹ کی قربانی جائز ہے۔

تو تطوّع، قران، اور تمتّع کے ھدی کا جانور رمی جمرۃ العقبہ کے بعد قربانی کے دنوں میں ذبح کیا جائے گا۔

اور بقیہ ھدی کے جانوروں کے ذبح کرنے کا کسی زمانے کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے۔

اور ھدی کا ہر ایک جانور حرم پاک ہی میں ذبح کیا جائے گا۔

اور قربانی کے دنوں میں ہدی کے جانوروں کا منیٰ میں ذبح کرنا مسنون ہے۔

قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ اس (جانور) کا گوشت کھائے جب کہ وہ تطوّع نفل، یا قران یا تمتّع کے لئے ہو۔

اور اسی طرح مالداروں کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ تطوّع نفلی قربانی، قران، اور تمتّع کے جانوروں کا گوشت کھائیں، اگر تطوّع کا جانور راستہ میں ہلاک ہو جائے (یعنی کسی وجہ سے راستہ میں ذبح کرنا پڑے) تو جانور کا مالک اس کا گوشت نہیں کھائیں گے، اور نہ ہی کوئی دوسرا مالدار، بلکہ اس کو ذبح کرتے ہی چھوڑ دینا واجب ہے اس کے پٹے کو اس کے خون میں لت پت کرنے کے بعد۔

نذر کے جانور کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، نہ جانور کے مالک کے لئے اور نہ ہی کسی دوسرے مالدار کے لئے اس لئے کہ وہ صدقہ ہے جو فقراء ومحتاجوں کا حق ہے۔

جنایات کے جانوروں کا گوشت کھانا جائز نہیں، نہ جانور کے مالک کے لئے اور نہ ہی کسی دوسرے مالدار کے لئے۔

﴿ هَدْیُ الجِنَایَاتِ ﴾

وہ جانور ہے جس کا کہ حج میں واقع ہونے والی کمی کو پورا کرنے کی وجہ سے (ذبح کرنا) واجب ہوا ہو۔

زِيَارَةُ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ﷺ

روضۂ اقدس کی زیارت

زِيَارَةُ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ ﷺ

روضۂ اقدس کی زیارت

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ﴾ (رواہ الطبرانی) ترجمہ: یعنی جو شخص میری قبر کی زیارت کے لئے آئے (اور اس کو کوئی کام نہ ہو) تو مجھ پر حق ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں۔"

اور پھر فرمایا ﴿مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ﴾ (رواہ الطبرانی) یعنی کہ جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی تو گویا اس نے میرے ساتھ بے وفائی کی۔

میں یہاں پر پہلے مختصراً کچھ فضائل مدینہ منورہ کے بیان کروں گا۔

مدینہ منوّرہ کا تقدس اور اس کی عظمت شان صرف اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ بہترین انبیا ﷺ کا مسکن تھا اور اب ان کا مدفن ہے، یہ ایک ایسی بڑی فضیلت ہے جو کسی دوسرے مقام کو نصیب نہیں۔

مدینہ منورہ کے نام احادیث میں مختلف آئے ہیں۔ مثلاً طابہ، طیبہ، طیّبہ، طائبۃ۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ان ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مدینہ منوّرہ نہایت پاک اور پاکیزہ مقام ہے، نجاست معنوی یعنی کفر و شرک سے بھی پاک ہے، اور نجاست ظاہری سے بھی، اور وہاں کی در و دیوار اور ہر چیز میں حتیٰ کہ مٹی میں بھی نہایت لطیف خوشبو آتی ہے جو ہرگز کسی دوسری خوشبودار چیز میں نہیں پائی جاتی۔

اس خوشبو کا ادراک اکثر اہلِ ایمان کرتے ہیں، خاص کر وہ لوگ جن کے دل نبی اکرم ﷺ کی محبت سے لبریز ہیں۔

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی مٹی میں ایک عجیب خوشبو ہے، جو مشک وغیرہ میں ہرگز نہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مدینہ منورہ کو بے خوشبو کہے یا وہاں کی ہوا کو خراب کہے وہ واجب التعزیر ہے، اسے قید کر دینا چاہیے یہاں تک کہ صدق دل سے توبہ کرے۔

(۱) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ ایمان مدینہ کی طرف لوٹ آئے گا، جیسے کہ سانپ اپنے سوراخ کی طرف لوٹ آتا ہے۔ (صحیح بخاری)

(۲) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس سے ہو سکے کہ مدینہ میں مرے اس کو چاہئے کہ مدینہ میں مرے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مر جائے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے ایمان کی گواہی دوں گا۔

اکثر علماء نے مدینہ منورہ کی مٹی کے متعلق اپنا تجربہ لکھا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "جذب القلوب" میں لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا، میرے پیر میں ایک سخت مرض پیدا ہو گیا، تمام اَطِبّاء (ڈاکٹروں) نے اس امر (بات) پر اتفاق کر لیا کہ اس مرض کا آخری نتیجہ موت ہے صحت دشوار ہے، میں نے اس خاک پاک (پاک مٹی) سے اپنا علاج کیا تھوڑے ہی دنوں میں بہت آسانی سے صحت حاصل ہوگی۔ (جذبُ القلوب)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو شخص میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی، اور جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے قیامت کے دن میری سفارش واجب ہوگی۔

روضۂ اقدس کی زیارت افضل سنتوں میں سے ہے، جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ بیت اللہ کا حج کرنے کی توفیق عنایت کرے تو وہ حج سے فراغت کے بعد یا اس سے پہلے مدینہ منورہ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے جائے، اور روضۂ اقدس کی زیارت کی نیت کرنے کے بعد خوب درود وسلام کا نذرانہ پیش کرے۔

تو حاجی جب مدینہ منورہ پہنچ جائے، تو اسے چاہئے کہ غسل کرے خوشبو لگائے، اور سب سے عمدہ لباس زیب تن کرے (پہنے) روضۂ اقدس پر حاضری کی تعظیم وتکریم میں۔

اور سب سے پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو سکون و وقار کے ساتھ اور تواضع وانکساری کی ہیئت میں اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے، پھر جو چاہے دعا مانگے۔ (۱) پھر اس کے بعد روضۂ اقدس کی طرف رخ کرے اور روضۂ اقدس کے سامنے آداب و مستحبات کا پورا اہتمام کرتے ہوئے تواضع وانکساری کے ساتھ کھڑا ہو، اور آپ ﷺ پر درود و سلام پیش کرے؛ پھر ان لوگوں کا سلام پہنچائے جنہوں نے سلام پہنچانے کی تلقین کی ہو۔ (۲) پھر مسجد نبوی شریف میں دوسری مرتبہ حاضر ہوئے، اور جتنی چاہے نوافل پڑھے، اور جو چاہے دعا کرے، اپنے لئے اور اپنے والدین کیلئے، اور عام مسلمانوں کیلئے، اور ان لوگوں

---

(۱) مسجد میں حاضری: افضل یہ کہ زیارت کرنے والا پہلے باب السلام یا باب جبرئیل سے داخل ہو، داخلہ کے وقت پہلے داہنا پیر مسجد میں رکھے اور "بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ" پڑھے، اس کے بعد حجرہ شریفہ (جس میں مزار انوار ہے) کے پیچھے سے "روضہ" میں ریاض الجنۃ (جنت کی کیاری) میں تواضع ومسکنت کے ساتھ اس طرح آئے کہ معلوم ہو اس پر اس مقام کی ہیبت طاری ہے۔

اور اس جگہ حق تعالیٰ کے حق کی ادائیگی کے لئے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے پہلی میں قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" دوسری میں "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" پڑھنا بہتر ہے۔

افضل یہ ہے کہ تحیۃ المسجد مسجد نبوی میں پڑھے، "مصلائے نبوی" محراب کے پاس منبر نبوی کی طرف ذرا ہٹ کر ہے۔

مصلائے نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے کسی کو دھکا دینا جائز نہیں ہے، وہاں موقع نہ ہو تو پھر روضہ میں جہاں جگہ ملے پڑھ لے اور سلام پھیر کر خدا کی حمد وثنا بجالائے، شکر ادا کرے، اور زیارت کے قبول ہونے کی دعا مانگے۔

اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا نماز کی قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے، تحیۃ المسجد بھی اس سے ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) زیارت وسلام کیلئے: نماز تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر نہایت ادب کے ساتھ مزار انور کے پاس آئے اور دل سے تمام دنیاوی خیالات کو دور کر کے سرہانے کے قریب جو ستون ہے اس سے چار ہاتھ فاصلہ پر کھڑا ہو جائے اور قبلہ کی طرف پشت کر کے ذرا بائیں طرف مائل ہو جائے تاکہ روئے انور کا سامنا حاصل ہو، ادھر ادھر نہ دیکھے، نظر نیچی رکھے اور کوئی حرکت خلاف ادب نہ کرے کہ اس قسم کی باتیں خلاف ادب واحترام اور ناجائز ہیں، اور سجدہ کرنا شرک ہے، اور خیال رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحد شریف میں قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے آرام فرما ہیں۔

عظمت وجلال کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط آواز سے سلام پڑھے، زیادہ زور سے نہ چیخے اور بالکل آہستہ بھی نہ پڑھے۔

==

کیلئے بھی جنہوں نے دعاء کیلئے کہا ہو۔

== سلام اس طرح پڑھے۔ "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خِیَرَۃَ اللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ خَلْقِ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّۃَ فَجَزَاکَ اللّٰہُ عَنَّا خَیْرًا وَجَزَاکَ اللّٰہُ الْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ اَللّٰھُمَّ الْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ، وَاَنْزِلْہُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ، اِنَّکَ سُبْحَانَکَ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ".

اس کے بعد آپ کے وسیلہ سے دعا کرے اور شفاعت کی درخواست ان الفاظ میں کرے "یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ وَاَتَضَرَّعُ اِلَی اللّٰہِ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّتِکَ وَسُنَّتِکَ".

سلام کے ان الفاظ میں جس قدر چاہے زیادتی کر سکتا ہے، مگر سلف کا معمول اختصار تھا اختصار ہی کو مستحسن سمجھتے تھے، اور سلام میں کوئی لفظ ایسا نہ کہے جس سے ناز اور دعویٰ قرب مترشح ہو کہ یہ بھی سوءِ ادب ہے، اور اگر کسی کو یہ الفاظ پورے یاد نہ ہوں یا زیادہ وقت نہ ہو تو جتنا یاد ہو، یا کہہ سکتا ہو کہہ لے کم سے کم مقدار "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ" ہے۔

اگر کسی شخص نے آپ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو تو اس کا سلام بھی اپنے سلام کے بعد اس طرح عرض کیجئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ یَسْتَشْفِعُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ" فلاں ابن فلاں کی جگہ اس شخص کا نام وولدیت لیجئے۔

اور بہت سے لوگوں نے اگر سلام عرض کرنے کو کہا ہے، اور نام یاد نہیں ہیں تو سب کی طرف اس طرح سلام عرض کیجئے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ جَمِیْعِ مَنْ اَوْصَانِیْ بِالسَّلَامِ عَلَیْکَ".

سلام پڑھنے کے بعد ایک ہاتھ داہنی طرف کو ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑا ہو کر اس طرح سلام پڑھے "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَثَانِیَہٗ فِی الْغَارِ وَرَفِیْقِہٖ فِی الْاَسْفَارِ وَاَمِیْنِہٖ عَلَی الْاَسْرَارِ اَبَابَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ جَزَاکَ اللّٰہُ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ خَیْرًا".

پھر ایک ہاتھ بائیں طرف کو ہٹ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کے مقابل ہو کر ان الفاظ میں پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا أمِیرَ المؤمنین عُمرَ الفاروق أعَزَّ اللّٰہُ بہ الاسلامَ إمَامَ المسلمین مَرْضِیًّا حَیًّا و مَیِّتًا جزاکَ اللّٰہُ عَن اُمَّۃِ محمّدٍ ﷺ خَیرًا۔

مدینہ منورہ میں اپنی اقامت کو غنیمت وسعادت سمجھے، اور شب بیداری کی کوشش کرے، اور جب موقعہ پائے تو روضۂ اقدس کی زیارت کرے، اور زیادہ سے زیادہ تسبیح وتہلیل، استغفار وتوبہ میں مشغول رہے۔(۱) اور اس کے لئے جنت البقیع کی طرف صحابہ کرام

---

(۱) مسجد شریف کے اندر : زیارت کے بعد دعا سے فارغ ہو کر "اسطوانہ ابی لبابہ" کے پاس آ کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگنا چاہئے، بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو اور روضۂ مبارک میں نماز، درود، دعا، جس قدر ہو سکے کرنا چاہئے، اس کے بعد منبر کے پاس آ کر دعا واستغفار کرنا اور درود پڑھنا چاہئے، یہ سب ستون روضہ جنت کے اندر واقع ہیں جن کی فضیلت کا ذکر گزر چکا ہے، اور ایام قیام مدینہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے مگر اس کے لئے کوئی نازیبا حرکت یا بے ادبی نہ کرنا چاہئے، ستونوں کے پاس جگہ نہ ملے تو روضۂ میں جہاں جگہ ملے وہاں نفل پڑھنا چاہئے، پنجگانہ نماز جماعت سے مسجد نبوی میں اور تکبیر اولی اور پہلی صف کا اہتمام بہت ضروری ہے، مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب "بخاری ومسلم" کی روایت کے مطابق ایک ہزار نماز سے زیادہ ہے۔

دیگر متبرکات مقامات ومساجد

قبا میں وہ مسجد جو اسلام کی سب سے پہلی مسجد کہلاتی ہے۔ سفر ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی یہ آخری منزل تھی۔ حضور ﷺ نے اس مسجد میں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت بتائی ہے اور قرآن مجید میں بھی اس مسجد کا تذکرہ ہے، شنبہ کے روز قبا جانا اور اس کی مسجد میں دو رکعت نفل ادا کرنا مستحب ہے۔

مسجد قبلتین وہ مسجد ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے حسب معمول نماز شروع فرمائی تھی کہ تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا اور اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کا رخ بدل دیا۔ اسی وقت یہ مسجد قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کہلائی۔

مسجد ذباب۔ خمسہ مساجد

غزوہ خندق میں اس جگہ خیمۂ نبوی نصب ہوا تھا اور اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھی تھی۔ یہیں بعض دوسری مساجد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام سے موسوم ہیں۔

جبلِ احد

جبل احد کے تعلق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ پہاڑ ہے اس کو مجھ سے محبت ہے اور مجھے اس سے محبت ہے۔ اس کے دامن میں احد کا معرکہ پیش آیا تھا اس غزوۂ احد میں شہید ہونے والوں کا ایک چھوٹا سا قبرستان ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر بھی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے تھے اور ان شہداء کرام کو سلام ودعا سے نوازتے تھے۔

==

وتابعین صلحاء عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں کی زیارت کے لئے نکلنا مستحب ہے۔(۱)

اور اس کے لئے مسجد نبوی میں ہی تمام وقتوں کی نمازیں پڑھنا مستحب ہے، جب تک کہ وہ مدینہ منورہ میں قیام کرے، امام احمد رحمۃ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کرے اور کوئی نماز اس کی فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے براءت لکھی جائے گی اور عذاب ونفاق سے براءت لکھی جائے گی" اور اگر ممکن ہو تو مسجد نبویؐ میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کیجئے، اور قرآن شریف ختم کیجئے اور صدقہ وخیرات حسب حیثیت کیجئے، مساکین ومجاورین وباشندگانِ مدینہ کا خاص طور سے خیال رکھئے، ان سے محبت سے پیش آیئے، اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو تو تحمل اور شریفانہ برتاؤ کیجئے، خرید وفروخت میں بھی ان کی امداد کی نیت رکھے، تاکہ ثواب ملے۔

== آپ بھی کم از کم ایک دفعہ ضرور جایئے اور مسنون طریقہ سے سلام عرض کریں۔ شہداء اُحد اور جبل اُحد کی زیارت جمعرات کے روز فجر کی نماز کے بعد سویرے مستحب ہے تاکہ واپس آکر ظہر کی نماز مسجد نبویؐ میں مل سکے۔

(۱) بقیع شریف

یہ مدینہ منورہ کا قبرستان تھا ہے اس میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مدفون ہیں۔ جن میں مزارات اہل بیت حضرت عباس، حضرت فاطمہ، امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر، جعفر صادق رضی اللہ عنہم ایک جگہ ہیں۔

(۹) امہات المؤمنین بناتِ رسول اللہ ﷺ، حضرت عثمان بن عفان، صاحبزادے حضرت ابراہیم اور دیگر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔

اب اس کو وسیع کر کے دور تک پھیلا دیا گیا ہے، رسول اکرم ﷺ اس کی زیارت کیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از "حج ومقاماتِ حج") اپنے گھر سے بیت اللہ تک (سید مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

﴿کِتَابُ الْأُضْحِیَةِ﴾

قربانی کا بیان

قربانی کرنے کی دلیل قطعی قرآن کریم سے:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کی نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں، اور اپنے کھروں کے ساتھ آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے، لہٰذا خوش دلی سے قربانی کرو۔ (رواہ الترمذی عن عائشةؓ عنها)

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ کَانَ لَهٗ سَعَةٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا﴾ (عن ابی هریرة رضی الله عنه، رواه ابن ماجه).

”یعنی جس کو وسعت ہو قربانی کرنے کی اور وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہمارے عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے“

اضحیہ کی لغوی تعریف:

اس جانور کو کہتے ہیں کہ جس کو عیدالاضحیٰ میں ذبح کیا جائے۔

اور شریعت میں اضحیہ:

مخصوص جانور کا ثواب کی نیت سے مخصوص وقت میں ذبح کرنا ہے۔

قربانی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔

﴿عَلیٰ مَنْ تَجِبُ الْاُضْحِیَّۃُ؟﴾

کس پر قربانی واجب ہے؟

قربانی صرف اس پر واجب ہوتی ہے جس کے اندر مندرجہ ذیل (۵) شرائط مکمل طور پر پائے جائیں۔

(۱) مسلمان ہونا : تو کافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔
(۲) آزاد ہونا : تو غلام پر قربانی واجب نہیں ہے۔
(۳) مقیم ہونا : تو مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔
(۴) مالدار ہونا : تو محتاج پر قربانی واجب نہیں ہے۔

(۵) اور قربانی کے وجوب کے لئے نصاب پر پورے سال کا گزرنا واجب نہیں ہے، بلکہ قربانی واجب ہوجاتی ہے جب کہ مسلمان مالک نصاب ہوجائے قربانی کے دن میں اور وہ نصاب اس کی اصلی ضرورت سے زائد ہو۔

﴿وَقْتُ الْاُضْحِیَّۃِ﴾ قربانی کرنے کا وقت

قربانی کرنے کا وقت ''دسویں ذی الحجہ کے طلوعِ شمس سے شروع ہوجاتا ہے اور بارہویں ذی الحجہ کے غروب شمس سے کچھ پہلے تک رہتا ہے۔

شہر والوں، اور قصبہ والوں اور بڑے گاؤں والوں کے لئے بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے اور ایسے چھوٹے گاؤں والوں کے لئے بقرعید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز ہے جہاں بقرعید کی نماز نہیں ہوتی۔

قربانی تین دنوں میں سے پہلے دن کرنا سب سے افضل اور بہتر ہے۔

پھر دوسرے دن۔ پھر تیسرے دن۔

اور بذات خود (اپنے سے) قربانی کرنا (ذبح کرنا) مستحب ہے جب کہ وہ قربانی کرنا جانتا ہو، اگر ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو افضل ہے کہ دوسرے سے مدد لے اور اس کو چاہئے

کہ ذبح کرتے وقت حاضر رہے۔

دن میں قربانی کرنا مستحب ہے۔

لیکن رات میں قربانی کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

جب بقرعید کی نماز کسی وجہ سے پہلے دن نہ پڑھی جاسکے تو زوال شمس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

جب شہر میں بقرعید کی نماز کئی جگہ ہوتی ہو تو (سب سے پہلے) پڑھی جانے والی نماز (کے ختم ہونے) کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

﴿مَا يَجُوْزُ ذَبْحُهٗ فِي الْأُضْحِيَةِ وَمَالَا يَجُوْزُ؟﴾

قربانی میں کون سا جانور ذبح کرنا جائز ہے اور کون جائز نہیں؟

سرف بھیڑ، بکری، اونٹ، دُنبہ، بیل، بھینس، بھینسا، گائے، (اتنے جانوروں کی) قربانی جائز ہے۔

جنگلی جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

ایک بکری، ایک بھیڑ، صرف ایک آدمی کی طرف سے جائز ہے۔

اور اونٹ، گائے، بھینس، بیل، میں سات آدمی (شریک ہوکر قربانی کرسکتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ ان میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہیں ہوگی۔(۱)

اور گائے، اونٹ، بھینس کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے اس وقت درست ہوگی جب کہ ہر ایک کی نیت ثواب کی ہو، اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی نیت گوشت

---

(۱) اگر ان جانوروں میں سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے، جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے، یا چھ آدمی شریک ہوئے، اور سب لوگ برابر کے شریک ہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے، اگر آٹھ آدمی شریک ہوگئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں۔

کھانے کی ہوئی تو کسی کی قربانی درست نہیں ہوگی۔[1]

قربانی کے لئے سال بھر کی بکری ہونی ضروری ہے۔ (اگر سال بھر سے ایک دن بھی کم ہوگی تو قربانی جائز نہیں)

اگر دنبہ، بھیڑ اتنا زیادہ موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

اور گائے بھینس کی قربانی کے لئے ضروری ہے کہ یہ جانور دو سال کے ہوں۔

اونٹ مکمل پانچ سال کا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

اور افضل یہ ہے کہ جو جانور قربانی میں ذبح کیا جائے وہ موٹا ہو اور تمام عیوب سے صحیح وسالم ہو۔

جَمَّاء : یعنی پیدائشی طور پر بے سینگ والے جانور کی قربانی جائز ہے۔

اور **عَضْمَاء** : (یعنی وہ جانور جس کے سینگ کا بعض حصہ ٹوٹ گیا ہو اس) کی قربانی جائز ہے۔

اور ایسے جانور جس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہو اسکی قربانی درست نہیں ہے۔

اور اسی طرح خصی جانور کا ذبح کرنا جائز ہے، بلکہ زیادہ افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت لذیذ اور مزیدار ہوتا ہے۔

اسی طرح خارش زدہ جانور کی قربانی جائز ہے جب کہ وہ موٹا ہو۔

مگر جب وہ کھجلی والا جانور دبلا اور پتلا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

---

(۱) مسئلہ:۔ سات آدمی جانور میں شریک ہوں تو گوشت بانٹتے وقت انکل سے نہ بانٹیں، بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں، نہیں تو کوئی حصہ کم یا زیادہ ہوگا تو سود ہو جائے گا، اور گناہ ہوگا البتہ اگر گوشت کے ساتھ کلے، پائے، اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف کلے، پائے، کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے، چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف زیادہ تھا اس طرف کلے، پائے بھی شریک کئے تو بھی سود ہوگا، اور گناہ ہوا، اور سود لینے والا اور سود دینے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں، اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔ (بہشتی ثمر حصہ دوم) (ص ۴۲)

ایسے پاگل و مجنون جانور کی قربانی جائز ہے جسکا جنون اسکو چرنے سے مانع نہ ہو۔

اگر اس کا جنون چرنے سے روک دے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں جس کی بینائی ختم ہو گئی ہو (یعنی اندھا ہو) یعنی جس کی دونوں آنکھیں نہ ہوں۔

اور اسی طرح اس کانے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے یعنی جس کی ایک آنکھ کی بینائی ختم ہو گئی ہو۔

اور اسی طرح اس لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں جو کہ ذبح کرنے کی جگہ تک چل کر نہ جا سکے، اور اگر ایسا لنگڑا ہو کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہو اور چوتھا پاؤں کبھی کبھی زمین پر چلنے میں مدد لینے کے لئے رکھتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

اور اسی طرح ایسے دبلے اور مریل جانور کی قربانی جائز نہیں ہے جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو۔

مَقْطُوْعُ الْأُذن (یعنی جس کا کان کٹا ہو) و مقطوع الذَّنَب (جس کی دم کٹی ہو) کی قربانی جائز نہیں ہے۔

اور اسی طرح اس جانور کی قربانی درست نہیں ہے جس کے کان اور دم کا اکثر حصہ نہ ہو۔

اور اگر اس کے کان کا دو تہائی حصہ باقی ہو اور ایک تہائی حصہ نہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔

اور **ھتماء** یعنی ٹوٹے ہوئے دانت والے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

اگر دانت کا اکثر (زیادہ) حصہ باقی ہو تو قربانی درست ہے۔

اور اسی طرح اس جانور کی قربانی درست نہیں ہے جس کو پیدائشی طور پر کان نہ ہو۔

اسی طرح اس جانور کی قربانی درست نہیں ہے جس کے تھن کا سرا کٹا ہوا ہو۔

قربانی کی دعاء

جب قربانی کا جانور لٹائے تو پہلے یہ دعاء پڑھے : اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ

فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفاً وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر جانور کو پچھاڑے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعاء پڑھے ﴿اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ﴾ مِنِّيْ اس وقت کہے جب اپنے طرف سے کر رہا ہو، اگر دوسرے کی طرف سے کر رہا ہو تو ''مِنِّيْ'' کی جگہ ''مِنْ'' کہہ کر اس کا نام لے مثلاً مِنْ اَبُوْبَكْرَ، مِنْ عُمَرَ، مِنْ عُثْمَانَ، مِنْ عَلِي وغیرہ وغیرہ۔) كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عليهما الصلاةُ والسلامُ۔

عقیقہ کا بیان

مسئلہ:- جس کے کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے، اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچے کی سب الا بلا دور ہو جاتی ہے، اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ:- عقیقہ کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا بھیڑ، اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا ایک بھیڑ ذبح کرے، یا قربانی کی بھینس، گائے، بیل، وغیرہ میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لے، اور سر کے بال منڈوا دے اور بالوں کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے اور لڑکے کے سر میں زعفران لگا دے۔

مسئلہ:- اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے مگر ساتویں دن ہونے کا خیال بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو، اس کے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے ''یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا تو آنے والے جمعرات کو عقیقہ کرے''، چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔

مسئلہ:- یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر استرا رکھا جائے اور نائی سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو، یہ محض مہمل رسم ہے۔ اسے چھوڑنا چاہیے۔

شریعت کی طرف سے جائز ہے، چاہے سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا پہلے ذبح کرے تب سر مونڈے۔

مسئلہ:- جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

مسئلہ:- عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے، چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔

مسئلہ:- ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ سب کو کھانا درست ہے۔

مسئلہ:- اگر کسی کو زیادہ توفیق نہیں اس لئے اس نے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری کا عقیقہ کیا تو اس کا بھی کچھ حرج نہیں جائز ہے اور اگر بالکل ہی غریب ہے عقیقہ ہی نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ:- جب عقیقہ کا جانور ذبح کرنا چاہیں تو پہلے یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ ابْنِیْ فُلَانٍ(۱) دَمُھَا بِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا فِدَآءً لِابْنِیْ(۲) مِنَ النَّارِ، اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ

ترجمہ:- اے اللہ میں اپنے اس بچے کے صدقہ میں یہ جانور تیرے نام ذبح کرتا ہوں جس کے خون کے عوض خون، گوشت کے عوض گوشت، ہڈیوں کے عوض ہڈیاں، کھال کے عوض کھال، بال کے عوض بال، اے اللہ میرے بیٹے کو دوزخ کی آگ سے بچانے کا یہ جانور کا فدیہ میں قبول فرما، میں نے اپنی توجہ ہر طرف سے صرف اس کی طرف لگادی ہے

---

(۱) اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کرے تو ابن کی جگہ اس کا نام اور فلان کی جگہ اس کے باپ کا نام لیوے۔

(۲) اگر کسی دوسرے کی طرف سے کرے تو ابن کی جگہ اس کا نام 'ی' کی جگہ اس کے باپ کا نام لیوے۔ یعنی ابن اُسامہ، ابن خالد بن ولید، وغیرہ وغیرہ۔

جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں، اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، میری نماز، میری قربانی، میری موت و زندگی اللہ رب العالمین کے واسطے ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے تو اسی کا حکم دیا گیا ہے اور حکم ماننے والوں میں پہلا آدمی ہوں اے اللہ! یہ صدقہ فدیہ تیری ہی توفیق سے اور تیرے ہی لئے ہے، پھر بسم اللہ و اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔

﴿مَصرِفُ لُحُومِ الْأَضَاحِیْ وَجُلُودِهَا﴾

قربانی کے گوشت اور اس کی کھال کے مصارف

(یعنی خرچ کرنے کی جگہ)۔

قربانی کرنے والے کے لئے قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔

اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ فقراء اور مالداروں کو قربانی کا گوشت کھلائے۔

بہتر طریقہ یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو تین حصے میں تقسیم کرے۔

(۱) ایک تہائی صدقہ کرے۔

(۲) ایک تہائی اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلئے رکھے۔

(۳) تیسرا تہائی حصہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے دوستوں میں تقسیم کرے۔

اگر تمام گوشت صدقہ کر دے تو یہ افضل ہے۔

اور اگر پورا گوشت اپنے اہل و عیار کے لئے رکھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

اگر نذر کی قربانی ہو تو اس کے گوشت کو کسی صورت میں نذر ماننے والے کے لئے کھانا جائز نہیں، بلکہ تمام گوشت کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔

اور قربانی کرنے والے کے لئے قربانی کی کھال کو اپنے مصرف میں خرچ کرنا جائز ہے اور اسی طرح اس کا مالدار کو ہدیہ دے دینا بھی جائز ہے۔

لیکن اگر (قربانی کرنے والے نے) اس کو بیچ دیا تو اس کی پوری قیمت کو صدقہ کرنا

واجب ہوگا۔

قصاب (گوشت بنانے والے) کو قربانی کا گوشت اور اس کی کھال کی قیمت میں سے اجرت دینا جائز نہیں ہے۔

تمت بالخیر۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے میں دعاء کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے مجھے اور تمام لوگوں کو نفع پہنچائے، اور اس کا بدلہ آخرت میں عطا فرمائے، یقیناً وہ بہت قریب اور قبولیت بخشنے والا ہے، اور خیر کی جانب میری رہنمائی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا، اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمین

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-7224228-7355743
فیکس: 042-7221395

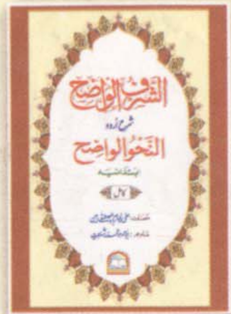
الشرف الواضح
شرح اردو
النحو الواضح

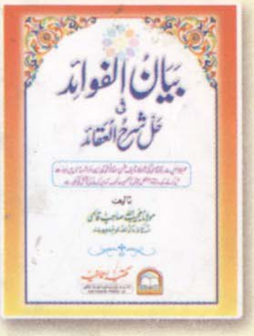
بیان الفوائد
فی
حل شرح العقائد

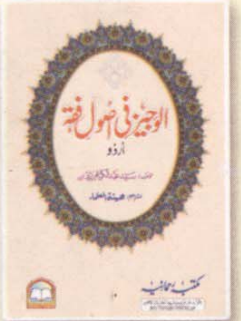
الوجیز فی اصول فقہ
اردو

شرح اردو
دیوان متنبی

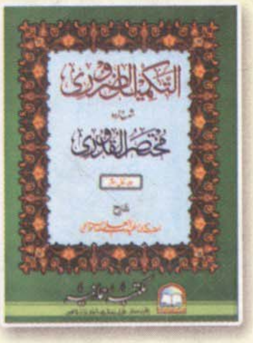
التکمیل الضروری
شرح اردو
مختصر القدوری

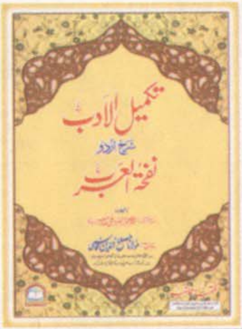
تکمیل الادب
شرح اردو
نفحۃ العرب

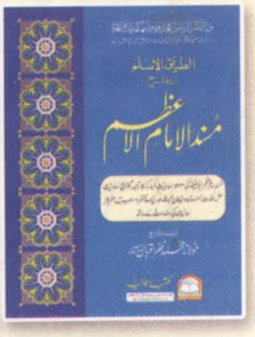
مسند الامام الاعظم

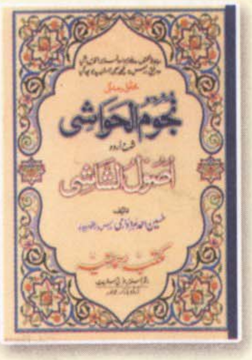
نجوم الحواشی
شرح اردو
اصول الشاشی

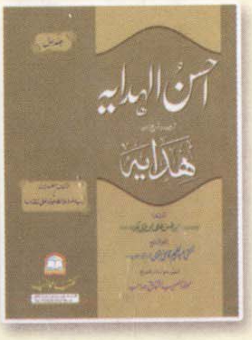
احسن الہدایہ
ہدایہ

مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37221395
MAKTABA-E-REHMANIA